مطالعۂ بالِ جبریل

بیاضوں اور مسودات کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد یوسف اعوان

اقبال اکادمی پاکستان

اس کتاب کی اشاعت قومی ورثہ وثقافت ڈویژن کے خصوصی مالی تعاون سے ہوئی

جملہ حقوق محفوظ

ناشر

ڈاکٹر عبد الرؤف رفیقی

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

حکومت پاکستان

قومی ورثہ وثقافت ڈویژن

چھٹی منزل، ایوان اقبال، ایجرٹن روڈ، لاہور
Tel: [+92-42] 36314510, 99203573
Fax: [+92-42] 36314496
Email: info@iap.gov.pk
Website: www.allamaiqbal.com

ISBN: 978-969-416-613-1

طبع اوّل	:	۲۰۲۵ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۱۴۲۰ روپے
مطبع	:	ملک سراج الدین اینڈ سنز، لاہور

محل فروخت: سروسز بلاک، گراؤنڈ فلور، ایوان اقبال، ایجرٹن روڈ، لاہور

انتساب

والد محترم حاجی امیر خان اعوان (مرحوم)

کے نام

فہرست عنوانات

بہ ترتیب زمانی

دیباچہ ۱۵

مقدمہ ۱۹

بالِ جبریل ۴۳

شیر اور خچر ۴۴

چیونٹی اور عقاب ۴۵

(۱۴) اپنی جولاں گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں ۴۶

نصیحت ۴۷

ایک نوجوان کے نام ۴۸

روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے ۵۰

اَلْاَرْضُ لِلّٰہ ۵۳

(۵) کیا عشق ایک زندگیِ مستعار کا ۵۵

(۴۷) یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ یک دانہ ۵۶

فقر ۵۸

دین و سیاست ۵۹

(۱۷) نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی ۶۱

(یورپ میں لکھے گئے) ۶۱

(۱۱) ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق ۶۳
(۱۵) اس پیکرِ خاکی میں اک شے ہے، سو وہ تیری ۶۴
(۴۶) ہوا نہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک ۶۵
(۴۵) رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوزِ مشتاقی ۶۷
(۵۴) دیا ہے مَیں نے انھیں ذوقِ آتش آشامی ۶۸
(۱۲) ضمیرِ لالہ مئے لعل سے ہوا لب ریز ۷۰
مسولینی ۷۱
(۱۳) وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی! ۷۴
(۴۴) حادثہ وہ جو ابھی پردۂ اَفلاک میں ہے ۷۵
(۱۱) تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ ۷۶
(۵۲) نَے مُہرہ باقی، نَے مُہرہ بازی ۷۷
(۴۳) مکتبوں میں کہیں رعنائیِ اَفکار بھی ہے؟ ۷۸
(۴۲) خودی ہو عِلم سے مُحکم تو غیرتِ جبریلؑ ۷۹
(۱۰) متاعِ بے بہا ہے دردو سوزِ آرزو مندی ۸۱
(۴۸) نہ تخت و تاج میں، نَے لشکر و سپاہ میں ہے ۸۳
(۹) مٹا دیا مرے ساقی نے عالَمِ من و تُو ۸۵
فلسفہ و مذہب (تضمین شعرِ غالبؔ) ۸۶
(۴۰) اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم ۸۸
(۳۹) تازہ پھر دانشِ حاضر نے کِیا سِحرِ قدیم ۸۹
(۸) کابل میں لکھے گئے ۹۱
(۸) لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی! ۹۳
لینن (خدا کے حُضور میں) ۹۵

فرشتوں کا گیت ۱۰۰
فرمانِ خدا (فرشتوں سے) ۱۰۲
(۷) دِگرگُوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی ۱۰۳
(۳۷) فطرت کو خرَد کے رُوبرو کر ۱۰۴
(۳۶) نہ ہو طُغیانِ مشتاقی تو مَیں رہتا نہیں باقی ۱۰۵
(۳۵) مجھے آہ وفُغانِ نیم شب کا پھر پَیام آیا ۱۰۷
(۳۴) جب عشق سِکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی ۱۰۸
(۶) جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکِل نہ بن جائے ۱۱۰
جدائی ۱۱۲
ابو العُلا معرّیؔ ۱۱۴
(۳۳) خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے ۱۱۵
نپولین کے مزار پر ۱۱۶
جاوید کے نام (لندن میں اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط ملنے پر) ۱۱۸
(۱۳) (قُرطُبہ میں لکھے گئے) ۱۲۰
(۲۸) (یورپ میں لکھّے گئے) ۱۲۱
(۳۲) ۱۲۲
(۴۱) (فرانس میں لکھے گئے) ۱۲۴
(۵) (لندن میں لکھے گئے) ۱۲۶
ہسپانیہ (ہسپانیہ کی سرزمین پر لکھے گئے) ۱۲۷
عبد الرحمن اوّل کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت ۱۲۹
قید خانے میں معتمدؔ کی فریاد ۱۳۱
مسجدِ قُرطُبہ (ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قُرطُبہ میں لکھی گئی) ۱۳۳

مَحبّت ۱۴۲
دعا (مسجدِ قرطبہ میں لکھی گئی) ۱۴۳
(۳۰) ہر شے مسافر، ہر چیز راہی ۱۴۶
(۳۱) ہر چیز ہے محوِ خود نمائی ۱۴۷
(۵۱) کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی غمّازی ۱۴۹
مُلّا اور بہشت ۱۵۰
❁ عرب کے سوز میں سازِ عجم ہے ۱۵۱
❁ یقیں، مثلِ خلیلؑ آتش نشینی ۱۵۲
❁ خودی کی خلوتوں میں گم رہا مَیں ۱۵۳
❁ پریشاں کاروبارِ آشنائی ۱۵۳
❁ مکانی ہُوں کہ آزادِ مکاں ہُوں ۱۵۴
(م) رباعی ۱۵۵
❁ ظلامِ بحر میں کھو کر سنبھل جا ۱۵۵
❁ سوارِ ناقہ و محمل نہیں مَیں ۱۵۶
❁ ترے سینے میں دَم ہے، دل نہیں ہے ۱۵۷
❁ خدائی اہتمامِ خشک و تَر ہے ۱۵۸
❁ وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے ۱۵۹
❁ ہر اک ذرّے میں ہے شاید مکیں دل ۱۵۹
❁ جمالِ عشق و مستی نَے نوازی ۱۶۰
❁ خودی کی جلوتوں میں مصطفائی ۱۶۱
❁ نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں! ۱۶۲
❁ نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری ۱۶۲

❁ جوانوں کو مری آہِ سحَر دے ۱۶۳
❁ ترے شیشے میں مے باقی نہیں ہے ۱۶۴
❁ ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے ۱۶۴
❁ کوئی دیکھے تو میری نَے نوازی ۱۶۵
(۴) اثر کرے نہ کرے، سُن تو لے مِری فریاد ۱۶۶
(۵۰) کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد ۱۶۷
(۲۹) اَفلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر ۱۶۸
(۲۷) تو اے اسیر مکاں! لا مکاں سے دور نہیں ۱۶۹
(۲۶) نہ تُو زمیں کے لیے ہے، نہ آسماں کے لیے ۱۷۱
جاوید کے نام ۱۷۳
(۲۵) نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے ۱۷۵
(۲) یہ کون غزل خواں ہے پر سوز و نشاط انگیز ۱۷۷
(۲۴) خرَد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ۱۷۹
(۲۲) یہ پَیام دے گئی ہے مجھے بادِ صُبح گاہی ۱۸۰
(۲۳) تری نگاہ فرومایہ، ہاتھ ہے کوتاہ ۱۸۱
(۲۱) خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ۱۸۲
(۲۰) عقل گو آستاں سے دور نہیں ۱۸۴
(۱۹) کمالِ ترَک نہیں آب و گِل سے مہجوری ۱۸۵
زمانہ ۱۸۸
فرشتے آدم کو جنت سے رُخصت کرتے ہیں ۱۹۱
قطعہ (م) ۱۹۲
(۲) اگر کج رَو ہیں انجُم، آسماں تیرا ہے یا میرا ۱۹۲

خوشحال خاں کی وصیّت ۱۹۳
خطاب بہ فرزندِ آدم (م) ۱۹۵
ذوق وشوق (ان اشعار میں سے اکثر فلسطین میں لکھے گئے) ۱۹۶
ابلیس کی عرض داشت ۲۰۸
م ر ع: قطعہ ۲۰۸
لہو ۲۰۹
م ر ع: قطعہ ۲۰۹
پرواز ۲۱۰
م ر ع: قطعہ ۲۱۰
شیخِ مکتب سے ۲۱۱
فلسفی ۲۱۲
م ر ع: قطعہ ۲۱۲
ستارے کا پیغام ۲۱۳
شاہیں ۲۱۳
باغی مرید ۲۱۵
ہارون کی آخری نصیحت ۲۱۶
آزادیِ افکار ۲۱۷
م ر ع: قطعہ ۲۱۷
ماہرِ نفسیات سے ۲۱۸
یورپ ۲۱۹
خانقاہ ۲۲۰
سیاست ۲۲۱

(۱) میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں ۲۲۲
(۳) گیسوئے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر ۲۲۳
(۱۶) یارب! یہ جہانِ گزَراں خوب ہے، لیکن ۲۲۴
(۱) سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا ۲۲۶
(۳) وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جُنوں ۲۳۳
(۴) عالمِ آب و خاک و باد! سرّ عیاں ہے تُو کہ مَیں؟ ۲۳۴
(۶) امینِ راز ہے مردانِ حُر کی درویشی ۲۳۶
(۷) پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن ۲۳۷
(۹) عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم ۲۳۹
(۱۰) دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے ۲۴۰
(۱۲) پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی ۲۴۱
(۱۴) دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کرّاری ۲۴۲
(۱۵) خودی کی شوخی و تُندی میں کبر و ناز نہیں ۲۴۳
(۱۶) میرِ سپاہِ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف ۲۴۴
(۱۸) یہ دیرِ کہن ہے، انبارِ خس و خاشاک ۲۴۵
(۳۸) یہ پیرانِ کلیسا و حرم، اے وائے مجبوری! ۲۴۶
(۴۹) فِطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشۂ چالاک ۲۴۷
(۵۳) گرمِ فُغاں ہے جرَس، اٹھ کہ گیا قافلہ ۲۴۸
(۵۵) ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نَو ۲۴۹
(۵۶) کھو نہ جا اس سحَر و شام میں اے صاحب ہوش! ۲۵۰
(۵۷) تھا جہاں مدرسۂ شیری و شاہنشاہی ۲۵۲
(۵۸) جی سکتے ہیں بے روشنیِ دانش و فرہنگ ۲۵۳

(۵۹) فقرُ کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ ۲۵۴
(۶۰) تڑپ رہا ہے افلاطوں میانِ غیب و حُضور ۲۵۵
(۶۱) شعور و ہوشِ و خرَد کا معاملہ ہے عجیب ۲۵۷
طارق کی دعا (اَندَلُس کے میدانِ جنگ میں) ۲۵۸
پروانہ اور جگنو ۲۶۰
گدائی ۲۶۰
لالۂ صحرا ۲۶۲
ساقی نامہ ۲۶۴
پیر و مرید ۲۷۲
م ع: اربعینِ رومیؒ ۲۷۲
جبریلؑ و ابلیس ۲۸۳
اذان ۲۸۵
یورپ سے ایک خط ۲۸۶
جواب ۲۸۶
سوال ۲۸۷
پنجاب کے دہقان سے ۲۸۸
نادِر شاہ افغان ۲۸۹
تاتاری کا خواب ۲۹۱
حال و مقام ۲۹۲
سِنیما ۲۹۳
پنجاب کے پیرزادوں سے ۲۹۴
قطعہ ۲۹۶

قطعہ ۲۹۷
قطعہ ۲۹۸
کھُلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی ۲۹۸
دِلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر ۲۹۹
رہ و رسمِ حرم نامحرمانہ ۳۰۰
ترا جوہر ہے نوری، پاک ہے تُو ۳۰۰
مَحبّت کا جُنوں باقی نہیں ہے ۳۰۱
خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا ۳۰۲
چمن میں رختِ گُل شبنم سے تر ہے ۳۰۲
خرَد سے راہ رَو روشن بصر ہے ۳۰۳
تری دنیا جہانِ مرغ و ماہی ۳۰۴
کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں مَیں ۳۰۵
وہی اصلِ مکاں و لامکاں ہے ۳۰۵
کبھی آوارہ و بے خانماں عشق ۳۰۶
کبھی تنہائیِ کوہ و دمن عشق ۳۰۶
عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر ۳۰۷
یہ نکتہ میں نے سیکھا بُوالحسن سے ۳۰۸
خرَد واقف نہیں ہے نیک و بد سے ۳۰۸
یہی آدم ہے سلطاں بحر و بَر کا ۳۰۹
دمِ عارف نسیمِ صُبح دم ہے ۳۱۰
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے ۳۱۰
زمانے کی یہ گردشِ جاودانہ ۳۱۱

❁ حکیمی، نامسلمانی خودی کی ۳۱۱
❁ ترا تن روح سے ناآشنا ہے ۳۱۲
قطعہ ۳۱۲
قطعہ ۳۱۳
قطعہ ۳۱۴
قطعہ (م) ۳۱۴
قطعہ (م) ۳۱۵

دیباچہ

اردو ادب میں اقبالیات کی حیثیت ایک الگ اور منفرد شعبے کی ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود فکر اقبال کی حقیقی روح کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ تفہیم اقبالیات کا کام سائنسی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ اسی سوچ کو مد نظر رکھتے ہوئے ممتاز محقق گیان چند جین سے نے علامہ اقبال کے متداول اور غیر متداول کلام کی زمانی ترتیب کے مطابق اپنی کتاب 'ابتدائی کلام اقبال' مرتب کی۔ راقم الحروف نے اسی کام کو آگے بڑھاتے ہوئے ۱۹۲۵ سے ۱۹۳۸ تک کے اردو کلام کو زمانی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ اس تحقیقی منصوبے کی تکمیل کے لیے بیاضوں اور مسودات کی عکسی نقول اقبال میوزیم لاہور کے اصل قلمی نسخوں سے حاصل کی گئیں۔ گیان چند کی رسائی ان بنیادی مآخذ تک نہیں ہو سکی تھی۔ وہ اپنی کتاب کے حرف اول (دیباچہ) میں لکھتے ہیں:

> میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اصل ماخذ کو کم دیکھ پایا۔ دراصل یہ کام لاہور میں بیٹھ کر کرنے کا تھا۔ جہاں علامہ اقبال کے مسودے محفوظ ہوں گے۔ (ابتدائی کلام اقبال، ص۱۸)

کلام اقبال دو طرح کے مآخذ (مطبوعہ اور غیر مطبوعہ) پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ مآخذ میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مآخذ میں بیاضوں اور مسودات پر مشتمل وہ غیر مطبوعہ قلمی ڈائریاں شامل ہیں جن میں علامہ اقبال اپنا کلام درج کرتے تھے۔ کلام اقبال کی وہ ابتدائی صورت جس کی علامہ اقبال نے ترمیم و تنسیخ بھی کی انھیں بیاض کا نام دیا جاتا ہے۔ ان قلمی مسودات کو جنھیں علامہ اقبال نے اپنے کلام کو حتمی شکل دیتے ہوئے کاتب کے لیے تحریر کیا، انھیں مسودات کا نام دیا جاتا ہے۔ ان مسودات کو کتابت کی غلطی کے کم امکان کے باعث زیادہ معتبر مآخذ تسلیم کیا جاتا ہے۔

زیر نظر تصنیف میں بال جبریل کی بیاضوں، مسودات اور مطبوعہ کلام کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں شامل متداول (مطبوعہ) اور غیر متداول (متروک) یا قلم زد کلام کو زمانی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے تا کہ قاری کے لیے کلام کی زمانی ترتیب واضح ہو سکے۔ علامہ اقبال کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام کو زمانی ترتیب سے مرتب کرنے سے اہل علم کو ان کے شعری اور فکری ارتقا کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملے گی۔ تدوین متن میں متداول کلام کے لیے جلی اور متروک کلام کے لیے خفی کتابت سے کام لیا گیا ہے تا کہ قارئین پر کلام کی نوعیت واضح ہو سکے۔

اس تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میرے والدین کی دعاؤں کے ساتھ میرے اساتذہ کی شفقت بھی شامل ہے۔ اساتذہ کی فہرست میں پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (مرحوم)، پروفیسر ڈاکٹر صابر حسین کلوروی (مرحوم)، پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد قریشی (مرحوم)، پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف خشک، پروفیسر ڈاکٹر عبد العزیز ساحر، اور پروفیسر عبد الخالق کو بھی خراج عقیدت پیش کرنا چاہوں گا، جن کے علم و عرفان کے سر چشموں سے میں نے ہمیشہ اپنے علم کی پیاس بجھائی۔

میں اپنے دوستوں کا بے حد ممنون ہوں جن میں سے سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق ڈاکٹر محمد رفیق احمد شاہد ہیں۔ میرے تحقیقی کام کی تکمیل میں ڈاکٹر صاحب کی بے لوث معاونت ہمیشہ میرے شامل حال رہی۔ میرے خیر اندیشوں میں ماموں جان حاجی امیر حسین ملک اور برادرم انجینئر ڈاکٹر آصف حسین ملک شامل ہیں۔ انھوں نے متعدد امور میں میری معاونت کی جس سے میرا حوصلہ بڑھا۔ عزیزوں میں سے اپنے ہونہار شاگرد مہینوال کا تذکرہ بھی بے محل نہ ہوگا جس نے ہمیشہ میرے لیے اپنی خدمات وقف کیں۔ میں عزیزم جلال حسین کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی برقی کتابت (کمپوزنگ) میں اپنی بہترین فنی مہارت سے کام لیا۔

میں اس موقع پر ناظم اقبال اکادمی پاکستان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا۔ اکادمی کے احباب کی علم دوستی اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی بدولت اس کتاب کو زیور

طباعت سے آراستہ کرنے کا مرحلہ بخیر و خوبی سر انجام پایا۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بے محل نہ ہو گا کہ زیر نظر کتاب ضرب کلیم اور ارمغان حجاز (اردو) سمیت تین اردو مجموعوں کے بیاضوں اور مسودات کی روشنی میں مطالعے کا حصہ ہے۔

قارئین محترم! میں نے اقبالیات کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے اس تحقیقی کام کو اپنی حد تک بہترین انداز میں نذر قارئین کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم تحقیق ایک ایسا سفر ہے جس میں کسی بھی فرد کی رائے کو حرف آخر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ علم و ادب کا ذوق رکھنے والے ہمیشہ بہتر سے بہترین کی جستجو میں سر گرداں رہتے ہیں اور میں خود کو بھی اسی قافلہ شوق کا ایک راہی سمجھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اہل علم و دانش اپنی گراں قدر آراء سے نواز کر اس کاوش کو مزید نکھارنے میں میری مدد فرمائیں گے۔

محمد یوسف اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر نمل یونیورسٹی، میانوالی

مقدمہ

علامہ اقبال کی شخصیت جائزہ لینے سے ان کے دو رُخ ہمارے سامنے آتے ہیں۔

ظاہری وضع قطع اور عادات و اطوار کے اعتبار سے آپ ایک ماڈرن مسلمان ہیں، شیو بنواتے ہیں، مونچھیں رکھتے ہیں، خضاب لگاتے ہیں، پینٹ شرٹ پہنتے ہیں، ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں، حقہ پیتے ہیں، کبوتر اڑاتے ہیں اور ستار بجاتے ہیں۔[۱]

فکر و عمل کے اعتبار سے آپ اپنے زمانے کے ایک مثالی مسلمان ہیں۔ آدابِ سحر گاہی سے آگاہ ہیں۔ قرآنِ حکیم پڑھتے ہیں تو صفحات اشکوں سے تر بتر ہو جاتے ہیں۔[۲] ناموسِ مصطفی ﷺ کی بات ہو تو بڑے بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔[۳] (غازی علم الدین شہید کے معاملے میں گورنر پنجاب کو ترکی بہ ترکی جواب دینا) خود دار ایسے ہیں کہ مر جانا پسند کرتے ہیں لیکن ہندو مہاراجا الور کے علاج کے لیے دی گئی رقم قبول نہیں کرتے۔[۴]

دور اندیش ایسے ہیں کہ آنے والے سو سال کے حالات کی خبر دے جاتے ہیں۔ (اقبال نے کہا تھا کہ: 'میرا کلام آنے والے سو سال تک رہ نمائی کرے گا۔')[۵] سالار ایسے ہیں کہ نہرو جیسا لیڈر ہندستان کے مسائل کا حل ان کی مٹھی میں بتاتا ہے۔ سپاہی ایسے ہیں کہ بڑے سے بڑا عہدہ قبول کرنے کی بجائے قائد اعظم کا ادنیٰ سپاہی بننے کو ترجیح دیتے ہیں۔[۶] مفکر ایسے ہیں کہ ان کے افکار، تعصب کی آلودگی سے پاک ہیں۔ (ہر ایک کردار کے مثبت پہلوؤں کی تعریف کرتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ مشرق و مغرب کا ہر ذی شعور فرد آپ کا گرویدہ ہے۔ میں سوچتا ہوں تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہوں:

ؔ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

علامہ اقبال کی ابتدائی تربیت خالصتاً اسلامی ماحول میں ہوئی۔ برصغیر کے مخصوص سیاسی، معاشی اور معاشرتی ماحول نے آپ کو بے حد متاثر کیا۔ آپ نے اپنی ابتدائی تخلیقی

عمارت زیادہ تر مقامی خیالات پر کھڑی کی۔ یورپ جا کر آپ کو مغربی معاشرت کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا تو آپ نے اپنی دھرتی، بر صغیر کے بارے میں جو تھیوری پڑھی تھی اس کا پریکٹیکل یورپ کی فضاؤں میں مکمل کیا۔ یہاں آپ پر نئے حقائق منکشف ہوئے۔ آپ میں وسعت نظر پیدا ہوئی۔ اس کے بعد آپ بین الاقوامی تناظر میں مسائل کو سمجھنے، جانچنے اور ان کا حل پیش کرنے لگے۔ یوں قیامِ یورپ نے اقبالؔ کے اقبال کو لافانی شہرت کی بلندیوں تک پہنچادیا۔

علامہ اقبال کا فرمان ہے:

'—جب انسان کو زندگی گزارنے کا فن آتا ہے تو موت آجاتی ہے۔'(۷)

اس دور (۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۸ء) میں علامہ اقبال نے اپنے کلام کو زیادہ بہتر انداز میں محفوظ رکھنے کا اہتمام بھی کیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ انھیں اس دور میں اپنے کلام کی اہمیت وافادیت کا مکمل ادراک ہو چکا تھا۔ آپ اپنے کلام کو امتِ مسلمہ کی امانت سمجھنے لگے تھے۔

اس دور کی پہلی اردو شعری تصنیف 'بالِ جبریل' ہے۔ اس کتاب کا ایک شعر ہے:

اسی اقبال کی میں جستجو کرتا رہا برسوں
بڑی مدت کے بعد آخر وہ شاہیں زیر دام آیا(۸)

اس شعر میں علامہ اقبال خود دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے آپ کو کاملاً دریافت کر لیا ہے۔ یعنی انھوں نے اپنے افکار کے بارے میں حتمی رائے قائم کر لی ہے۔ اس دور میں ایک کے بعد دوسرا مجموعہ کلام منصہ شہود پر آنے لگا۔ آپ کے اس طرزِ عمل سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ انھیں احساس ہو گیا تھا کہ اب ان کے پاس کچھ کرنے کے لیے بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں ہم حق بجانب نظر آتے ہیں کہ فکری اعتبار سے یہ دور بڑا زرخیز، معنی خیز اور اہم ہے۔

علامہ اقبال نے اپنی حیات میں شاعری کے گیارہ (۱۱) مجموعے تخلیق کیے ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱- اسرارِ خودی (فارسی) ۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء
۲- رموزِ بے خودی (فارسی) ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۸ء

۳- پیام مشرق (فارسی) ۹ مئی ۱۹۲۳ء

۴- بانگ درا (اردو) ۳ستمبر ۱۹۲۴ء

۵- زبور عجم (فارسی) جون ۱۹۲۷ء

۶- جاوید نامہ (فارسی) فروری ۱۹۳۲ء

۷- مثنوی۔ مسافر (فارسی) ۱۹۳۶ء

۸- بال جبریل (اردو) جنوری ۱۹۳۵ء

۹- ضرب کلیم (اردو) جولائی ۱۹۳۶ء

۱۰- مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء

۱۱- ارمغان حجاز (اردو/ فارسی) نومبر ۱۹۳۸ء بعد از وفات [۹]

اس جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں فارسی کی سات (۷) اور اردو کی چار (۴) کتب شامل ہیں۔ ان چار کتب میں سے تین (۳) بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز کا تعلق آخری دور سے ہے۔

علامہ اقبال جیسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں اور ان کے افکار مدتوں انسانیت کی رہ نمائی کرتے ہیں ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں [۱۰]

کلامِ اقبال کا بیشتر حصہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے۔ اس لیے اس کلام کو دور حاضر میں اجتہاد فی الدین کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ کلام اقبال میں ایک مثالی انسان کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ اس خدا رسیدہ بندہ کو اقبال ”مردِ مومن“ کہتا ہے۔ یہ مثالی انسان حق تعالیٰ کا اطاعت شعار بندہ ہوتا ہے جو خودی کی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ یہ بندۂ خدا بیک وقت‘ خادمِ قوم اور راہ نمائے قوم کا کردار سرانجام دیتا ہے۔ علامہ نے ایسے مسلمان کی تعریف کچھ اس طرح سے کی ہے ؎

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان [۱۱]

علامہ اقبال کے کلام میں توازن کا پہلو نمایاں ہے۔ آپ مشرقی و مغربی علوم اور ہر دو معاشرتوں سے یکساں آگاہ ہیں۔ آپ کے کلام میں مشرق و مغرب دونوں کے مثبت پہلوؤں کی تعریف اور منفی پہلوؤں کی بلا تخصیص نشان دہی کی گئی ہے۔ گویا شاعرِ مشرق بلا تفریق رنگ و نسل، مذہب و ملت ہر ایک کو بھلائی کا درس دیتے ہیں۔ آپ کے کلام کو مشرق و مغرب کے مفکرین کے ہاں یکساں قدر و منزلت سے دیکھا جاتا ہے کیوں کہ یہ کلام ایک عالم گیر معاشرہ کی داغ بیل ڈالتا ہے۔

کلامِ اقبال میں جدید عالمی معاشرہ کے قیام و بقا کے اصول وضع کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے کلام میں مسلمانانِ عالم کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کا درس بھی دیا گیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا(۱۲)

کلامِ اقبال کی رہ نمائی سے ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور ترویج و ترقی ممکن ہے۔ مذہبِ اسلام کے تمام مکاتبِ فکر کے علما و مشائخ آپ کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ ایرانیوں کے نزدیک جدید اسلامی انقلاب شاعر مشرق کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔

اقبال کے کلام میں معاشرے کے انفرادی، قومی، بین الاقوامی، معاشرتی اور معاشی مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، جوانوں، مزدوروں، ہنر مندوں، کسانوں، طالب علموں اور حکمرانوں کو ان کے حقوق و فرائض سے آگاہ کیا گیا ہے۔ علامہ اقبال غریبوں کے نمائندہ شاعر ہیں۔ آپ کے کلام میں معاشرے کے پسے ہوئے عوام کے لیے آواز بلند کی گئی ہے۔۔ آپ کا کلام ظالموں کے لیے شمشیرِ برہنہ اور مظلوموں کے لیے ڈھال ثابت ہوا ہے۔

آپ اپنی نظم ”فرمانِ خدا“ میں لکھتے ہیں:

اٹھو! مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو کاخِ اُمرا کے در و دیوار ہلا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو(۱۳)

مملکتِ خداد ادِ پاکستان کی عمارت نظریاتی بنیادوں پر استوار ہے۔ اس مملکت نے کلامِ اقبال کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ اس کی بقا، مضبوطی اور استحکام کا انحصار بھی اسی کلام کے تحفظ پر ہے۔

اقبال جیسے بڑے انسان کی شخصیت اور شاعری کا مطالعہ کئی زاویوں اور کئی پہلوؤں سے کیا جائے تو تب ہی اقبال فہمی کا حق ادا ہو سکے گا۔ امجد علی شاکر متروک کلام کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> علامہ اقبال جیسے بڑے انسان کی کمزوریاں بھی عام انسان کی بلندیوں ے بلند تر ہیں۔ ان کا حرف غلط بھی حرف صحیح کا مزہ دے جاتا ہے۔ اس لیے ان کے متروک کلام کو کسی طور نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ (۱۴)

علامہ اقبال کا خوبصورت کلام مقفل بیاضوں میں محفوظ تھا۔ اس سے اقبال کے قارئین کی نظریں منور نہ ہو پا رہی تھیں۔ قیاس ہے کہ یہ کلام اگر عوام الناس کی نظروں سے گزر چکا ہوتا تو آج زباں زدِ عام ہوتا۔

مثال کے طور پر نظم 'عورت' کے یہ تین مصرعے درج ذیل ہیں:

۱- وجودِ زن ہے آشیان زندگی میں چراغ
۲- وجودِ زن سے ہے دلِ کائنات میں بہار
۳- چراغ ہے خرمنِ کائنات کا، عورت (۱۵)

علامہ اقبال کے متروک کلام کا جائزہ لینے سے اس کلام کی جو خصوصیات سامنے آتی ہیں ان میں چند نمایاں خصوصیات حسبِ ذیل ہیں۔

۱- بے لاگ تبصرے
۲- متفرق پہلوؤں کی وضاحت
۳- کلام کی بہتر تفہیم
۴- براہ راست تنقید
۵- معیاری مصرعے
۶- غیر روایتی کلام

۱۔ متروک کلام میں کھل کر، برملا اور بے لاگ تبصرے کیے گئے ہیں۔ جن کی دو مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثال ۱۔ نظم ''شام و فلسطین''

ع: مقصود یہودی کی حمایت سے ہے کچھ اور [۱۶]

مثال ۲۔ نظم ''سیاستِ افرنگ''

خدائے کون و مکاں! تجھ سے بڑھ گیا انگریز
کہ اس کی 'کُن' سے ہیں پیدا فقط امیر و نسیم [۱۷]

۲۔ متداول کلام سے کسی مسئلہ کے بارے میں ایک پہلو سامنے آتا ہے تو متروکہ کلام سے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔

مثال کے طور پر نظم ''مدنیتِ اسلام'' میں اقبال کی تخلیقی کاوش کے تین نقوش درج ذیل ہیں:

(۱) عناصر اس کے ہیں ہندی عقل کا ذوق جمال
(۲) عناصر اس کے ہیں تا تاریوں کا ذوق جمال
(۳) عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوق جمال (۱۸) (م ت)

۳۔ متروک کلام سے متداول اشعار کی بہتر تفہیم میں مدد بھی ملتی ہے۔ مثال کے طور پر نظم ''آزادی نسواں'' کی تخلیقی کاوش کے چند نقوش کچھ اس طرح سے ہیں۔

۱۔ تکرار کا ہو خوف تو میں کچھ نہیں کہتا
۲۔ تکرار ہو تو مناسب ہے خاموشی
۳۔ اس بحث کا فیصلہ میں کر نہیں سکتا
۴۔ اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
۵۔ گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند (۱۹) (م ت)

درج بالا مصرعوں میں۔ 'تکرار' اور 'بحث' کے الفاظ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عوام الناس آئینِ نو کو آسانی کے ساتھ قبول نہیں کرتے۔ معاملہ فہمی کی طرف نہیں آتے یعنی جوش میں ہوش سے کام نہیں لیتے۔ ورنہ جہاں

تک اقبال کی فہم کا تعلق ہے آپ ''آزادیِ نسواں'' کے موضوع سے متعلق ''زہر و قند'' یعنی خوب و ناخوب یا درست اور غلط کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

۴۔ علامہ اقبال کے متروک کلام میں ہمیں براہ راست تنقید پر مبنی کلام کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ جس سے کسی مکتبِ فکر کے بارے میں ان کے دلی جذبات کا برملا اظہار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ان سے موضوعِ متعلقہ سے متعلق شاعر کی جذباتی حدت (تپش) کا پیمانہ بھی ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ جس کی دو مثالیں حسبِ ذیل ہیں۔

مثال ۱: نظم: ہنروارانِ ہند

ان کے مندر میں فقط موت کی تصویریں ہیں
فکر ان برہمنوں کا ہے پرانا بیمار[۲۰]

مثال ۲: نظم: مدرَسہ ع تیرے استاد کہ ہیں قلب و نظر سے محروم[۲۱]

۵۔ عمومی زندگی میں کسی چیز کو اس لیے ترک کر دیا جاتا ہے کہ وہ بے کار یا غیر معیاری ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کے متروک کلام کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس کلام کے ذخیرے میں بھی گوہرِ نایاب موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اقبال کے اس متروک کلام کے چند مصرعے حسبِ ذیل ہیں۔

مصرعے	نظم
۱- عِلم گمان ویقیں، عشق سراپا یقیں[۲۲]	عِلم و عشق
۲- اک ولولہ ہے مری نواؤں سے دلوں میں[۲۳]	شکر و شکایت
۳- مگر نہاں انھیں سرمستیوں میں موت بھی ہے[۲۴]	محراب گل کے افکار-۱۹
۴- پردیس میں ہے خوار و زبوں مردِ ہنر مند[۲۵]	غزل نمبر ۱۶ (حصہ اول)
۵- اندھیری شب ہے، جدا اپنے کارواں سے ہے تو[۲۶]	غزل نمبر ۴۲ (حصہ دوم)

۶- علامہ اقبال کے متروک کلام میں ایسا کلام بھی شامل ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہے اور ہمارے شاعر کی روایتی شاعری سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔ مثال کے طور پر نظم 'تصویر و مصور' کا ایک شعر کچھ اس طرح سے ہے

کہا کوزے نے اک دن کوزہ گر سے
وجود کوزہ ہے تیرے ہنر سے[۲۷]

علامہ اقبال کے کلام کی زمانی ترتیب سے شاعر کے ذہنی ارتقا کی سرگزشت ہمارے سامنے آتی ہے۔ یہ وہ سرگزشت ہے جس سے شاعر کو بھی خاص دلچسپی رہی میاں محمد شفیع (م ش) اپنے مضمون—(اسلام کے عالمی اور آفاقی پیغام کے علم بردار) کے عنوان سے اقبال کا درج ذیل بیان نقل کرتے ہیں۔

جو شخص مجھ پر ریسرچ کرنے کی خواہش رکھتا ہو اسے اس کی بجاے کہ میں کب اور کہاں پیدا ہوا، کیا کیا کرتا تھا؟ میرے افکار میں تغیر و تبدل کے کوائف پر غور کرنا چاہئے۔[۲۸]

علامہ اقبال کے متداول اور غیر متداول کلام کو زمانی ترتیب سے مرتب کرنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلے اس کام کی طرف معروف محقق و مدون ڈاکٹر گیان چند جین متوجہ ہوئے۔ وہ اپنی کتاب ابتدائی کلامِ اقبال کے حرف اول میں لکھتے ہیں:

میں مفکر اقبال کو اردو کا سب سے بڑا شاعر مانتا ہوں..... میں نے کلام اقبال کو دیکھ کر محسوس کیا کہ اس میں متداول اور منسوخ دونوں قسم کی تخلیقات یک جا کر کے تاریخی ترتیب سے دی جائیں نیز اختلافِ نسخ پیش کیے جائیں۔[۲۹]

ڈاکٹر گیان چند جین 'اقبال کے اردو کلام کی تدوین نو کا یہ کام ۱۹۰۸ء تک مکمل کر سکے۔ ۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۴ء تک کے کلام کی تدوین نو کے کام کا آغاز قیوم حسین بخاری نے پشاور یونیورسٹی سے کیا لیکن بوجوہ وہ اپنے کام کو مکمل نہ کر سکے۔

علامہ اقبال اپنی حیات کے آخری دنوں میں تیزی سے کام کر رہے تھے۔ بالِ جبریل اور ضربِ کلیم کی اشاعت کے درمیان ڈیڑھ سال کا وقفہ ہے۔ اس دوران کوئی دوسری تخلیق حائل نہیں۔ اس زمانے میں آپ اپنے ان افکار و خیالات کو اردو کے سانچے میں ڈھال رہے تھے جنھیں قبل ازیں آپ فارسی ادب میں پیش کر چکے تھے۔

علامہ اقبال اپنی حیات کے آخری دنوں میں تیزی سے کام کر رہے تھے۔ بالِ جبریل اور ضربِ کلیم کی اشاعت کے درمیان ڈیڑھ سال کا وقفہ ہے۔ اس دوران کوئی دوسری تخلیق

حائل نہیں۔ اس زمانے میں آپ اپنے ان افکار وخیالات کو اردو کے سانچے میں ڈھال رہے تھے جنھیں قبل ازیں آپ فارسی ادب میں پیش کر چکے تھے۔

اس دور (۱۹۲۵تا۱۹۳۸ء) کے کلام کے جائزے سے درج ذیل اوصاف سامنے آتے ہیں۔

۱- پختہ عمر کا کلام

۲- متفرق موضوعات

۳- اختصار وجامعیت

۴- جملہ تخلیقات نظم ونثر کا خلاصہ

۱- ضرب کلیم کی اشاعت کے بعد ۲۳ اگست ۱۹۳۶ء کو روزنامہ ''انقلاب'' اپنے اداریہ میں لکھتا ہے:

> معلوم ہوتا ہے کہ کہن سالی، تجربہ کاری اور پختگی فکر وخیال کے باعث بے کار شاعرانہ بلند پروازی کی جگہ حقائق نوازی نے لے لی ہے۔

خود علامہ اقبال فرماتے ہیں:

> جو پیغام میں دنیا کو دینا چاہتا ہوں، وہ اب میرے لیے بالکل واضح ہو گیا ہے۔[۳۱]

۲-اس دور (۱۹۲۵ء تا۱۹۳۸ء) کے اردو کلام میں نوع بہ نوع موضوعات شامل ہیں۔ اس کا اندازہ فہرست عنوانات اور تخلیق شدہ نظموں کی تعداد سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

۳- اس دور کے کلام کی سب سے بڑی خوبی جامعیت واختصار ہے۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱- فنی مہارت

۲- فکری پختگی

۳- احساسِ فرض

۴- چراغِ زندگی کے جلد گُل ہونے کا یقین

۴- علامہ اقبال نے اپنے ابتدائی دور میں فارسی تخلیقات پر توجہ مرکوز رکھی آخری ایام میں آپ اردو تخلیقات کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس دور کی اردو تخلیقات میں ان کی جملہ فارسی تخلیقاتِ نظم کا خلاصہ موجود ہے۔

علامہ اقبال کے قلمی مسودات کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے کلام کو پانچ مراحل سے گزارنے کے بعد قابلِ اشاعت قرار دیتے تھے۔ یہ پانچ مراحل نزولِ کلام، تصحیحِ کلام، تنسیخِ کلام، ترتیبِ کلام اور انتخابِ کلام ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱- علامہ اقبال پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی اور اپنا کلام اپنی مخصوص ڈائریوں میں قلم بند کر لیتے تھے۔
۲- بعد ازاں آپ ابتدائی نقوش پر مشتمل کلام کا جائزہ لیتے اور قابلِ تصحیح کلام کی تصحیح کرتے۔
۳- آپ اپنے کلام کا تنقیدی جائزہ لیتے اور بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر اپنے کلام پر خطِ تنسیخ کھینچ دیتے۔
۴- آپ اپنے کلام پر نظر ثانی کرتے وقت بعض اشعار کی ترتیب میں بھی تبدیلی کر دیتے تھے تاکہ مدعائے کلام زیادہ مؤثر انداز میں قارئین تک پہنچ سکے۔
۵- مذکورہ بالا چار مراحل طے کرنے کے بعد آپ اپنے بقیہ کلام کو اشاعت کے لیے منتخب کر لیتے۔

مذکورہ بالا مراحل کے خطی نقوش کتاب کے ضمیمہ میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

علامہ اقبال کی بیاضوں کا تنقیدی جائزہ لینے سے ان میں شامل کلام کو بلحاظ نوعیت ذیل کے دس عنوانات کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- اردو کلام
۲- فارسی کلام
۳- تصحیح شدہ کلام
۴- بلا تصحیح کلام
۵- متداول کلام
۶- متروکہ عنوانات
۷- متروکہ نظمیں / رباعیات
۸- متروکہ اشعار
۹- متروکہ مصرعے / الفاظ
۱۰- ترتیب کی تبدیلی

بیاض کے بعد علامہ اقبال اپنے کلام کو مسودہ میں تحریر کرتے ہیں۔ آپ اس مرحلہ پر بھی اپنے کلام کی نوک پلک سنوارتے ہیں۔ مسودات میں شامل کلام کو بلحاظ نوعیت ذیل کے آٹھ (۸) عنوانات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- متروکہ اشعار
۲- متروکہ مصرعے / الفاظ
۳- متروکہ عنوانات
۴- ترتیب کی تبدیلی
۵- بلاعلامت الفاظ
۶- بلاترمیم کلام

۷-ترمیم شدہ کلام ۸- متداول کلام

کلامِ اقبال کے مجموعی جائزے سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ کلام اقبال کو بلحاظِ اقسام درج ذیل چار (۴) حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱-متداول کلام ۲-غیر متداول کلام

۳-بلا تصحیح کلام ۴- تصحیح شدہ کلام

کسی تحریر کے مفہوم یا مدعاے مصنف کو سمجھنے کے لیے اِملا کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ زبان کی اصطلاح میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے نزدیک املا سے مراد:

> کسی لفظ کو مقررہ ضابطوں کے ساتھ اس طرح لکھنا ہے کہ بولنے اور پڑھنے میں اسے صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کیا جاسکے۔[۳۲]

علامہ اقبال کا مخصوص طرز املا ہے ہمیں ان کی تحریروں سے دو طرح کے املائی نمونے ملتے ہیں۔ جنھیں ہم ۱۔ابتدائی یا بیاضی املا ۲۔ثانوی یا مسوداتی املا کا نام دے سکتے ہیں۔

۱- ابتدائی یا بیاضی املا:

یہ وہ املا ہے جو علامہ اقبال نے ابتدائی طور پر اپنا کلام بیاض میں درج کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ فوری یا وقتی ضرورت کے تقاضوں کے تحت جلد بازی میں لکھا جانے والا املا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد املا ہے۔ اسے اقبال کا شارٹ ہینڈ (Short Hand) یا مختصر نویسی کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

۲- ثانوی یا مسوداتی املا:

ثانوی املا کا نمونہ ہمیں مسودہ میں ملتا ہے۔ یہ املا علامہ اقبال نے خاص دلچسپی، توجہ اور انہماک سے کاتب کے لیے تحریر کیا ہے۔ اس کے الفاظ زیادہ صاف، واضح اور نکھرے ہوئے ہیں۔ تاہم اس انداز املا میں بھی غیر شعوری طور پر ابتدائی املا کے نمونے ملتے ہیں۔ یہ گویا ابتدائی املا اور روایتی املا کا امتزاج ہے۔

اقبالؔ کی اپنے کلام پر اصلاح عام طور پر ان کے شعر کو معیاری بنا دیتی ہے۔ اس سے ان کے تنقیدی شعور کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اصلاح کا یہ عمل ۔'بانگِ درا سے ارمغان حجاز 'تک اسی شدومد کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ اپنے کلام کو زیادہ سے زیادہ موئثر بنانے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

اصلاحِ کلام کے لیے علامہ اقبال کی کاوشوں کو ہم دو(۲) حصوں اصلاحِ عنوانات اور اصلاحِ کلام میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

علامہ اقبال کی نظموں پر قائم کیے ہوئے عنوانات بہت جامع ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ

ع یہ ذرہ نہیں،شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

متروکہ عنوانات کے مجموعی جائزہ سے انتخابِ عنوان کی ترجیحاتی سرگزشت ہمارے سامنے آتی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے شاعر نے معیاری عنوان تخلیق کرنے کے لیے کن نکات کو مد نظر رکھا ہے۔ تبدیلی عنوانات کی چند اہم وجوہات درج ذیل ہیں۔

متداول عنوان	متروکہ عنوان	وجہ تبدیلی
۱- مہدی	مہدی موعود	جامع عنوان تخلیق کرنے کے لیے
۲- احکام الٰہی	احکام الٰہی اور تقدیر	تجسس پیدا کرنے کے لیے
۳- ہندی مکتب	۱۔ مکتب ۲۔ آزاد ومحکوم ۳۔ تعلیم	موزوں عنوان تخلیق کرنے کے لیے
۴- الارض للہ	ملکیت زمین	وسعتِ معانی کے لیے

کلام اقبال کے مآخذ کے تجزیے سے اصلاح کلام کے لیے ترکِ متن کی جن وجوہات کی نشان دہی ہوتی ہے وہ کچھ اس طرح سے ہیں:

۱- بہتر مصرع ذہن میں آ گیا۔
۲- کوئی خیال مکمل نہ ہو سکا۔
۳- اضافی مصرع تخلیق ہو گیا۔
۴- ایک موضوع سے ایک سے زائد مصرعوں کا تخلیق ہونا۔
۵- براہ راست تنقید سے بچنے کے لیے۔

۶- مدعا کو موثر انداز میں پیش کرنے کے لیے۔
۷- فنی سقم کی بنیاد پر
(i) بے محل الفاظ (ii) حشو (iii) تکرار لفظی وغیرہ۔
۸- موضوع سے مطابقت نہ ہونے کی بنا پر۔
۹- اختلافی موضوعات سے بچنے کے لیے۔
۱۰- مدعائے شاعر پر پورا نہ اترنے کی بنا پر۔

متن کی تصحیح کا کام اس لیے قابل قدر ہے کہ ہم اپنا تاریخی ورثہ من و عن اپنی اگلی نسلوں کو منتقل کر سکتے ہیں۔ متن میں اغلاط کا در آنا کلام کی تعبیر و تشریح کو غلط رخ پر ڈال سکتا ہے۔ وہ پیغام قارئین تک نہیں پہنچ پاتا جو خالقِ کلام کا مدعا ہوتا ہے۔ بعض اوقات غلط متن سے پیدا ہونے والی غلط فہمی نظریاتی اور فکری انتشار کا باعث بھی بن جاتی ہے۔

متن کو محفوظ کرنا کتنا اہم ہے اس کا اندازہ اس بات سے بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے تحفظ متن کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ مسلمان محدثین نے احادیث مبارکہ کے متن کو محفوظ کرنے کے لیے ان کے راویوں تک کے سوانح حیات کو محفوظ کر لیا۔ یہ کام انھوں نے اس بے مثل انداز میں کیا کہ اس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک ہم پاکستانیوں کے لیے اس پر فتن دور میں قرآن و احادیث کے بعد قابل قدر کلام، اقبالؔ کا کلام ہے۔ خود علامہ اقبال کو بھی اپنے کلام کے متن کے تحفظ کا احساس تھا۔ انھوں نے اپنے بہت سے اہم کاغذات جن میں اقبال کے نام قائداعظم کے خطوط بھی شامل تھے، جلوا دیے تھے۔ آپ نے جن کاغذات کو محفوظ رکھا ان میں اکبر آلہ آبادی کے خطوط، کلام اقبال پر مشتمل بیاضیں اور مسودات شامل ہیں۔

تدوینِ متن کے لیے زیرِ نظر مقالے میں جو طریق کار اپنایا گیا اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱- اعراب کا تعین
۲- رموزِ اوقاف کا استعمال

۳- علامات اسماے معرفہ
۴- تصحیح اغلاط
۵- مخففات اور علامات کا استعمال

۱-اعراب کا تعین: تفہیم عبارت کے لیے اعراب کی اہمیت مسلمہ ہے۔ اعراب کے تعین کے لیے ہم نے جو طریقِ کار اختیار کیا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱- غیر ضروری اعراب ختم کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً پھُول سے پھول
۲- املا میں یکسانیت کے حامل الفاظ (صنعتِ تجنیس) پر اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مثلاً عِلْم اور عَلَم
۳- اردو ادب میں غیر مانوس الفاظ پر اعراب کو یقینی بنایا گیا ہے۔ مثلاً مُغَنّی، زُنّاری
۴- عربی جملوں اور تراکیب پر اعراب لگائے گئے ہیں۔ مثلاً لَا غَالِبَ اِلَّا ھُوْ، عَلَّمَ الْاَسْمَاء۔

۲-رموزِ اوقاف کا استعمال: عبارت کی بہتر تفہیم کے لیے رموزِ اوقاف کی اہمیت مسلّمہ ہے۔ رموز کی اس اہمیت کے پیش نظر کتاب میں رموز اوقاف کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ واضح کرنے کے لیے کہ اگر متن میں رموز کا اہتمام نہ کیا جاتا تو تفہیمِ عبارت میں کیا ممکنہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی؟ جس کو واضح کرنے کے لیے ذیل میں دو امثال نقل کی جاتی ہیں۔

۱- مرغِ چمن! ہے یہی تیری نوا کا صلہ! (۳۳) (ایک عام قاری ”مرغِ چمن ہے یہی، تیری نوا کا صلہ“ پڑھ سکتا ہے)
۲- سب مسافر ہیں، بظاہر نظر آتے ہیں مقیم (۳۴) (اس کو قاری ”سب مسافر ہیں بظاہر، نظر آتے ہیں مقیم“ پڑھ سکتا ہے)

۳-علامات اسماے معرفہ: متن کلامِ اقبال اسماے معرفہ کی علامات کے ذیل میں انتشار کا شکار تھا۔ شعرا اور مشاہیر کو خط کی علامت سے ظاہر کیا گیا تھا۔ شعرا پر تخلص کی علامت نہیں ڈالی گئی تھی۔ اکادمی نسخہ میں ان علامات کو ختم کر دیا گیا۔ متداول کلام کی شیخ غلام علی اینڈ سنز کی طبع شدہ کتب میں اسماے معرفہ کو جلی حروف میں لکھا گیا جس سے تحریر کا حسن متاثر ہوتا تھا۔ زیرِ نظر تصنیف میں علامات کا از سرِ نو تعین کرتے ہوئے شعرا کے ساتھ تخلص کی علامت کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ اس طریق کو اپنانے سے شعرا اور اسماے معرفہ کی تخصیص ممکن ہو گئی ہے۔

۴- **تصحیح اغلاط:** اقبال اکادمی، لاہور (پاکستان) افکار اقبال کی ترویج و ترقی پر کام کرنے والا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ اس ادارہ کی طرف سے شائع کردہ کلیاتِ کلامِ اقبال (اردو) کے نسخے مطبوعہ ۱۹۹۴ کے صفحہ نمبر ۲ پر **"اغلاط سے پاک نسخہ"** کے الفاظ درج ہیں۔

تصنیف ہٰذا کی تکمیل کے دوران متن کا بنظر غائر جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ اس میں بھی چند اغلاط موجود ہیں جنھیں تدوین نو میں دور کر دیا گیا ہے۔ ان اغلاط کی فہرست باب چہارم کے صفحہ پر درج ہے۔

۵- **مخففات اور علامات کا استعمال:** مقالہ ہٰذا میں وضاحتِ متن کے لیے جن مخففات اور علامات کا استعمال کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

۱- مخففات:

نمبر شمار	مخفف	مفہوم
۱	م	متروکہ کلام
۲	م ع	متروکہ عنوان
۳	م ت	متداول کلام
۴	ع	متروکہ مصرع
۵	م ا	مصرع اول
۶	م ث	مصرع ثانی

۲- علامات:

اشعار کی تخلیق، ترتیب اور کانٹ چھانٹ (ترمیم و تنسیخ) کے مراحل کو واضح کرنے کے لیے جن علامات کا استعمال کیا گیا ہے وہ کچھ اس طرح سے ہیں۔

نمبر شمار	**علامات**	**مفہوم**
۱	○	شاعر نے شعر کو بیاض میں درج اور مسودہ میں ترک کیا ہے۔
۲	□	کلیاتِ باقیاتِ اقبال میں شائع ہونے والے اشعار۔
۳	+	شعر جس کا شاعر نے مسودہ میں اضافہ کیا۔
۴	△	شعر جو مسودہ میں موجود نہیں قیاس ہے کہ پروف دیکھتے وقت شاعر

نے اس کا اضافہ کیا۔

۵ × مصرع جن کا محل شاعر نے متداول کلام میں تبدیل کر دیا۔

۶ ☆ متفرق وضاحتوں کے لیے نجم کی علامت استعمال کی گئی ہے۔

۷ * گوشوارہ میں وضاحتی مواد کے لیے نجم صغیر کی علامت استعمال کی گئی۔

وضاحت متن کے لیے ہر نظم پارے کے آخر میں حواشی و تعلیقات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

۱- گوشوارہ
۲- تخلیقی پس منظر
۳- مختصر سوانحی خاکے
۴- مدعاے تخلیق
۵- وضاحتی جملے
۶- تخلیقی محرک
۷- اصلاحات
۸- تضمینات کے مآخذ کی نشان دہی
۹- اقبال کی وضاحتی تحریروں کا تقابلی جائزہ
۱۰- تشریحاتی مواد کی نشاندہی
۱۱- اعداد اور علامات کا استعمال

نظم پاروں کے آخر میں حواشی و تعلیقات کے تحت ایک گوشوارہ بنایا گیا ہے۔ اس گوشوارہ میں ہر ایک نظم کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر نظم 'حیاتِ ابدی' کا گوشوارہ حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	صفحہ نمبر	۱۱	۲۴	۴۳ / ۵۴۳	
۲	نظم نمبر	۹۹	×	۲۲	اسلام اور مسلمان
۳	تعداد اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	×	
۴	تعداد متروکہ اشعار	×	×	×	

درج بالا گوشوارے پر نظر ڈالنے سے قاری کو درج ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں:

۱- نمبر شمار (ایک) کے تحت یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ نظم بیاض کے صفحہ ۱۱ مسودہ کے صفحہ ۲۴ اور کلیات اقبال (نسخہ اکادمی) کے صفحہ ۵۴۳ پر موجود ہے۔

۲- نمبر شمار (دو) کے تحت یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بیاض میں اس کو نظم نمبر ۹۹ درج کیا گیا ہے۔ مسودہ میں اس کا نمبر شمار نہیں دیا گیا۔ کلیات اکادمی میں اس نظم کو بائیسویں (۲۲) نمبر پر درج کیا گیا ہے۔

۳- نمبر شمار (تین) کے تحت اصلاح شدہ اشعار کی تعداد درج کی گئی ہے جو کہ ایک ہے گویا اس نظم میں شاعر نے صرف ایک شعر میں اصلاح کی ہے جب کہ مسودہ میں کوئی اصلاح نہیں کی گئی۔

۴- نمبر شمار (چار) کے تحت متروکہ اشعار کی تعداد واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا نظم کے گوشوارے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے اس نظم کے کسی شعر کو ترک نہیں کیا۔

۵- کیفیت کے عنوان کے تحت یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس نظم کو کلیات اقبال (متداول کلام) میں ''اسلام اور مسلمان'' کے عنوان کے تحت شامل کتاب کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس نظم کے نفس مضمون کا تعلق ''اسلام اور مسلمانوں'' سے ہے۔

اقبالیاتی ادب کا ممکنہ حد تک تفصیلی جائزہ لینے کے بعد جن نظموں کا تخلیقی پس منظر دستیاب ہوا اس کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ شواہد تفہیمِ نظم کے لیے بے حد معاون ہیں۔ مثال کے طور پر ضربِ کلیم کی نظم 'امرائے عرب سے' کا تخلیقی پس منظر کچھ اس طرح ہے:

شیش محل میں اقبال بہت اداس تھے امرائے عرب کے آپس میں جھگڑوں پر بحث ہو رہی تھی۔ اقبالؔ نے بے حد افسوس کے ساتھ فرمایا کہ امرائے عرب غیروں کے اشاروں پر آپس میں لڑ کر خود کو کمزور کر رہے ہیں اور غیر اسلامی طرزِ عمل کا اظہار کر رہے ہیں پھر دیر تک خاموش رہے چہرے پر شدید غم کے تاثرات تھے کئی بار آہ کی، آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تھی پھر فی البدیہہ اشعار لکھے جو 'امرائے عرب' کے عنوان سے شائع ہوئے۔[۳۵]

(اقبال کی شاعری کا پس منظر: ڈاکٹر اخلاق اثر (مشمولہ) مجلہ افکار، ص ۴۴)

اس پس منظر سے شدت جذبات کا جو تاثر ملتا ہے وہ کلام کی قراءت سے نہیں ملتا۔ گویا اس طریق سے موضوع کی اہمیت اور اس کے بارے میں اقبال کے خدشات کو محسوس کرنے میں قاری خود کو شاعر کے قریب تر پاتا ہے۔

آج دنیاے عرب جس دور ابتلا سے گزر رہی ہے۔ مذکورہ بالا پسِ منظر سے شاعر کی وسعت ادراک کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی حیات میں ہی ہمارے دور میں پیش آنے والی مشکلات کو بھانپ لیا تھا۔

اقبالؔ کے کلام میں شخصیات کے عنوانات کے حوالے سے لکھے گئے کلام کے متن کی وضاحت مستند مآخذ کی مدد سے مختصر سوانحی خاکے تحریر کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر نظم 'محمد علی باب' کا سوانحی خاکہ کچھ اس طرح سے ہے:

محمد علی باب: ۱۸۴۴ء میں بمقام طہران (ایران) اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں مامور من اللہ ہوں تاکہ لوگوں کو مہدی موعود اور مسیح موعود کے قبول کرنے کے لیے تیار کروں جو میرے بعد ظاہر ہوں گے، اس لیے میں نے 'باب' کا لقب اختیار کیا ہے یعنی میں وہ دروازہ ہوں جس سے مسیح موعود دنیا میں داخل ہوگا۔ ایران کے مجتہدِ اعظم نے علما کی جماعت کے ساتھ اس سے اپنے دعویٰ کی سند طلب کی۔ اس نے اپنے دعویٰ کی تائید میں بعض آیات پڑھیں لیکن لفظ 'سمٰوٰت' کے اعراب غلط پڑھے۔ اس پر تاویل یہ کی کہ اس کی امامت کے طفیل آیاتِ قرآنی اعراب کی پابندی سے آزاد ہو گئی ہیں جس سے اس کی دروغ گوئی کا پردہ چاک ہو گیا۔ باب کو ۱۸۵۰ء میں شاہِ ایران کے حکم سے سزاے موت دے دی گئی۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج۔ ۴، ص ۷۸۴۔ ۷۹۱

ب- تلمیحاتِ اقبال: عابد علی عابد، ص ۱۵۲

زیر نظر تصنیف میں ہر نظم پارے کا تخلیقی محرک بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان محرکات سے اس دور کے سیاسی، سماجی، معاشی اور فکری مسائل کی نشان دہی ہوتی ہے جن سے متاثر ہو کر انھوں نے اپنا کلام تخلیق کیا۔ مثال کے طور پر نظم 'احکام الٰہی' کا تخلیقی محرک: ''مسلمانوں کے ہاں 'تقدیر' کا غلط مفہوم مروج ہو جانا'' ہے۔ اسی طرح متنِ اقبال کا جائزہ لے کر ہر نظم پارے کا مدعاے تخلیق واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر نظم 'احکامِ الٰہی' کا مدعاے تخلیق ہے: ''مسئلہ تقدیر کی وضاحت کرنا''۔ مدعاے

تخلیق کو مزید واضح کرنے کے لیے وضاحتی تحریروں یا جملوں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اسی مدعاے تخلیق کا وضاحتی جملہ ہے۔ 'مومن تقدیر کا پابند نہیں بلکہ احکامِ الٰہی کا پابند ہے۔'

حواشی میں متروک عنوانات کے ترک کیے جانے کی وضاحت کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر نظم 'احکام الٰہی' کا متروک عنوان "احکام الٰہی اور تقدیر" ہے۔ اس عنوان کو ترک کرنے کی وجہ عنوان میں تجسس کا پہلو پیدا کرنا ہے۔

مذکورہ بالا نظم کے متروک عنوان، تخلیقی محرک، مدعاے تخلیق اور وضاحتی جملہ کو ملا کر دیکھا جائے تو اس نظم کا عنوان: احکامِ الٰہی، متروک عنوان: احکام الٰہی اور تقدیر، تخلیقی محرک: مسلمانوں کے ہاں تقدیر کا غلط مفہوم مروج ہو جانا، مدعاے تخلیق: مسئلہ تقدیر کی وضاحت کرنا اور وضاحتی جملہ: مومن تقدیر کا پابند نہیں بلکہ احکام الٰہی کا پابند ہے۔

اس طریقِ کار کے اپنانے سے ہم نے پانچ حوالوں سے مدعاے شاعر قاری پر واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان پانچ حوالوں کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "علامہ اقبال نے محسوس کیا کہ مسلمانوں میں 'تقدیر' کا غلط مفہوم مروج ہو گیا ہے۔ اس فکری غلط فہمی نے انھیں بے عملی کے راستے پر ڈال دیا ہے چنانچہ آپ نے مسئلہ تقدیر کی وضاحت کرنا ضروری سمجھا اور مسلمانوں پر واضح کیا کہ 'مومن تقدیر کا پابند نہیں بلکہ احکام الٰہی کا پابند ہے'۔

اس سے اخذ ہوتا ہے کہ شاعر کی اس تعلیم سے مسلمانوں کے جذبۂ عمل کو جلا ملی جو بالآخر تخلیقِ پاکستان کا باعث بنی۔ اس طریقِ کار کے اپنانے سے امید ہے کہ ایک عام قاری جہاں قراءتِ نظم سے زبان و بیاں کی چاشنی سے لطف اندوز ہو گا وہاں تخلیقِ کلام کے مقاصد سے بھی بلاتردد آگاہ ہو گا۔

حواشی میں اصلاحِ کلام کے سلسلے میں علامہ اقبال کی ترجیحات کا تعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ قارئین پر ترکِ کلام کی امکانی وجوہات کو واضح کیا جا سکے۔ اس کی دو مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

مثال ۱: نظم: موت

(م) ۱۔اگر لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے[۱]
۲۔لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے[۳۶] (م ت)

مثال ۲: نظم: آزادی

(م) ۱۔چا ہے تو کرے کعبے میں ہندی صنم آباد[۲]
۲۔چا ہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد[۳۷](م ت)

تضمین کا لفظ 'ضمن' سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی ملانا، شامل کرنا یا قبول کرنا کے ہیں۔ شعری اصطلاح میں اس سے مراد 'اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے کسی شعر، مصرع یا مصرع کے کچھ حصہ کو بنیاد بنا کر اپنے کلام کا حصہ بنانا ہے۔' اقبالؔ کے کلام میں تضمین نگاری کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔ اقبالؔ کی یہ تضمینیں ماضی اور حال کے درمیان فکری وحدت کی ایک حیرت انگیز مثال ہیں۔ راقم الحروف نے یہاں اقبال کی تضمینات کے اصل مآخذ کی نشاندہی کی کوشش کی ہے۔ جس کی دو مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثال ۱:

i اقبال کا شعر:

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لیے[۳۸]

ii ماخذ شعرِ اقبالؔ، غلام مصطفی خان شیفتہؔ کا شعر:

فسانے اپنی مَحبّت کے سچ ہیں پر کچھ کچھ
بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیب داستاں کے لیے[۳۹]

مثال ۲:

i اقبال کا شعر:

خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے

---

[۱] لفظ 'اگر' کے حشو ہونے کے باعث نقش اول کو ترک کر دیا گیا۔

[۲] قبل ازیں کعبے کا تذکرہ متداول مصرع اول میں آچکا ہے۔ یہاں لفظ 'ہندی' کی جگہ 'فرنگی' لانا نفسِ مضمون کے عین مطابق ہے۔ نثر اِنو کا رول ماڈل فرنگی ہے ہندی نہیں۔

خرد بے زار دل سے، دل خرد سے![۴۰]

ii ماخذ شعرِ اقبالؔ، محمد دین ذوقؔ کا شعر:

محبّت ہے کہ سودا ہو گیا ہے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے[۴۱]

ان امثال سے معلوم ہوتا ہے کہ شیفتہؔ اور ذوقؔ کا موضوعِ سخن میدانِ محبّت ہے جب کہ علامہ اقبال محبّت کے ان چشموں سے آبِ حیات لے کر اپنے فکر و نظر کے گلشن کو سیراب کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اقبالؔ نے شیفتہؔ کے شعر کی تضمین میں 'محبّت' کی بجائے 'اندیشۂ عجم' کا تذکرہ کیا ہے۔ ذوقؔ کے کلام کی تضمین سے 'خرد' کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔

اقبالؔ نے اپنی بعض نظموں کے ساتھ وضاحتی نوٹ تحریر کئے ہیں۔ کتب اقبال میں درج ان تحریروں کا شاعر کی بیاضوں اور مسودات سے تقابل کیا گیا ہے۔ اس جائزے سے شاعر کی ان ترجیحات کو سمجھنے میں مدد ملی ہے جو متداول نوٹ سے ممکن نہ تھیں۔ مثال کے طور پر نظم ''قید خانے میں معتمد کی فریاد'' کے تقابلی جائزہ سے حسبِ ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

۱- بیاض کے وضاحتی نوٹ کا جملہ: معتمد ہسپانیہ کا شاعر، شاہ اشبیلیہ جس کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔

۲- مطبوعہ کلام کے وضاحتی نوٹ کا جملہ: معتمد، اشبیلیہ کا بادشاہ اور عربی کا شاعر تھا۔

مذکورہ بالا دونوں وضاحتی جملوں کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیاض میں معتمد کا تعارف بحیثیت شاعر پہلے کرایا گیا ہے اور بادشاہ ہونے کا تذکرہ بعد میں کیا گیا ہے۔ متداول نوٹ میں بادشاہ ہونے کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے۔ اس سے اخذ ہوتا ہے کہ ہمارے شاعر کے نزدیک معتمد کا بحیثیت شاعر مقام و مرتبہ بحیثیت بادشاہ سے بلند تر ہے۔

زیرِ نظر تصنیف میں وضاحتی اور تشریحاتی مواد فراہم کیا جانا ممکن نہ تھا۔ ان موضوعات کے لیے متجسس قارئین و محققین کے لیے تشریحاتی مواد کی نشان دہی کا اہتمام بھی کر دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر نظم 'موت' مومن کی موت کے بارے میں ہے۔ علامہ اقبال نے

اس نظم میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ: ”موت سے نفس کا تعلق وجود سے منقطع ہو جاتا ہے لیکن اس پر فنائے کلی طاری نہیں ہوتی۔“ یہ ایک وسیع موضوع ہے اس کا سیر حاصل مطالعہ کرنے کے لیے یہاں درج ذیل مستند کتب کی طرف رہ نمائی کر دی گئی ہے۔

۱- علامہ اقبال اور حیات بعد الموت: پروفیسر محمد منور، ص ۱۰۷ تا ۱۳۴

۲- موت و حیات؛ اقبال کے کلام میں: ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، س ن

اس کتاب میں حواشی و تعلیقات کے مختلف حصوں کی وضاحت کے لیے اعداد اور حروف ابجد کا اہتمام کیا گیا ہے۔

ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

نمبر شمار	علامات	عنوان
۱	رومن اعداد I, II, III	تعلیقات
۲	اردو اعداد ۱، ۲، ۳	حواشی
۳	حروف ابجد ا، ب، ج	حوالہ کتب

زیرِ نظر تصنیف میں جن بیاضوں سے استفادہ کیا گیا ہے انھیں ڈاکٹر صابر حسین کلوروی (۴۲) کے قائم کردہ نمبر شمار سے موسوم کیا گیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱-	بیاض پنجم	بالِ جبریل
۲-	بیاض ششم	ایضاً
۳-	بیاض ہفتم	ضرب کلیم
۴-	بیاض ہشتم	ارمغانِ حجاز

حواشی و تعلیقات

(۱) اقبال کا اسلوبِ زندگی: عبد المجید سالک: (مشمولہ) ذکرِ اقبال، ص ۲۲۷ تا ۲۴۳

(۲) علی بخش:- میاں محمد شفیع (م ش)؛ آفاق لاہور، ۲۸ نومبر ۱۹۴۸ء

(۳) پنڈت امرت دھارا؛ میاں محمد شفیع (م ش)؛ نوائے وقت، راولپنڈی، ۱۳ نومبر ۱۹۹۲ء

(۴) قائدِ اعظم محمد علی جناح: میاں محمد شفیع (م ش)؛ نوائے وقت، راولپنڈی، ۲۴ ستمبر ۱۹۴۸ء

(۵) جاوید نامہ کی اہمیت: میاں محمد شفیع (م ش)؛ (مشمولہ) م ش کی ڈائری، نوائے وقت، راولپنڈی، ۹

مارچ ۱۹۸۳ء
(۶) پنڈت جی چلے آئیے: میاں محمد شفیع (م ش)؛ نوائے وقت (میگزین)، راولپنڈی، ۱۲ فروری ۱۹۸۸ء
(۷) علامہ اقبال نے فرمایا، تم ناقابلِ اصلاح ہو!: میاں محمد شفیع (م ش)؛ نوائے وقت (میگزین)، راولپنڈی، ۷ دسمبر ۱۹۹۵ء
(۸) بالِ جبریل: علامہ اقبال؛ (مشمولہ) کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۶۲ / ۳۸۶
(۹) اقبال کی طویل نظمیں: رفیع الدین ہاشمی، ص ۲۴۶
(۱۰) کلیاتِ میر: میر تقی میرؔ؛ (مرتب) عبدالباری آسی، ص ۱۸۵
(۱۱) ضربِ کلیم: علامہ اقبال؛ (مشمولہ) کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۷۳ / ۵۷۳
(۱۲) ارمغانِ حجاز: علامہ اقبال، ص ۲۱ / ۷۱۳
(۱۳) بالِ جبریل: علامہ اقبال، ص ۱۱۳ / ۴۳۷
(۱۴) کلیاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال: (مبصر) امجد علی شاکر؛ (مشمولہ) مجلہ گلِ آفتاب، ۲۰۰۴ء
(۱۵) بیاض ہفتم ضربِ کلیم
(۱۶) ایضاً ص ۱۷
(۱۷) ایضاً ص ۰۳
(۱۸) ایضاً ص ۱۶
(۱۹) ایضاً ص ۰۸
(۲۰) ایضاً ص ۰۷
(۲۱) ایضاً ص ۱۷
(۲۲) ایضاً ص ۱۴
(۲۳) ایضاً ص ۱۴
(۲۴) مسودہ ضربِ کلیم، ص ۱۹
(۲۵) مسودہ بالِ جبریل، ص ۱۸
(۲۶) بیاض چہارم بالِ جبریل، ص ۱۵
(۲۷) بیاض ہشتم ارمغانِ حجاز، ص ۲۴
(۲۸) اسلام کے عالمی اور آفاقی پیغام کے عَلَم بردار: میاں محمد شفیع (م ش)؛ نوائے وقت میگزین، راولپنڈی، ۱۲ اگست ۱۹۸۸ء
(۲۹) ابتدائی کلامِ اقبال: گیان چند جین، ص ۱۲

(۳۰) ابتدائی کلامِ اقبال: گیان چند جین، ص ۱۴
(۳۱) اقبال کی شخصیت اور شاعری: غلام رسول مہر، ص ۷۶
(۳۲) اردو املا اور رسم الخط: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ص ۱۲
(۳۳) بالِ جبریل: علامہ اقبال؛ (مشمولہ) کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۴۷/ ۳۹۸
(۳۴) ایضاً ص ۶۵/ ۳۸۹
(۳۵) اقبال کی شاعری کا پسِ منظر: ڈاکٹر اخلاق اثر؛ (مشمولہ) مجلہ افکار، ص ۴۴
(۳۶) بیاض ہفتم ضربِ کلیم، ص ۲۳
(۳۷) ایضاً ص ۱۶
(۳۸) بالِ جبریل: علامہ اقبال؛ (مشمولہ) کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۵۶/ ۳۸۰
(۳۹) کلیاتِ شیفتہ: غلام مصطفی خان شیفتہؔ؛ (مرتب) قلب علی فائق، ص ۱۵۸
(۴۰) بال جبریل: علامہ اقبال؛ (مشمولہ) کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۸۹/ ۴۱۳
(۴۱) کلیاتِ ذوق: محمد دین ذوقؔ؛ (مرتب) تنویر احمد علوی، ص ۴۰۱
(۴۲) باقیاتِ شعرِ اقبال: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ؛ ڈاکٹر صابر حسین کلوروی، ص ۴۴۱

بالِ جبریل

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازُک بے اثر!
(بھرتری ہری)[1]

حواشی وتعلیقات

i۔ تخلیقی پسِ منظر: راجا بھرتری ہری نے اپنی مشہور کتاب 'اشٹک تریم' تصنیف کی۔ یہ کتاب سیاست، عشق اور زہد کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ علامہ کا مذکورہ بالا شعر اسی کتاب کے پہلے حصے 'نیتی اشٹک' کے چھٹے اشلوک سے ماخوذ ہے۔ پورا اشلوک یوں ہے:
"عقل کے زور سے کسی مورکھ کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا ایسا ہی بے سود ہے جیسا کسی شخص کا مست ہاتھی کو کنول کے ڈنٹھل سے روکنا یا شرش کے نازک ریشوں سے ہیرے میں چھید کرنا"
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ مطالب بالِ جبریل؛ مولانا غلام رسول مہر، ص ۱۱
ب۔ شرح بالِ جبریل؛ یوسف سلیم چشتی ص ۴۴۔۴۵
ج۔ JM.Cannedy; Wise saying of Bhartri Hari, Cem Joad-Story of Indian Civilization. p.98.
د۔ اقبال اور بھرتری ہری: میرزا محمد بشیر؛ (مشمولہ) نیرنگِ خیال ۱۹۳۲، نقوش نومبر ۱۹۷۷ء، ص ۴۵۱
ر۔ علامہ اقبال اور بھرتری ہری: شمیم اختر؛ (مشمولہ) مجلہ دریافت؛ ص ۴۴۲

س۔ مطالعہ تلمیحات واشاراتِ اقبال: اکبر حسین قریشی، ص ۵۴۰

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ علمی نکتے نادانوں کی فہم وفراست سے بالاتر ہیں۔

(۱) بھرتری ہری: حضرت عیسیٰؑ سے پہلے سنسکرت زبان کا مشہور شاعر گزرا ہے۔ اس کا اصل نام 'ہری' تھا۔ بھرتری کا لقب اسے رعایا پروری کے باعث ملا۔ وہ قدیم زمانہ میں مالوہ کا حکمران گزرا ہے۔ اس کی زندگی کا ابتدائی حصہ بہت عیش و عشرت میں بسر ہوا لیکن آخری عمر میں اس نے ویراگ (ترکِ دنیا) اختیار کر لیا تھا اور مشہور جوگی گورکھ ناتھ کی خدمت میں رہ کر ویراگ کی تکمیل کی تھی۔ اسی زمانہ میں اس نے اپنی غیر فانی کتاب 'اشٹک تریم' تصنیف کی۔ بھرتری آزادی و عمل کا شائق تھا۔ اقبال اس کے نظریات سے بہت متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بھرتری کے خیالات سے ماخوذ شعر کو 'بالِ جبریل' کے آغاز میں جگہ دی۔
جاوید نامہ میں بھی اقبال کے 'افلاکی سفر' کے دوران بھرتری سے سوال وجواب کا تذکرہ ملتا ہے۔

شیر اور خچر

شیر

ساکنانِ دشت و صحرا میں ہے تُو سب سے الگ
(م) کیا تیرا نام و نشاں ہے؟ کس قبیلے سے ہے تُو؟[۱]
کون ہیں تیرے اب و جد، کس قبیلے سے ہے تُو؟

خچر

میرے ماموں کو نہیں پہچانتے شاید حُضور
وہ صبا رفتار، شاہی اصطبَل کی آب رُو!
(ماخوذ از جرمن)

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	صفحہ نمبر	۰۱	×	۴۹۸/۱۷۴	ـ

۲	غزل نمبر	×	×	۵۸	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: اہمیتِ خاندان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: خاندان کے باعثِ فخر پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ترغیب دینا۔

(ا) نقش اول کا جزوِاول بے محل تھا۔ اس لیے شاعر نے اس مصرع کو حذف کر دیا۔

چیونٹی اور عقاب

چیونٹی

مَیں پائے مال و خوار و پریشان و دردمند
تیرا مقام کیوں ہے ستاروں سے بھی بلند؟

عقاب

تُو رِزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں
مَیں نُہ سِپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	صفحہ نمبر	۰۱	×	۴۹۹/۱۷۵	ـ
۲	نظم نمبر	×	×	۵۹	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: قومی پست ہمتی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: بلند ہمتی کی افادیت سے آگاہ کرنا۔

(۱۴)

....	(م) کس ہواے کہنہ کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں [۱]
اپنی جولاں گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں	آب و گِل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں!
بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طِلِسم	اک ردائے نیل گوں کو آسماں سمجھا تھا میں!
(م ۱) ۱۔ اس فضا کے پیچ و خم میں تھک کے آخر رہ گئے	....
۲۔ کارواں تھک کر پیچ و خم میں کھو گیا [۲]	....
کارواں تھک کر فضا کے پیچ و خم میں رہ گیا	مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں!
عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام	اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں
(م) ٹھوکریں کھا کر خرَد بھی پا گئی اپنی مراد	تھی وہ بیداری جسے خوابِ گراں سمجھا تھا میں □ [۳]
(م) کیا عجب ہیں معجزات، اے زبان ہاے شوق! [۴]	....
کہہ گئیں رازِ محبّت پردہ داری ہاے شوق	تھی فغاں وہ بھی جسے ضبطِ فغاں سمجھا تھا میں

تھی کسی درماندہ رہ رو کی صداے درد ناک
جس کو آوازِ رحیلِ کارواں سمجھا تھا میں!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	صفحہ نمبر	۲۰	۱۶	۳۵۵/۳۱	۔
۲	غزل نمبر	۱	۱۴	۱۴	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۳	۰۱	×	۔
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	×	۔

i۔ تخلیقی محرک: کائناتی وسعت سے انسانی مرعوبیت۔

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ قوت عشق انسان کو زمان و مکان کی قیود سے آزاد کر دیتی ہے۔

(۱) نقش اول میں 'ہواے کہنہ کو اپنا جہاں سمجھنا' خلافِ واقع ہے اس لیے اس نقش کو ترک کر دیا گیا۔

(۲) نقش اول، دوم کا جائزہ لینے سے ’فضا، پیچ و خم، تھک، کارواں، رہ گئے‘ کے مشترک الفاظ ملتے ہیں ان الفاظ کو ایک خاص ترتیب دے کر نقشِ متداول تخلیق کیا گیا۔

(۳) شعر میں لفظ ’بیداری‘ کی وضاحت نہیں ہو سکی۔ اس شعر کے اسلوب کی بازگشت غزل کے پانچویں شعر میں موجود تھی لہٰذا اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۴) نقش اول کے نصف اول کا جملہ مہمل تھا۔ ایک ہی مصرع کے دونوں اجزا میں باہمی ربط کا فقدان ہونے کے باعث اس نقش کو متداول کلام کا درجہ نہیں دیا گیا۔

نصیحت

بچۂ شاہیں سے کہتا تھا عقابِ سال خورد
(م)۱۔ اے جوانِ سخت کوش و زور گیر و دوربیں
۲۔اے تیرے شہ پَر پہ آساں وسعتِ چرخِ بریں [۱]
اے ترے شہ پر پہ آساں رفعتِ چرخِ بریں

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
(م)۱۔ تلخیٔ محنت ہے شیریں، پیش اربابِ یقیں
۲۔ کوششِ پیہم............................ [۲]
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انگبیں

(م) ہے کبوتر پر جھپٹنے میں جو لذت اے پِسَر!
جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزا ہے اے پِسَر!
(م) آہ! وہ لذت شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں [۳]
وہ مزا شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۳	۱۳۲	۱۲۴/۴۴۸	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۱۷	۔

۳	اصلاح شدہ اشعار	۳	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: نوجوانوں کی سہل پسندی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: نواجوانوں کو 'سخت کوشی' کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ دعوتِ عمل یا فلسفہ سخت کوشی: عبدالرحمن طارق (مشمولہ) پیامِ اقبال، ص ۱۳۱۔۱۷۶

ب۔ اقبال کا پیغامِ عمل: ڈاکٹر جمیل جالبی؛ (مشمولہ) معاصر ادب، ص ۱۹۵۔۱۹۷

(۱) نقش اول، مصرع ثانی میں ''نوجوان'' کو خطاب کیا گیا ہے جو نظم کے نفسِ مضمون سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے شاعر نے اسے حذف کرتے ہوئے نقش دوم تخلیق کیا۔ اس نقش میں ''وسعت'' لفظ مدعائے شاعر کو واضح نہیں کرتا تھا لہٰذا شاعر نے نقش سوم میں لفظ ''رفعت'' کا انتخاب کر کے مصرع کو مکمل کیا۔

(۲) نقش اول میں ''تلخیِ محنت'' کی ترکیب نامانوس ہونے کے باعث مصرع کو ترک کر دیا گیا۔ نقش دوم میں 'کوششِ پیہم' کے الفاظ لکھ کر شاعر نے اپنی کاوش کو مکمل نہیں کیا۔ غالباً اس کے فوراً بعد خالقِ نظم کے ذہن میں نقش سوم متداول کا القا ہو گیا ہو گا۔

(۳) نقش اول، مصرع اول میں لفظ ''لذت'' کا انتخاب بے محل تھا۔ ''لذت'' میں ''ذائقہ'' کا مفہوم پوشیدہ ہے جس کا تعلق کھانے سے ہے جھپٹنے سے نہیں۔ اس لیے شاعر نے اس مصرع کو قلم زد کر دیا۔ مصرع ثانی، نقش اول میں الفاظ ''آہ'' حشو اور ''لذت'' بے محل ہونے کے باعث شاعر نے اسے ترک کر دیا۔

ایک نوجوان کے نام☆

م ع: مریض اور طبیب[۱]

ذیلی م ع: مریض

(م) کھلی ہیں میری آنکھیں، تن بدن بیدار ہے میرا
مگر سینے میں دل بے لذتِ کردار ہے میرا[۲]

☆ یہ نظم مجلّہ 'اجتماع'، دہلی میں ۵ جون ۱۹۳۶ء کو شائع ہوئی۔

م ع: طبیب (۳)

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اس کو منزل آسمانوں میں

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ عِلم و عرفاں ہے
امّیدِ مردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں

(م) نہیں ہے قصر........................... (۴)
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے، بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

امارت کیا، شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدری تجھ میں، نہ استغنائے سلمانی!

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں
(م) کہ پایا میں نے استغنا سے معراجِ مسلمانی
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ سلطانی (۵)

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۳	۱۳۱	۱۲۳/ ۴۴۷	
۲	نظم نمبر	۔	۔	۱۶	
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	۔	۔	
۴	متروکہ اشعار	۰۱	۔	۔	

i۔ تخلیقی محرک: یورپی تہذیب سے متاثرہ نوجوان طبقہ۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ ”استغنا“ معراجِ مسلمانی ہے۔

(۱) متروکہ جلی عنوانات کے بعد دو ذیلی عنوانات "مریض" اور "طبیب" سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ شاعر ابتداءً "مریض اور طبیب" کے عنوان سے مکالمہ تخلیق کرنا چاہتے تھے۔ تخلیقِ نظم کے بعد شاعر نے محسوس کیا کہ یہ شہ پارہ مکالمہ نہیں بلکہ فکری اور فنی اعتبار سے نظم کے لیے زیادہ موزوں ہے، اس لیے شاعر نے موضوع کی مناسبت سے متداول عنوان تحریر کر دیا۔

(۲) متداول کلام سے مطابقت نہ رکھنے کی بنا پر اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۳) ذیلی متروکہ عنوانات ابتدائی عنوان کا حصہ تھے۔ جنھیں ابتدائی عنوان کے ساتھ ہی شاعر نے حذف کر دیا۔

(۴) شاعر نے مذکورہ بالا نقش اول کے تین الفاظ نقل کرنے کے بعد محسوس کیا کہ مصرع موزوں نہیں ہو گا۔ اس لیے انھوں نے اپنا ارادہ بدلتے ہوئے مصرع ثانی متداول تخلیق کرنے پر توجہ دی۔

(۵) لفظ 'سے' کے بے محل استعمال کے باعث اس نقش کو قلم زد کر دیا گیا۔

روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے ☆

م ع: فرشتوں کا گیت [۱]

(آدم کے بہشت سے رخصت ہونے کے وقت)

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فَضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایّامِ جدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو معرکۂ بیم و رجا دیکھ!

(م) یہ چرخِ بریں اور خاموش فضائیں [۲]

ہیں تیرے تصرّف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فَضائیں
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایّام میں آج اپنی ادا دیکھ!

☆ نظم 'فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں' اور یہ نظم آپس میں مربوط ہیں لیکن اپنی اپنی جگہ پر مکمل بھی ہیں۔

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے — دیکھیں گے تجھے دور سے گردُوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیّل کے کنارے — پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خودی کر، اثرِ آہِ رسا دیکھ!

(م) اے وہ کہ تجلّی ہے ترے شمس و قمر میں (۳) — ....
خورشیدِ جہاں تاب کی ضَو تیرے شرر میں — آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
(م) ا۔ ہے فرش سے ناخوش بریں تیری نظر میں — ....
۲۔ جو تجھ میں تجلّی ہے کہاں شمس و قمر میں — ....
۳۔ ہیں اور ناپسند کئی تازہ جہاں — ....
۴۔ مضمر ہیں کئی اور جہاں تیرے ہنر میں — (م) جنت تری پوشیدہ ہے ترے خونِ جگر میں (۴)
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں — جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
(م) اے پیکرِ گِل! محنتِ پیہم کی جزا دیکھ (۵)
اے پیکرِ گِل، کوششِ پیہم کی جزا دیکھ!

نالندہ ترے عُود کا ہر تار ازل سے — تُو جنسِ مَحبت کا خریدار ازل سے
تُو پیرِ صنم خانۂ اَسرار ازل سے — محنت کش و خوں ریز و کم آزار ازل سے
ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا، دیکھ!

نالاں ہے ترے عُود کا ہر تار، تری خیر — اے جنسِ مَحبّت کے خریدار، تری خیر!
اے پیرِ صنم خانۂ اَسرار، تری خیر — ....
اے تاجِ خلافت کے سزاوار، تری خیر!
اس جنتِ ارضی کی ہے تعمیر تجھی سے — مِٹی کی پلٹ جائے گی تقدیر تجھی سے
ہے عقلِ فرمایہ جہاں گیر تجھی سے — تقدیر ہے زنجیریٔ تدبیر تجھی سے □
محنت کش و خوں ریز و کم آزار، تری خیر! (۶)

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیاتِ اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۴	۱۱۲	۱۳۶/۴۶۰	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۲۲	۔

۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۴	×	۔	
۴	متروکہ اشعار	۰۲	×	۔	

i۔ تخلیقی محرک: خالقِ کائنات کی آدم کو عطا کردہ صلاحیتیں۔

ii۔ مدعائے تخلیق: اس نظم میں اقبال نے کائناتِ ارضی کی زبان سے یہ بات کہلوائی ہے کہ ''فرشتوں'' نے بہشت سے رخصت کرتے وقت ''آدم'' کی جن صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے اگر آدمی ان صلاحیتوں سے کام لینا چاہے تو زمین پر ان کو بروے کار لانے کا ساز و سامان اور مواد موجود ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

اقبال کا نظامِ من: ڈاکٹر عبد المغنی، ص۳۰۸۔۳۱۴

(۱) قیاس ہے کہ جب نظم تخلیق ہو چکی ہو گی تو شاعر نے محسوس کیا ہو گا کہ مذکورہ بالا عنوان موضوع سے مطابقت نہیں رکھتا۔ لہٰذا خالقِ غزل نے متداول عنوان تخلیق کر دیا۔

(۲) نقش اول میں 'چرخِ بریں' متداول نقش کی ترکیب 'گنبدِ افلاک' کے مقابلے میں وسیع المعانی نہ تھی اس لیے شاعر نے اس ابتدائی نقش کو ترک کر دیا۔ واضح رہے کہ شاعر اپنی بات جس پُرزور انداز میں بیان کرنا چاہتے تھے اس کے لیے یہ ترکیب غریب المعانی تھی۔

(۳) نقش اول کے مصرع کو مبہم ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۴) مصرع اول تخلیق کرنے کے لیے شاعر نے ابتداءً چار نقوش تخلیق کیے۔ جملہ نقوش شاعر کے معیار پر پورا نہیں اترتے تھے۔ بالآخر خالقِ نظم کی پانچویں کوشش کامیاب ثابت ہوئی۔ یہ متداول مصرع متروکہ مصرعوں سے بہت مختلف ہے۔

مصرع دوم کے نقش اول میں لفظ 'پوشیدہ' شاعر کے محلِ نظر رہا ہو گا۔ جنت کے بارے میں مومن کو معلومات فراہم کر دی گئی ہیں اس اعتبار سے اسے پوشیدہ کہنا مناسب نہ تھا۔ جنت کو دکھایا نہیں گیا اس اعتبار سے اسے مومن کی نظروں سے 'پنہاں' قرار دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ 'پوشیدہ' اور 'پنہاں' دونوں قریب المعنی لفظ ہیں۔ خالقِ غزل نے اس خفیف سے فرق کو بھی نظر انداز کرنا گوارا نہ کیا۔

(۵) نقش اول اور دوم میں بالترتیب 'محنتِ پیہم' اور 'کوششِ پیہم' کی تراکیب استعمال ہوئی ہیں۔ لفظ 'محنت' میں جسمانی مشقت کا عنصر غالب ہے۔ متبادل لفظ 'کوشش' میں جسمانی سے زیادہ

فکری کاوش کو دخل ہے۔ ترکِ مصرع کے وقت شاعر نے اسی خفیف فرق کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

(٦) ان دو متروکہ بندوں کے اشعار متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث ترک کر دیے گئے۔ علاوہ ازیں ان متروکہ بندوں کو متداول بند چار اور پانچ کا نقشِ اول قرار دیا جا سکتا ہے۔

اَلْاَرْضُ لِلّٰہ (۱)

م ع: ملکیتِ زمین (۲)

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
(م) کون اٹھاتا ہے سمندر کے کناروں سے؟ (۳)
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟

(م) پچھّم سے تُو لاتا ہے بادِ ساز گار
کون لایا کھینچ کر پچھّم سے بادِ سازگار
(م) خاک یہ میری ہے کیا؟ تیرا ہے نورِ آفتاب (۴)
خاک یہ کس کی ہے، کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟

(م) تو نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جَیب (۵)
(م) موسموں کو تُو نے سِکھلائی ہے خوب خوے انقلاب (۶)
موسموں کو کِس نے سِکھلائی ہے خُوے انقلاب؟

دِہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۵	۱۰۱	۱۲۲/۴۴۶	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۱۵	ـ

۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۳	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: زمین داروں کی عیش پرستی۔
ii۔ مدعاے تخلیق: خود کاشت کی ترغیب دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ الارض للہ: ڈاکٹر عبدالغنی (مشمولہ) اقبال کا نظامِ من، ص ۲۸۶۔۲۸۷

ب۔ الارض للہ: قاضی محمد ظریف (مشمولہ) اقبال (قرآن حکیم کی روشنی میں)، ص ۱۲۲۔۱۶۶

ج۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۵۷۲۔۵۷۳

(۱) شاعر نے بیاض اور مسودہ میں یہ لفظ 'لللّٰہ' املا کیا ہے۔ اکادمی نسخہ کی اشاعت سے قبل یہ لفظ منشاے اقبال کے مطابق کتابت ہوتا رہا ہے۔ جمیل رقم نے اسے پہلی مرتبہ درست املا (لِلّٰہ) کیا ہے۔ نسیم امروہی نے شاعر سے اتفاق کرتے ہوئے لفظ 'لِلّٰہ' کو درست قرار دیا ہے۔[۱] ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اسے غلط قرار دیا ہے۔[۲] قرآن پاک کی سورۃ بقرہ: آیت ۲۸۴ میں یہ لفظ ''لِلّٰہ'' کتابت کیا گیا ہے۔[۳] لہٰذا تدوینِ نو کے اندر اس کی املا میں قرآن پاک کی اتباع کی گئی۔

(۲) متروکہ عنوان میں قاری کے لیے تجسّس کا کوئی پہلو نہ تھا۔ اس عنوان سے موضوع کا دائرہ کار محدود ہو جاتا تھا، متداول عنوان سے مذکورہ بالا دونوں نقائص کا ازالہ ہو گیا۔

(۳) نقش اول میں لفظ ''سمندر'' کا انتخاب بے محل تھا۔ زرعی زمین سیراب کرنے کا وسیلہ سمندر نہیں ''دریا'' ہیں، شاعر نے متداول مصرع میں اس نقص کو دور کر دیا۔

(۴) نقش اول میں الفاظ کی نشست موزوں نہ تھی، شاعر نے نقش دوم متداول میں الفاظ کا محل تبدیل کرتے ہوئے اسے موثر بنا دیا۔

(۵) تلفظ کی درست ادائیگی کے لیے تدوینِ نو میں لفظ 'ج' پر زبر کا اہتمام کیا گیا ہے۔

---

[۱] فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۳۷

[۲] تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ص ۵۴۳

[۳] قرآن حکیم: (مطبوعہ) تاج کمپنی لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۴۵

(٦) نقش اول کے شعر میں لفظ "تو نے" باعثِ ابہام تھا اس لیے شاعر نے اسے حذف کر کے نقش ثانی میں "کس نے" کے الفاظ کا انتخاب کیا۔
مصرع ثانی نقش اول میں لفظ "خوب" حشو تھا، نقش دوم متداول میں شاعر نے اسے خارج کر دیا۔

(۵)

م ع: (۱) عشق (۲) زندگی (۳) دعا[۱]

کیا عشق ایک زندگیِ مستعار کا — کیا عشق پائے دار سے نا پائے دار کا!
وہ عشق جس کی شمع بجھا دے اجل کی پھونک — اس میں مزا نہیں تپش و انتظار کا!
میری بساط کیا ہے، تبُ تابِ یک نفَس — شعلے سے بے محل ہے الجھنا شرار کا!
.... — (م)۱۔پھر درد و شوق دیکھ دلِ داغ دار کا
.... — ۲۔پھر سوز و ساز دیکھ دلِ داغ دار کا![۲]
کر پہلے مجھ کو زندگیِ جاوداں عطا — پھر ذوق و شوق دیکھ دلِ بے قرار کا!
(م)وہ نغمہ دے کہ میری لحد میں ہو جس کا شور — خواہاں نہیں میں نغمۂ مرغِ بہار کا!☐[۳]

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یارب، وہ درد جس کی کسک لازوال ہو!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۵	٦	۲۵/۳۴۹	
۲	غزل نمبر	×	۵	۵۔ حصہ اول	
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	×	
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	×	

i۔ تخلیقی محرک: انسانی کم مائیگی اور بے بضاعتی۔
ii۔ مدعائے تخلیق: خودی کے لازوال کیے جانے کی دعا کرنا۔

(وجودِ انسانی کا کمال خودی میں ہے)

(شرح بالِ جبریل؛ یوسف سلیم چشتی، ص۱۱۴۔۱۱۷)

(۱) شاعر نے اس شہ پارے کو ابتداً مذکورہ بالا تین عنوانات سے تخلیق کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اس تخلیق کو منظومات میں شامل کرنا چاہتے تھے بعد ازاں اسے غزل میں تبدیل کر دیا۔

(۲) نقش اول میں دردو شوق اور نقش دوم میں 'سوز و ساز' اور 'دلِ داغ دار' کی اصلاحات شاعر کو مطمئن نہ کر سکیں۔ خوب تر کی تلاش میں خالقِ غزل نے نقش دوم پر توجہ دی، مذکورہ بالا اصطلاحات کو 'ذوق وشوق' اور 'دلِ بے قرار' میں بدل دیا۔

(۳) اس شعر میں 'نغمہ' اور 'شور' کا تناقض تھا۔ علامہ پہلے مصرع میں 'ہنگامہ' کا مفہوم پیدا کرنا چاہتے تھے لیکن لفظ 'شور' سے یہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص۲۵۵)

(۴۷)

(م)ساحل پہ نہیں ملتا وہ گوہرِ یک دانہ
(م) کیا تیرے ارادے ہیں اے ہمتِ مردانہ![1]

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ یک دانہ
یک رنگی و آزادی، اے ہمتِ مردانہ!

(م) یا عقل کی محرومی، یا دل کی جہاں گیری
یا حیلۂ روباہی، یا حملۂ شیرانہ☐[2]

(م)۱۔ یا سنجر و طُغرل کا سامانِ شہنشاہی
....

۲۔ یا سنجر و طُغرل کا ہے اندازِ جہاں گیری
(م) یا مردِ قلندر کا اندازِ مُلوکانہ![3]

یا سنجر و طغرل کا آئینِ جہاں گیری
یا مردِ قلندر کے اندازِ مُلوکانہ!

....
(م) یا حیرتِ فارابی یا جُراتِ بسطامی

(م)۱۔یا فکرِ حکیمانہ، یا نعرۂ مستانہ
۲۔یا فکرِ حکیمانہ، یا جراتِ رندانہ[4]

یا حیرتِ فارابی[5]، یا تاب و تبِ رومیؔ
یا فکرِ حکیمانہ، یا جذبِ کلیمانہ

یا عقل کی روباہی، یا عشق یدُ اللّٰہی
یا حیلۂ افرنگی، یا حملۂ تُرکانہ!

یا شرعِ مسلمانی، یا دَیر کی دربانی
یا نعرۂ مستانہ، کعبہ ہو کہ بُت خانہ!

بِیری میں، فقیری میں، شاہی میں، غلامی میں　　کچھ کام نہیں بنتا بے جُراتِ رِندانہ!
(م) یا شیوۂ درویشی، یا ہمّتِ سلطانی　　یا سَطوتِ سلطانی یا طبعِ فقیرانہ□[٦]

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۶	٦۹	۷۰/۳۹۴	ـ
۲	غزل نمبر	۰۲	۴۷	۴۷۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۳	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: امتِ مسلمہ میں جرات کا فقدان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: بلاخوف و خطر حالات سے مقابلہ کرنے کا درس دینا۔

(۱) مصرع اول کے نقش اول میں 'ساحل پہ نہیں ملتا' اور 'گوہر یک دانہ' کی اصلاحات ابہام کا باعث تھیں اسی مصرع کے نقش دوم کے جزوِ اول 'یوں ہاتھ نہیں آتا' سے یہ ابہام دور ہو گیا۔

مصرع ثانی کے نقش اول میں 'کیا تیرے ارادے ہیں' بھی جواب طلب تھا۔ نقش دوم کو بھی مبہم ہونے اور مصرع اول سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا، متداول نقش کے جزوِ اول 'یک رنگی و آزادی' نے شاعر کے مدعا کو وسعت اور گہرائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(۲) مصرع اول میں 'عقل کی محرومی' شاعر کے محلِ نظر رہا ہو گا۔ اسی باعث یہ شعر ترک کر دیا گیا۔

(۳) مصرع اول کو حتمی شکل دینے کے لیے تین مرتبہ الفاظ کا ردو بدل کیا گیا۔ پہلی کاوش میں 'سامانِ شہنشاہی' دوسری کاوش میں 'اندازِ جہاں گیری' اور بالآخر تیسری کاوش میں موزوں ترین الفاظ 'آئینِ جہاں گیری' وہ گوہر نایاب تھا جس کے لیے شاعر شعوری کاوش میں مصروف تھا۔

مصرع دوم کے نقش اول کے لفظ 'کا' کو مناسبِ حال نہ سمجھتے ہوئے نقش دوم میں 'کے' کے ساتھ بدل دیا گیا۔

(۴) نقش اول کے جزوِ آخر میں 'نعرۂ مستانہ' کی ترکیب کا انتخاب کیا گیا۔ کوشش میں کیا حرج ہے کے مصداق 'جراتِ رندانہ' کی ترکیب لکھ کر شاعر نے غور و فکر کیا۔ شاعر کے تنقیدی شعور نے متبادل ترکیب کو ترک کرتے ہوئے تیسری ترکیب 'جذبِ کلیمانہ' تحریر کی۔ 'جذبِ کلیمانہ' کی ترکیب کو مصرع اول کے جزوِ آخر 'تاب و تبِ رومی' سے مطابقت رکھنے کے باعث متداول کلام کا جزو بنا دیا گیا اور مصرع ثانی کے ابتدائی دونوں نقوش ترک کر دیے۔

(۵) فارابی: جمیل رقم نے اس علَم پر تخلّص کی علامت ڈالی ہے جو درست نہیں اس لیے کہ فارابی فلاسفر تھے شاعر نہ تھے لہٰذا تدوینِ نو میں علَم کی علامت خط (------) کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۶) اس شعر کے دونوں مصرعوں میں قریب قریب ایک ہی خیال کو دہرایا گیا۔ غزل کا تقاضا تھا کہ دونوں مصرعوں میں دو مختلف امور کا تذکرہ کیا جاتا۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص۲۵۹)

فقر ☆

اک فقر سِکھاتا ہے صیّاد کو نَخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہاں گیری

اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دل گیری
(م)اک فقر میں ہوتی ہے خاصیتِ اِکسیری(۱)
اک فقر سے مٹّی میں خاصیّتِ اِکسیری

(م)اک فقر میں ہے مِیری، وہ فقر ہے شبّیری
اک فقر ہے شبّیری، اس فقر میں ہے مِیری
(م)میراثِ مسلمانی ہے جو فقر ہے شبّیری(۲)
میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبّیری!

☆ یہ نظم مجلّہ 'پیشوا' کی اشاعت اپریل ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۶	۱۳۶	۱۲۶/۴۹۰	ـ
۲	نظم نمبر	۳	×	۴۳	
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	

i۔ تخلیقی محرک: فقر کے بارے میں پیدا شدہ غلط فہمی۔
(فقر فرد کو کش مکشِ حیات سے کنارہ کش کر دیتا ہے۔)

ii۔ مدعاے تخلیق: تصورِ فقر کی وضاحت کرنا۔

اس نظم میں علامہ اقبال نے فقر کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک اسلامی فقر، جو مسلمانوں کو اعلیٰ اقدار پر عمل کرنے کا درس دیتا ہے۔ دوسری قسم بے عمل صوفیا کے فقر کی ہے۔ یہ فقر مسلمانوں کو بے عمل اور مایوس ہونے کا سبق دیتا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا تصورِ فقر: اسلوب احمد انصاری؛ (مشمولہ) مطالعۂ اقبال کے چند پہلو، ص ۶۲۔ ۷۸

ب۔ اقبال کا تصورِ فقر: حسن رضوی؛ (مشمولہ) اقبال کے فکری آئینے، ص ۲۲۴۔ ۳۳۰

ج۔ فقر، کلامِ اقبال کی روشنی میں: پروفیسر محمد منور؛ (مشمولہ) ایقانِ اقبال، ص ۲۱۵۔ ۲۳۶

(۱) نقش اول مبہم ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۲) مصرع اول کا نقش اول مبہم ہونے کے باعث قلم زد کر دیا گیا۔ مصرع ثانی کے نقش اول کا جزوِ آخر اس شعر کے مصرع اول کا جزو بن چکا تھا اس لیے اس مصرع کو شاعر نے حذف کر دیا۔

دین و سیاست☆

م ع: ملک و دین (۱)

کلیسا کی بنیاد رُہبانیت تھی — سماتی کہاں اس فقیری میں میری!

☆ یہ نظم معمولی اختلافِ متن کے ساتھ علی گڑھ میگزین ۱۹۳۳ء میں وضاحتی عنوان "تازہ ترین" کے ساتھ شائع ہوئی۔ بعد ازاں یہ نظم (متن مطابق علی گڑھ) نیرنگِ خیال سال نامہ، دسمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

خُصومت تھی سلطانی و راہبی میں
کہ وہ سربلندی ہے، یہ سربزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا
چلی کچھ نہ پیرِ کلیسا کی پیری
(م)ا۔ادھر حاکمی محوِ سرمایہ داری
....
۲۔ دُوئی دین و دولت کی، مرگِ شرافت
(م) ہوَس کی مشیری، ہوَس کی وزیری![۲]
ہوئی دِین و دولت میں جس دم جدائی
ہوَس کی امیری، ہوَس کی وزیری!
....
(م) دوئی چشمِ ملت........[۳]
دُوئی ملک و دِیں کے لیے نامرادی
دُوئی چشمِ تہذیب کی نا بصیری
یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری!
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جُنّیدی و اردشیری!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۶	۱۰۰	۱۲۱/۴۴۵	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۱۴	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مسلمانوں کے ایک طبقے کا رہبانیت سے متاثر ہونا۔

ii۔ مدعاے تخلیق: مسلم قوم پر واضح کرنا کہ رہبانیت خلافِ اسلام ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کی نظر میں دین و سیاست کا باہمی ربط: شاہد نسیم (مشمولہ) اقبال شناسی اور مجلہ ساہی وال، ص ۷۵۔۸۳

ب۔ دین و سیاست: عبدالرحمن طارق (مشمولہ) جہانِ اقبال، ص ۲۱۹۔۲۳۱

(۱) متروکہ عنوان سے نظم کے نفسِ مضمون کا جزوی احاطہ ہوتا تھا اس لیے شاعر نے اسے ترک کر کے متداول عنوان تخلیق کیا۔

(۲) نقش اول کا مفہوم مصرع ثانی میں آگیا تھا اس لیے متداول کلام میں اس نقش کی گنجائش نہ رہی۔ نقش دوم ''مرگِ شرافت'' کی نامانوس اور بے محل ترکیب کے باعث رد ہوا۔ مصرع ثانی کے نقش اول کو لفظ 'مشیری' کے بے محل ہونے کے باعث قلم زد کر دیا گیا۔

(۳) نقش اول میں لفظ ملت موضوعِ بحث سے مطابقت نہ رکھتا تھا اس لیے شاعر نے نظر ثانی کرتے ہوئے متداول مصرع میں لفظ ''تہذیب'' کا بر محل انتخاب کیا۔

(۱۷)

(یورپ میں لکھے گئے)

(م ع)۱۔لندن ۲۔فرنگ ۳۔غزل

(م)ہُوا بہت اس دیس میں قصہ مری آہِ سحَرخیزی![کا]	(م) جہاں بادِ سحَر گاہی میں ہے شمشیر کی تیزی [(۱)]
نہ چھُوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحَرخیزی	زِمستانی ہَوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی!
کہیں سرمایۂ محفل تھی میری گرم گفتاری	کہیں سب کو پریشاں کر گئی میری کم آمیزی!
زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا!	طریقِ کوہ کَن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی!
(م) نواح رومۃُ الکبریٰ میں دلّی یاد آتی ہے [(۲)]	....
سوادِ رومۃ الکبریٰ [(۳)] میں دلّی یاد آتی ہے	وہی عبرت، وہی عظمت، وہی شانِ دل آویزی!
(م)۱۔ عجب کیا ہے کہ پیدا ہو اسی تہذیبِ خونی سے	....
۲۔ عجب کیا ہے کرے آب و ہوائے جرمنی پیدا	کوئی رومی کہ افرنگی سے کہہ دے حرفِ تبریزی!□ [(۴)]
(م) جلالِ قیصریت ہو کہ جُمہوری تماشا ہو	(م) سیاست ہو الگ دیں سے تو سلطانی ہے چنگیزی! [(۵)]
جلالِ پادشاہی ہو کہ جُمہوری تماشا ہو	جدا ہو دِیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۷	۳۹	۴۹/۳۷۳ ۳۷	ـ
۲	غزل نمبر	۰۴☆	۱۷	۱۷۔ حصہ دوم	☆ابتداً نمبر شمار ۳ دیا گیا
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۴	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: فرنگ کی لادین معاشرت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: وضاحت 'اہمیت دین' ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

اقبال کا تصورِ دین: پروفیسر شفیق الرحمن ہاشمی، س ن

(۱) نقش اول کے دونوں مصرعوں کو ملا کر دیکھا جائے اور 'آہِ سحر خیزی' کے بعد لفظ 'کا' کا اضافہ کیا جائے تو الگ سے ایک شعر مکمل ہو جاتا ہے۔ باوجود اس کے شاعر نے ترمیمات کے بعد جو نقش دوم متداول تخلیق کیا اس کا معیار فنی اور فکری ہر دو اعتبار سے بہتر ہے۔

مجوزہ شعر کے لیے شاعر کی اصطلاحات کچھ اس طرح سے ہیں۔ مصرع اول کے نقش اول کے جزوِ اول 'جہاں بادِ سحر گاہی میں ہے' کے الفاظ کو 'زمستانی ہوا میں گرچہ تھی' سے بدل دیا گیا۔ 'زمستانی ہوا' کی ترکیب سے مصرع میں اختصار اور جامعیت کا پہلو نمایاں ہوا ہے۔ مصرع ثانی کا جزوِ اول 'ہوا بہت اداس اس دیس میں قصہ' باعثِ ابہام تھا۔ اصلاح کے بعد لفظ 'لندن' نے مصرع میں در آنے والی مذکورہ بالا خامی کو دور کر دیا۔

(۲) نقش اول کے لفظ 'نواح' کی جگہ 'سواد' کے انتخاب سے مصرع کا لفظی حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

(۳) یہ لفظ شاعر اور جملہ کاتبین نے یائے مجہول کے ساتھ کتابت کیا ہے۔ تدوینِ نو میں اسے جدید املا کے تحت یائے معروف کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

(۴) نقش اول کی ترکیب 'تہذیبِ خونی' باعثِ ابہام تھی۔ نقش دوم میں لفظ 'جرمنی' سے اس کمزوری کو دور کرنے کی سعی کی گئی۔

اس شعر میں شاعر نے 'رومیؔ' اور 'تبریزی' کی علامات استعمال کی ہیں۔ تاہم 'رومیؔ' اور 'حرف تبریزی' کا تعلق واضح نہیں کیا جا سکا۔ شمس تبریز، مولانا رومی کے روحانی مرشد تھے۔ 'عِلمِ ظاہر و باطن' کے موضوع پر کلام اقبال میں ان دو شخصیات کے درمیان مکالمہ کا 'افرنگ' پر اطلاق کیسے ہو گا؟ وضاحت طلب ہے۔ غالباً یہی ابہام ترکِ شعر کی وجہ بنا۔

واضح رہے کہ شاعر نے بیاض سے بعد از اصلاح اس شعر کو مسودہ میں نقل کیا۔ خود شاعر کی اپنی تنقید کے معیار پر پورا نہ اترنے کے باعث انھوں نے اس پر خطِ تنسیخ پھیر دیا۔

(۵) نقش اول کے مصرع اول میں "قیصریت" کا لفظ محدود تصور کا حامل تھا جس کے باعث شاعر نے اسے ترک کر کے متداول نقش میں "پادشاہی" کے لفظ کا انتخاب کیا۔ نقش اول مصرع دوم میں لفظ "سلطانی" حشو ہونے کے باعث شاعر نے نقش دوم متداول تخلیق کیا۔

(۱۱)

.... (م) یہی ہمیشہ رہا ہے قلندروں کا طریق!+[۱]

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہ رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق!

ہُجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق!

علاجِ ضعفِ یقیں ان سے ہو نہیں سکتا
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہاے دقیق!

(م) اگرچہ میری جبیں پر نہیں نشانِ سُجود
ہزار شکر کہ یاروں کو مل گئی توفیق!□[۲]

.... (م) خدا کرے کہ ملے پیر کو بھی یہ توفیق!+[۳]

مُریدِ سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق!

اسی طِلِسمِ کُہَن میں اسیر ہے آدم
بغل میں اس کی ہیں اب تک بُتانِ عہدِ عتیق!

(م) اگرچہ مجھ کو تو اقرار بھی بہت ہے+[۴] ....

مرے لیے تو ہے اقرار باللِّساں بھی بہت
ہزار شکر کہ مُلّا ہیں صاحبِ تصدیق!

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زِندیق!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۷	۳۳	۳۶۹/۴۵	۔
۲	غزل نمبر	۰۵*	۱۱	۱۱۔ حصہ دوم	* ابتداً غزل نمبر ۴ دیا گیا تھا
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	۔	۰۲
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: غیر اسلامی تصورات سے متاثرہ معاشرت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: مروجہ اسلامی معاشرت کے مثبت و منفی اوصاف کو زیرِ بحث لانا۔

(کلمۂ حق، پیکرِ خلق، فلسفہ پر عشق کو ترجیح، شیوخ کا دہرا معیار، رنگ و نسل کا الجھاؤ، دل و نگاہ کی ہم آہنگی اور عشقِ رسولؐ کے موضوعات پر روشنی ڈالنا۔)

(۱) نقش اول کے جزو اول میں لفظ 'ہمیشہ' لیا گیا جو کہ شاعر کو متاثر نہ کر سکا اس کا مطلب کسی کام کا معمولات میں شامل ہونا ہے۔ اس سے آغاز یا ابتدا کا تذکرہ نہیں ملتا۔ نقش دوم کے متبادل لفظ 'ازل' سے متذکرہ بالا سقم دور کر دیا گیا ہے۔

(۲) اس شعر میں رہنماؤں کی بے عملی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ خیال زیادہ بہتر انداز میں شعر نمبر ۵ میں آ گیا تو شاعر نے شعر نمبر ۴ کو ترک کر دیا۔ علاوہ ازیں اس شعر کو ترک کرنے کی ایک وجہ شعر نمبر ۵ کا ہم قافیہ ہونا بھی ہے، شاعر غزل میں قافیہ کو دہرانا پسند نہیں کرتے تھے۔

(۳) نقش اول کو لفظ 'پیر' کی بنا پر منسوخ کر دیا گیا۔ نقش دوم میں شاعر نے 'پیر' کو 'شیخ' سے بدل دیا۔ واضح رہے کہ 'پیر' کی نسبت 'شیخ' کا لفظ وسیع المعانی ہے۔

(۴) نقش اول میں لفظ 'عجب' شاعر کے محل نظر رہا ہو گا، انھوں نے اس لفظ کو 'اقرار باللسان' میں بدل کر مصرع کے مفہوم کو واضح کر دیا۔

(۱۵)

اس پیکرِ خاکی میں اک شے ہے، سو وہ تیری	میرے لیے مشکل ہے اس شے کہ نگہ بانی!

اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک — تُو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی!

(م) تیرے بھی صنم خانے، میرے بھی صنم خانے — یاں تیرے بتوں میں ہے اک جلوۂ یزدانی!□ (۱)

ہو نقش اگر باطل، تکرار سے کیا حاصل — کیا تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی؟

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زِندیقی — اس دور کے ملّا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی!

تقدیر شکن قوّت باقی ہے ابھی اس میں — ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زِندانی!

تیرے بھی صنم خانے، میرے بھی صنم خانے — دونوں کے صنم خاکی، دونوں کے صنم فانی!

اک دانشِ نورانی، اک دانشِ برہانی — ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۷	۱۷	۳۵۶/۳۲	ـ
۲	غزل نمبر	۰۶	۱۵	۱۵۔ حصہ اول	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: معاشرہ پر مغربی اثرات۔

ii۔ مدعاے تخلیق: قوم پر واضح کرنا کہ احیاے سطوتِ اسلام ممکن ہے۔ اگر افرادِ قوم عشقِ حقیقی اختیار کریں اور کلامِ اقبال سے راہ نمائی حاصل کریں۔

(۱) اس شعر کے مصرع اول اور دوم میں باہمی ربط مفقود ہے۔ آگے چل کر شاعر نے مصرع اول کو شعر نمبر ۷ کا مصرع اول بنا دیا۔ شعر نمبر ۳ کے مصرع ثانی غزل کے بقیہ اشعار سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۴۶)

(م) ہوا نہ جوش سے اس کے کوئی گریباں چاک (۱) — ....

ہوا نہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک — اگرچہ مغربیوں کا جنوں بھی تھا چالاک
(م) مئے یقینِ مرد ہے تہ جُرعۂ شراب(۲) — ....
مئے یقیں سے ضمیرِ حیات ہے پُرسوز — نصیبِ مدرَسہ یارب! یہ آب آتش ناک
عُروجِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام — یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیل گُوں اَفلاک
یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا! — دماغ روشن و دل تِیرہ و نِگہ بے باک
(م) اگر رفیقِ خرَد ہو نگاہِ قلبِ سلیم — تو ڈوب کر ابھر آتی ہے کشتیِ ادراک□(۳)
جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی — مرے(۴) کلام پہ حُجّت ہے نکتۂ لولاک
(م) مری نوا میں ہے ناداں، مُغوں کے پاس نہیں — وہ سرخوشی کہ میسّر ہو بے عُصارۂ تاک□ (۵)
تُو بے بصر ہو تو یہ مانعِ نگاہ بھی ہے — وگرنہ آگ ہے مومن، جہاں خس وخاشاک
(م) غمیں نہ ہو کہ جہاں کے ہیں آخری وارث — طُفیلیانِ سرِ خوانِ خواجۂ لولاک□(۶)
زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ — کسے خبر کہ جُنوں بھی ہے صاحب اِدراک

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۷	۶۸	۶۹/۳۹۳	ـ
۲	غزل نمبر	۰۷	۴۶	۴۶ـ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	۰۳	×	ـ	۰۳

i۔ تخلیقی محرک: مغربی عقل پرستی کے اثرات۔
ii۔ مدعاے تخلیق: عشقِ حقیقی کی طرف رغبت دلانا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال کا تصورِ عشق: غلام عمر خان، ۱۹۷۸ء

ب۔ عشقِ حقیقی: سید میاں محمد قادری: (مشمولہ) اقبال اور نظریہ خودی، ص۵۸۔۵۹

(۱) نقش اول میں لفظ 'جوش' مناسبِ حال نہ ہونے کے باعث حذف کر دیا گیا۔ نقش دوم میں اول الذکر لفظ کے متبادل لفظ 'زور' کا استعمال کیا گیا۔ شاعر کے نزدیک 'گریباں چاک' کے لیے 'جوش' کے مقابل 'زور' کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔

(۲) 'یقینِ مرد' کی ترکیب نامانوس ہونے کی بنا پر مصرع کو ترک کر دیا گیا۔

(۳) 'نگاہِ قلبِ سلیم' کی ترکیب کے علاوہ عقل و خرد کے متعلق علامہ کے معروف نظریہ پر بھی زد پڑتی تھی۔ مزید بر آں اس مفہوم کو زیادہ بہتر انداز میں غزل کے دسویں شعر میں بیان کر دیا گیا تھا لہٰذا اس شعر کو خارج کر دیا گیا۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص۲۵۹)

(۴) مرے: یہ لفظ بیاض میں "مرے" اور مسودہ میں "میرے" درج ہے۔ طبع اول، طبع دوم، پروین (ص۹۷) اور صدیقی (ص۶۷) نے اسے مسودہ کے مطابق کتابت کیا ہے۔ جمیل رقم نے اسے "مرے" درج کیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے لفظ "مرے" کو درست قرار دیا ہے۔ (تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، ص۳۰) قیاس ہے کہ شاعر نے مسودہ میں سہواً 'میرے' نقل کر دیا ہو گا۔

(۵) 'نوا میں ناداں ہونا' موزوں روزمرہ نہیں ہے۔ اس موضوع کا ذکر زیادہ بہتر انداز میں شعر نمبر۶ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اسی باعث اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۶) اس شعر میں 'امتِ رسولؐ' کے طفیلیانِ سرِ خوانِ خواجۂ افلاک' کی پانچ لفظی ترکیب استعمال کی گئی جو ذوقِ سلیم پر گراں گزرتی ہے۔ علاوہ ازیں اس شعر کا مفہوم زیادہ بہتر طریقے سے موجودہ غزل کے شعر نمبر۶ میں ادا ہو گیا تھا۔ اس لیے اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص۲۵۹)

(۴۵)

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوزِ مشتاقی — فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی

خراب کوشکِ سلطان و خانقاہِ فقیر — فُغاں کہ تخت و مصلّی کمالِ زرّاقی!

کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اک روز — کتابِ صوفی و مُلّا کی سادہ اوراقی

نہ چینی و عرَبی وہ، نہ رومی و شامی
سَما سکا نہ دو عالَم میں مردِ آفاقی

مئے شبانہ کی مستی تو ہو چکی، لیکن
کھٹک رہا ہے دِلوں میں کرشمۂ ساقی

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

عزیز تر ہے متاعِ امیر و سلطاں سے
وہ شعر جس میں ہو بجلی کا سوز وبرّاقی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۸	٦٧	٦۹/ ۳۹۳	ـ
۲	غزل نمبر	۰٧	۴۵	۴۵۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: اہلِ تصوف کا انحطاط۔

ii۔ مدعائے تخلیق: کلامِ اقبال سے استفادہ کی ترغیب دینا۔

(۵۴)

دیا ہے مَیں نے انھیں ذوقِ آتش آشامی
مِری نوا سے ہُوئے زندہ عارف و عامی!

حرم کے پاس کوئی اعجمی ہے زمزمہ سنج
کہ تار تار ہُوئے جامہ ہائے احرامی!

(م) حقیقتِ ابدی ہے حسینؓ و قتلِ حسینؓ (۱)
....

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبّیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی!

مجھے یہ ڈر ہے مُقامِر ہیں پختہ کار بہت
نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی!

(م) قبول خلعتِ سلطان ہے منصفی کے بعد
تیری نگاہ میں ہے اپنی نا خوش اندامی!(۲)

قبائے عِلم و ہنر لطفِ خاص ہے، ورنہ
تیری نگاہ میں تھی میری ناخوش اندامی!

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں   شکوہِ سنجر و فقرِ جنیدؒ و بسطامیؒ

(م) اگرچہ پاؤں میں اک تار رہ گیا باقی
بچا گئی مجھے صیاد کی کُہن دامی!□(۳)

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۸	۷۶	۳۹۸/۷۴	ـ
۲	غزل نمبر	۰۸	۵۴	۵۴۔حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۴
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	ـ	۰۱

i۔ تخلیقی محرک: انگریز قوم کی عیاری۔

ii۔ مدعاے تخلیق: مسلمانوں کو کلامِ اقبال کی اہمیت سے آگاہ کرنا تاکہ وہ اس پر عمل پیرا ہو کر حالات کا مقابلہ کر سکیں۔

(۱) راقم الحروف کے نزدیک 'قتلِ حسینؓ' لکھنا مناسبِ حال نہ تھا۔ مقامِ ادب ہے 'شہادتِ حسینؓ' ہونا چاہیے تھا۔ متداول نقش میں خالقِ غزل کو 'مقامِ شبیری' سوجھا تو نقش اول منسوخ کر دیا۔ علاوہ ازیں نقش اول کی تفہیم ذرا مشکل تھی۔ متداول نقش میں کسی الجھاؤ کے بغیر براہِ راست (سیدھے سبھاؤ) بات کہہ دی گئی ہے جس نے مصرع میں سادگی کا حسن پیدا کر دیا ہے۔

(۲) مصرع اول کے نقش اول میں لفظ 'منصفی' کی وضاحت نہ تھی اس لیے اسے ترک کر دیا گیا۔ متداول مصرع میں شاعر نے لفظ 'خلعت' کو 'قبا' میں بدلا۔ 'منصفی' کو 'علِم و ہنر' کے قالب میں بدلا۔ بہ اعتبارِ تخیّل مصرع ثانی کا معیار بہت بلند ہو گیا۔

مصرع ثانی کے نقش اول میں لفظ 'اپنی' تفہیمِ مصرع میں باعثِ دقت تھا۔ شاعر اس سے مطمئن نہ ہوئے تو انھوں نے متذکرہ بالا لفظ کو 'تھی میری' میں بدل کر مصرع کی وضاحت میں اضافہ کر دیا۔

(۳) شاعر نے اس شعر میں 'پاؤں میں اک تار' کا جو کنایہ استعمال کیا ہے اس کی وجہ سے شعر میں ابہام پیدا ہو گیا تھا۔ مصرع دوم کے نقشِ اول میں 'کہن دامی' کی ترکیب بھی اردو کی حد تک نامانوس تھی۔ مذکورہ بالا وجوہات کے باعث شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۱۲)

(م) صدائے مرغِ چمن ہو گئی نشاط انگیز [۱]
....

ضمیرِ لالہ مئے لعل سے ہوا لب ریز
اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز!

بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بِساط اپنی
کِیا ہے اس نے فقیروں کو وارثِ پرویز!

پرانے ہیں یہ ستارے، فلک بھی فرسُودہ
جہاں وہ چاہیے مجھ کو کہ ابھی نَوخیز!

کسے خبر ہے کہ ہنگامۂ نُشور ہے کیا
تری نگاہ کی گردش ہے میری رُستا خیز!

(م) نہ چھین مجھ سے مرا آہِ سحَر گاہی (۲)
....

نہ چھین لذتِ آہِ سحَر گہی مجھ سے
نہ کر نگہ سے تغافُل کو التفات آمیز!

دلِ غمیں کے موافق نہیں ہے موسمِ گُل
صدائے مرغِ چمن ہے بہت نَشاط انگیز!

حدیثِ بے خبَراں ہے، تو با زمانہ بساز
زمانہ با تو نسازد، تو با زمانہ ستیز![۳]

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۸	۱۴	۳۰/۳۵۴	۔
۲	غزل نمبر	۰۹	۱۲	۱۲۔ حصہ اول	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۲	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مسلم معاشرہ پر تہذیبِ جدید کے اثرات۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو عشقِ حقیقی اختیار کرنے کی ترغیب دینا۔

(۱) نقش اول کا تخیل خوب تھا اس لیے اس میں معمولی ترمیم کرنے کے بعد شاعر نے اسے شعر نمبر ۶ کا مصرع دوم بنا دیا۔

(۲) نقش اول کا جزوِ آخر 'مرا آہِ سحر گاہی' شاعر کی تنقید پر پورا نہ اترا۔ اس لیے انھوں نے اسے ترک کر دیا۔ بعد ازاں لفظ 'آہ' کو 'لذت' میں بدل کر نقش دوم متداول تخلیق کیا گیا۔

(۳) اس غزل کے مقطع میں اقبال نے مسعود سعد سلمان کے قصیدے: "ستایش سیف الدولہ محمود" کے نویں شعر کے مصرع ثانی کو ادنیٰ تغیر کے ساتھ تضمین کیا ہے۔ جب کہ مسعود سعد سلمان کا شعر مکمل شکل میں یہ ہے:

اگر سپہر بگردد ز حال خود تو مگرد
و گر زمانہ نسازد تو با زمانہ بساز!

(دیوان مسعود سعد سلمان: (مرتب) رشید یاسمی، ص ۲۹۴)

مسولینی (۱)

نُدرتِ فکر و عمل کیا شے ہے، ذوقِ انقلاب!
نُدرتِ فکر و عمل کیا شے ہے، ملت کا شباب!

نُدرتِ فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی
(م) ندرتِ فکر و عمل سے ذوقِ سنگِ خارا لعلِ ناب (۲)
ندرتِ فکر و عمل سے سنگِ خارا لعلِ ناب!

رومۃ الکبریٰ (۳)! دگرگُوں ہو گیا تیرا ضمیر
ایں کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بہ خواب! (۴)

چشمِ پیرانِ کُہن میں زندگانی کا فَروغ
نوجواں تیرے ہیں سوزِ آرزو سے سینہ تاب!

یہ مَحبّت کی حرارت، یہ تمنا، یہ نُمود
فصلِ گُل میں پھول رہ سکتے نہیں زیرِ حجاب!

نغمہ ہائے شوق سے تیری فَضا معمور ہے
(م) زخمہ ور کا منتظر تھا اگر تیری فطرت کا رباب[۵]
زخمہ ور کا منتظر تھا تیری فطرت کا رباب

فیض یہ کس کی نظر کا ہے، کرامت کس کی ہے؟
وہ کہ ہے جس کی نِگہ مثلِ شعاعِ آفتاب!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۸	۱۲۸	۱۵۶/۴۸۰	۔
۲	نظم نمبر	×	۔	۳۲	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۳	۔	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی پسِ منظر: ۱۹۳۵ء میں لکھی جانے والی نظم ’’مسولینی‘‘ میں اقبال اٹلی میں برپا ہونے والے انقلاب پر حیران ہوتے ہیں اور مسولینی کی ’’ندرت فکر و عمل‘‘ کو سراہتے ہوئے اس کی نگاہ کو ’مثلِ شعاعِ آفتاب‘ قرار دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس وقت تک مسولینی کی جارحانہ سیاست سامنے نہ آئی تھی اور وہ محض ایک انقلابی شخصیت کے طور پر منظر سیاست پر تھا۔ اقبال اس کی شخصیت کے اسی انقلابی رخ سے متاثر تھے۔ بعد ازاں جب اس نے حبشہ پر چڑھائی کی تو اقبال نے اس کے فعل کی سخت مذمت کی۔

ii۔ تخلیقی محرک: مسولینی کے کردار میں فکر و عمل کا عنصر۔

iii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو اپنے اندر مسولینی جیسا عزم اور حوصلہ پیدا کرنے کی تلقین کرنا۔

(۱) مسولینی: مسولینی ۱۸۸۳ء میں ملک اطالیہ کے صوبہ فارنی کے ایک قصبہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ لوہار تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ایک مدرَسہ میں ملازم ہو گیا۔ چند ماہ کے بعد استعفیٰ دے کر سوئٹزر لینڈ چلا گیا۔ وہاں اخبار نکالا اور ہنگامہ برپا کر دیا۔ وہاں سے نکل کر آسٹریا پہنچا۔ وہاں سے نکالا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں اطالیہ میں واپس آیا اور حکومت کے خلاف ایجی ٹیشن کی شروع کی جس کی پاداش میں قید کیا گیا۔ رہائی کے بعد سوشلزم کو خیر آباد کہہ دیا اور وطن پرست بن گیا۔ ۱۹۱۵ء میں فوج میں بھرتی ہو کر تین سال میں کارل پورل کے عہدے تک

پہنچ گیا۔ ۱۹۱۸ء میں پھر اخبار نکالا اور فاشیت کی تبلیغ کا لیڈر بن گیا۔ چنانچہ اس کی بدولت ۱۹۲۲ء میں روم میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں ہٹلر سے اتحاد قائم کر لیا۔ ۱۹۴۰ء میں انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ ۱۹۴۳ء میں بغاوت کے نتیجے میں قید کر دیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں جرمنی کی مدد سے دوبارہ برسرِ اقتدار آگیا۔ ۱۹۴۵ء میں قوم پرستوں کے ہاتھوں گرفتاری کے بعد قتل کر دیا گیا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تلمیحاتِ اقبال: سید عابد علی عابد، ص ۲۴۷

ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۶۸۵

ج۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۳۸۷

د۔ مطالعہ تلمیحات و اشاراتِ اقبال: اکبر حسین قریشی، ص ۲۸۸۔ ۲۸۹

(۲) لفظ 'ذوق' کے بے محل اور حشو ہونے کے باعث نقش اول کو قلم زد کر دیا گیا۔

(۳) یہ لفظ یاے مجہول سے کتابت ہوتا رہا ہے۔ شاعر نے بیاض میں اسی طرح لکھا ہے لیکن مسودہ میں یاے معروف سے کتابت کیا ہے۔

(۴) شاعر نے شعر نمبر ۳ کے مصرع ثانی کو انوری کے قصیدے: "بمدح الصدر الکبیر مجد الدین ابوالحسن العمرانی" کے مطلع کے مصرع اول کو اٹلی کے انقلاب کے حوالے سے نہایت موزوں طور پر تضمین کرتے ہیں۔ انوری کے قصیدے کا مطلع دیکھیے:

این کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب
خویشتن را در چنیں نعمت پس از چندین عذاب (۱۴۴)

(دیوانِ انوری؛ (مرتبہ) سعید نفیسی، ص ۱۷)

ضربِ کلیم میں بھی سیاستِ مشرق و مغرب کے عنوان کے تحت نظم مسولینی تخلیق کی گئی ہے جس میں اس کی زبان سے ملوکیت پر طنز کی گئی ہے۔

(ضربِ کلیم: (مشمولہ) کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۱۶۱/ ۶۶۱)

(۵) نقش اول میں لفظ 'اگر' حشو ہے۔ اس سقم کے باعث شاعر نے اپنی ابتدائی کاوش کو ترک کر دیا۔

(۱۳)

وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی! — مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نَے نوازی!

میں کہاں ہوں تُو کہاں ہے، یہ مکاں کہ لامکاں ہے؟ — یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تری کرشمہ سازی؟

(م) کبھی ہائے و ہوئے رومیؔ ــــــ؟[۱]

اسی کش مکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں — کبھی سوز و سازِ رومیؔ، کبھی پیچ و تابِ رازی!

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں — اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہ بازی!

نہ زباں کوئی غزل کی، نہ زباں سے باخبر میں — کوئی دل کشا صدا ہو، عجمی ہو یا کہ تازی!

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا — یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی!

(م) جو بشر کو دیکھتے ہیں وہ الگ ہیں کارواں سے[۲]

کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیرِ کارواں میں نہیں خُوئے دل نوازی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	صفحہ نمبر	۰۸	۱۵	۳۵۴/۳۰	ـ
۲	غزل نمبر	۱۰	۱۳	۱۳۔ حصہ اول	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: تہذیبِ یورپ سے متاثرہ قوم۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم پر واضح کرنا کہ انھیں زمانہ حال میں حقیقی قیادت میسر نہیں اور وہ کلامِ اقبال سے استفادہ نہیں کر رہے۔

(۱) نقش اول میں 'ہائے و ہوئے' کی ترکیب کلامِ شاعر سے فروتر ہونے کے باعث ترک کر دی گئی۔

(۲) نقش اول کا جزوِ اول 'جو بشر کو دیکھتے ہیں' کا جملہ بر محل نہ تھا اس لیے شاعر نے پورا مصرع حذف کر دیا۔

(۴۴)

....
(م) وہ زمانہ کہ ابھی پردۂ اَفلاک میں ہے

(م)۱۔ خبر اس کی میرے نالۂ بے باک میں ہے
۲۔ کچھ نشاں اس کا میرے نالۂ بے باک میں ہے[۱]

حادثہ وہ جو ابھی پردۂ اَفلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینۂ[۲] ادراک میں ہے

(م) یہ بات جو گردشِ دوراں کو دگر گوں کر دے
وہ ابھی میرے نہاں خانۂ ادراک میں ہے[۳]

نہ ستارے میں ہے، نَے گردشِ اَفلاک میں ہے
تیری تقدیر مرے نالۂ بے باک میں ہے

یا مری آہ میں کوئی شررِ زندہ نہیں
یا ذرا نم ابھی تیرے خس و خاشاک میں ہے

کیا عجب میری نوا ہاے سحَر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے

توڑ ڈالے گی یہی خاک طِلِسمِ شب و روز
گرچہ اُلجھی ہوئی تقدیر کے پے چاک میں ہے!

(م) اشک جو سَیلِ حوادث کو دگر گوں کر دے
ابھی گرویدہ کسی دیدۂ نم ناک میں ہے![۴]□

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۸	٦٦	٦٨/۳۹۲	ـ
۲	غزل نمبر	۱۱	۴۴	۴۴۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	۰۱

i۔ تخلیقی محرک: قوم پر مغربی افکار کے اثرات۔

ii۔ مدعاے تخلیق: کلامِ اقبال کی اہمیت سے آگاہی۔

(۱) نقش اول، مصرع اول کے جزوِ اول کے الفاظ 'وہ زمانہ' باعثِ ابہام تھے اس لیے شاعر نے اس نقش کو متداول نقش سے بدل دیا۔
مصرع ثانی، نقش اول میں لفظ 'خبر' نقش دوم میں 'نشان' اور 'نالۂ بے باک' کی ترکیب شاعر کی اپنی تنقید کی زد میں آئے۔ ان الفاظ کو نقش سوم میں 'عکس' اور 'آئینۂ ادراک' سے خالقِ غزل نے بدل دیا۔ گویا 'تصورِ آہ وفغاں' کو 'فہم و فراست' میں بدل دیا۔ فکری اعتبار سے مصرع کے معیار کو بلند کر دیا۔

(۲) ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے ''آئنہ'' لفظ کو درست اور ''آئینہ'' لفظ کو غلط قرار دیا ہے۔ (تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، ص ۳۰) یہ لفظ خود شاعر نے بیاض اور مسودہ میں ''آئینہ'' لکھا ہے، بعد کے جملہ کاتبین نے شاعر کی اتباع کی ہے۔ (پروین، ص ۹۴، صدیقی، ص ۶۴) تدوینِ نو میں درست املا کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۳) نقش اول کے اس شعر میں 'یہ بات' کے الفاظ باعثِ ابہام تھے۔ غالباً انھیں الفاظ کی بنا پر شعر کو ترک کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں 'گردشِ دوراں' کو 'دگرگوں' کرنے کا تصور بھی خلافِ واقع ہے۔

(۴) وہ آنسو جو امتِ مسلمہ پر گزرنے والے پے در پے حادثات کو روک دیں ابھی کسی آنکھ میں نہیں ڈھلے۔ اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے 'دیدۂ نم ناک' کا سہارا لیا گیا۔ لیکن لفظ 'گرویدہ' نے ابلاغ میں رکاوٹ ڈال دی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ 'دیدۂ نم ناک' تھا کس کا؟ اور اس سے حوادث کا رخ کس طرح موڑا جا سکتا ہے۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۹)

(۱۱)

تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ
وہ ادب گہِ مَحبّت، وہ نگہ کا تازیانہ!

یہ بُتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرَسے میں
نہ ادائے کافرانہ، نہ تراشِ آزرانہ!

نہیں اس کھلی فَضا میں کوئی گوشۂ فراغت
یہ جہاں عجب جہاں ہے، نہ قفَس نہ آشیانہ!

رگِ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی
کہ عجم کے مے کدوں میں نہ رہی مئے مغانہ!

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں — نہ گلہ ہے دوستوں کا، نہ شکایتِ زمانہ!

مرے ہم صفیر اسے بھی اثرِ بہار سمجھے — انھیں کیا خبر کہ کیا ہے، یہ نوائے عاشقانہ!

مرے خاک وخوں سے تُو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا — صِلۂ شہید کیا ہے، تب و تابِ جاودانہ!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۹	۱۳	۳۵۳/۲۹	ـ
۲	غزل نمبر	۱۲	۱۱	۱۱ـ حصہ اول	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: نژادِ نو پر یورپی اثرات۔

ii۔ مدعائے تخلیق: ملت کے جوانوں کے لیے حق تعالیٰ سے فضل وکرم کی دعا کرنا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۷۵

(۵۲)

(م) یہ خویش بازی، وہ مہرہ بازی — (م) ہے کون شاطر؟ رومیؔ کہ رازی؟[۱]

نَے مُہرہ باقی، نَے مُہرہ بازی — جیتا ہے رومیؔ، ہارا ہے رازی!

(م) باقی ہے جامِ جمشید اب تک[۲] — ....

روشن ہے جامِ جمشید اب تک — شاہی نہیں ہے بے شیشہ بازی!

دل ہے مسلماں میرا نہ تیرا — تُو بھی نَمازی، میں بھی نَمازی!

میں جانتا ہوں انجام اس کا — جس معرکے میں مُلّا ہوں غازی!

ترکی بھی شیریں، تازی بھی شیریں — حرفِ مَحبّت، ترکی نہ تازی!

آزر کا پیشہ خارا تراشی کارِ خلیلاں خارا گدازی!

تُو زندگی ہے، پایندگی(۳) ہے
باقی ہے جو کچھ، سب خاک بازی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۹	۷۴	۳۹۷/۷۳	۔
۲	غزل نمبر	۱۳	۵۲	۵۲۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	۔	۰۲
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	×

i۔ تخلیقی محرک: مسلمانوں کے ہاں دین سے بے گانگی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: جذبۂ عشق یا اخلاصِ کامل سے اسلامی تعلیمات کو اپنانے کی ترغیب دینا۔

(۱) اس شعر کے ترک کیے جانے کا باعث 'خویش بازی' اور 'شاطر' کے الفاظ کا رومی اور رازی جیسی قابلِ احترام شخصیات کے لیے مناسبِ حال نہ ہونا بنا۔

(۲) نقش اول میں 'باقی ہے' کے الفاظ خلافِ واقع ہونے کی وجہ سے مصرع کو قلم زد کر دیا گیا۔

(۳) درست املا "پایندگی" ہے، یہ لفظ بیاض میں اسی طرح نقل ہے، مسودہ میں حرف "ء" سے املا کیا گیا ہے، صدیقی نے یہ لفظ حرف "ی" سے نقل کیا ہے، جمیل رقم نے دوبارہ "ء" سے کتابت کر دیا ہے۔

وضاحتِ املا کے لیے دیکھیے:

ا۔ فرہنگِ تلفظ: شان الحق حقی، ص ۲۱۴

ب۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۱۵۲

(۴۳)

مکتبوں میں کہیں رعنائیِ اَفکار بھی ہے؟ خانقاہوں میں کہیں لذّتِ اَسرار بھی ہے؟

منزلِ راہ رواں دُور بھی، دشوار بھی ہے
کوئی اس قافلے میں قافلہ سالار بھی ہے؟

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین ووطن
اس زمانے میں کوئی حیدرؓ کرّار بھی ہے؟

علم کی حد سے پرے، بندۂ مومن کے لیے
لذّتِ شوق بھی ہے، نعمتِ دیدار بھی ہے

پیرِ مے خانہ یہ کہتا ہے کہ اَیوانِ فرنگ
سُست بنیاد بھی ہے، آئنہ دیوار بھی ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیاتِ اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۹	۲۵	۶۸/۳۹۲	ـ
۲	غزل نمبر	۱۴	۲۵	۴۳۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: نظریۂ وطنیت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: مسلمان قیادت کو نظریۂ دین ووطن کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

(۴۲)

خودی ہو عِلم سے مُحکم تو غیرتِ جبریلؑ
اگر ہو عشق سے مُحکم تو صُورِ اسرافیلؑ

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ مَیں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ

فریب خوردۂ منزل ہے کارواں، ورنہ
زیادہ راحتِ منزل سے ہے نشاطِ رحیل!

نظر نہیں تو مرے حلقۂ سَخُن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثالِ تیغِ اصیل

....
(م) کہاں حجاب کی لذّت، کہاں حجابِ دلیل! ○ (۱)

مجھے وہ درسِ فرنگ آج یاد آتے ہیں
کہاں حُضور کی لذّت، کہاں حجابِ دلیل!

(م) علیؓ کے عِلم پہ حجت تھی ذوالفقارِ علیؓ
غرض کہ دعویِٰ صوفی ہے بے قیاس ودلیل ○ □ (۲)

(م)۱۔ کہا گیا ہے تجھے، اپنے قافلے سے نہ ہو جُدا ....
۲۔ اندھیری شب ہے، جدا اپنے کارواں سے ہے تُو (۳) ....

اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تُو ترے لیے ہے مرا شعلۂ نوا، قِندیل (۴)

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۹	۶۴	۶۷/۳۹۱	ـ
۲	غزل نمبر	۱۵	۴۲	۴۲۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	۰۱	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	ـ	۰۱

i۔ تخلیقی پسِ منظر: تہذیبِ فرنگ پر 'عقل' کے اثرات۔
یہ غزل انگلستان میں علامہ اقبال کے زمانۂ طالب علمی کا حاصل معلوم ہوتی ہے۔

ii۔ مدعائے تخلیق: عشق کے ثمرات کی وضاحت کرنا۔
یورپ سے واپسی کے بعد اقبال نے قرآن حکیم اور مثنوی رومیؒ کا مطالعہ شروع کیا۔ آپ اس حقیقت سے آگاہ ہوئے کہ ایمان باللہ کا ذریعہ عقل نہیں ہے بلکہ قلب ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ رومی و اقبال در حکمتِ قرآن: عمران لیاقت حسین، س ن
ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۰۱

(۱) نقش اول میں 'حجاب کی لذّت' اور 'حجابِ دلیل' میں باہمی مطابقت کے فقدان کے باعث شاعر نے اس مصرع کو قلم زد کر دیا۔

(۲) پہلے اس شعر کو قلم زد کر دیا لیکن مسودے میں اسے بحال کر دیا۔ تاہم بالِ جبریل میں اسے شامل نہیں کیا۔

صوفی اپنی تائید میں حضرت علیؓ کے اقوال پیش کرتا ہے لیکن حضرت علیؓ نرے صوفی (زاہد خشک) ہی نہ تھے۔ ضرورت پڑنے پر تلوار کے جوہر بھی دکھاتے تھے۔ لہٰذا صوفیا کی 'رہبانیت' بے دلیل ہے۔ یہاں صوفی کے دعوے کی وضاحت کماحقہ' نہیں ہو سکی۔ مضمون اچھا تھا لیکن ذہن مشرکین کے اس الزام کی طرف راجع تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ غالباً اسی نقص کی وجہ سے یہ شعر خارج کر دیا گیا۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص۲۵۹)

(۳) نقش اول، مصرع اول میں خطابیہ انداز اپنایا گیا ہے۔ یہ انداز غزل کے مجموعی انداز سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے اس نقش کو ترک کر دیا گیا۔ نقش دوم میں لفظ 'کارواں' کو نقش سوم متداول کے لفظ 'قافلے' سے بدل دیا۔ غالباً ضرورتِ شعری کے باعث نقش دوم کو ترک کر دیا گیا۔

(۴) لفظ ''قَندیل'' غلط العام ہے۔ درست تلفظ ''قِندیل'' ہے۔

(المنجد فی اللغۃ والاعلام: ص۶۵۷)

(۱۰)

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی | مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی!

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا، نہ وہ دنیا | یہاں مرنے کی پابندی، وہاں جینے کی پابندی!

(م) حجاب اولیٰ ہے.........................[1] | ....

حجاب اِکسیر ہے آوارۂ کُوے محبّت کو | مِری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی!

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی | سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی؟

.... | (م)۱۔ سکھایا میں نے غبارِ راہ کو رازِ الوندی
۲۔غبارِ راہ کو میں نے سکھایا رازِ الوندی![2]

(م) نگاہِ مردِ سلطانی میں مری تقصیر ہے اتنی |

زیارت گاہِ اہلِ عزم و ہمت ہے لحَد میری | کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی!

مری مشّاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو | کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی!

(م) تسلی دوں تو دل کی نا امیدی اور بڑھتی ہے عِتاب آمیز تھی خلوت میں بھی تیری شکر خندی! ○ (۳)

گزر اوقات (۴) کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
(م) کہ شاہیں کو نہیں آتا طریقِ آشیاں بندی! (۵)
کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۹	۱۲	۳۵۲/۲۸	۔
۲	غزل نمبر	۱۵	۰۱	۱۰۔ حصہ اول	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: عشقِ حقیقی کا حق کیسے ادا کیا جائے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: اولادِ آدم کے لیے مقامِ بندگی کی اہمیت واضح کرنا۔
یا یہ واضح کرنا کہ 'مقامِ بندگی انسان کا جوہر ذاتی ہے'۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ مطالبِ بالِ جبریل؛ یوسف سلیم چشتی، ص ۲۲
ب۔ عشقِ حقیقی: سید سیار محمد قادری (مشمولہ) اقبال اور نظریہ خودی، ص ۵۸۔۵۹

(۱) نقش اول میں 'حجاب' کے لیے 'اولیٰ' کا استعمال بر محل نہ تھا۔ اس لیے شاعر نے اس نقش کو ترک کر دیا۔

(۲) مصرع اول کے نقش اول کو مدعائے شاعر کے ساتھ مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔ مصرع دوم کے نقش اول اور نقش دوم میں 'غبارِ راہ' اور 'سکھایا' کے الفاظ شاعر کے محلِ نظر تھے۔ انھوں نے ان دونوں الفاظ میں ترمیم کرتے ہوے بالترتیب 'خاکِ راہ' اور 'بتایا' کے الفاظ میں بدل کر متداول نقش تخلیق کیا۔

(۲) تخلیقِ شعر کے بعد جب شاعر نے تنقیدی جائزہ لیا، یہ بات باعثِ حیرت تھی کہ خلوت میں مسکراہٹ کیسے تبدیل ہو جاتی ہے؟ یہ عجزِ بیاں ترکِ شعر کا باعث ہوا۔ واضح رہے کہ اس شعر کو شاعر نے مسودہ میں قلم زد کیا۔

(۳) جمیل رقم سے لفظ 'گزر اوقات' سہواً 'لزر اوقات' تحریر ہو گیا، گ کی کششیں لگانا بھول گئے۔ تدوینِ نو میں اصلاح کر دی گئی ہے۔ بیاض، مسودہ اور جملہ کاتبین نے یہ لفظ درست املا میں تحریر کیا ہے۔ واضح رہے کہ ہر دو کاتبین نے یہ لفظ 'ذ' کے ساتھ کتابت کیا ہے۔

(پروین، ص۲۱، صدیقی، ص۱۴)

(۴) نقش اول میں شاعر نے 'شاہین کو طریقِ آشیاں بندی کا نہ آنا' لکھا۔ اس تاثر سے شاہین کے کردار میں کمزوری کا پہلو نکلتا ہے۔ نقش دوم متداول میں 'شاہین کے لیے کارِ آشیاں بندی باعثِ ذلت ہے' کا تصور پیش کیا۔

(۴۸)

....	(م)۱۔بات جو کسی درویش کی نگاہ میں ہے ۲۔ وہ جو بات ہر کسی درویش کی نگاہ میں ہے (۱)
نہ تخت و تاج میں، نَے لشکر و سپاہ میں ہے	جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
(م) جو سنگِ راہ ہے تیرا وہ ہے صنَم، تُو خلیل + (۲)	....
صنَم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل	یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ 'لَآ اِلٰہ'(۳) میں ہے
(م) ترا جہاں ہے ترا، جِس کو تُو کرے پیدا (۴)	....
وہی جہاں ہے تِرا، جس کو تُو کرے پیدا	یہ سنگ و خِشت نہیں، جو تری نگاہ میں ہے
(م) مہ و ستارہ سے منزل ہے دور جس کی + (۵)	....
مہ و ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا	وہ مُشتِ خاک ابھی آوار گانِ راہ میں ہے
(م)۱۔ خبر یہ پہنچی ہے کوے فرنگ سے مجھ کو ۲۔ خبر یہ مِلی ہے کوے آسماں سے مجھے (۶)	....
خبر مِلی ہے خدایانِ بحر و بَر سے مجھے	فرنگ رہ گزرِ سَیلِ بے پناہ میں ہے

مرے کدُو کو غنیمت سمجھ کر بادۂ ناب ‏ ‏ نہ مَدرَسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے

تلاش اس کی فَضاؤں میں کر نصیب اپنا
جہانِ تازہ مِری آہِ صبح گاہ میں ہے

حواشی وتعلیقات

کیفیت	کلیات اکادمی	مسودہ	بیاض پنجم	عنوانات	نمبر شمار
۔	۳۹۵/۱۷	۷۰	۰۹	نمبر شمار صفحات	۱
۔	۴۸۔ حصہ دوم	۴۸	۱۷	غزل نمبر	۲
۱+۰۴	۔	۰۲	۱+۰۲	اصلاح شدہ اشعار	۳
×	۔	×	×	متروکہ اشعار	۴

i۔ تخلیقی محرک: امتِ مسلمہ پر مادیت پرستی کے سائے اور رہ نمائی کا فقدان۔

ii۔ مدعاے تخلیق: کلامِ اقبال کی طرف متوجہ کرنا۔

(۱) نقش اول مہمل ہے نقش دوم مصرع نہیں بلکہ شاعر کا خیال نظر آتا ہے جسے وہ شعر کے قالب میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ اصلاح کے بعد متداول نقش تخلیق کیا گیا۔

(۲) نقش اول، مصرع اول میں فکری ابہام تھا۔ اس نقص کو دور کرنے کے لیے نقش دوم متداول تخلیق کیا گیا۔ نقش اول کے جزوِ اول میں انفرادی پہلو نمایاں ہے۔ متداول نقش میں لفظ 'جہاں' استعمال کر کے شاعر نے مصرع کے فکری کینوس کو بہت وسعت عطا کر دی ہے۔

(۳) جمیل رقم نے 'لا اِلٰہ' بغیر چھوٹی مد کے رقم کیا ہے۔ شاعر نے اعراب نہیں دیے۔ صرف صدیقی نے درست کتابت کی ہے۔

(۴) نقش اول، مصرع اول کے جزوِ اول کا جملہ ' تیرا جہاں ہے تیرا' بے معنی سا معلوم ہوتا ہے۔ شاعر نے متداول نقش میں اس جملہ کو 'وہی جہاں ہے ترا' میں بدل کر با معنی بنا دیا ہے۔

(۵) نقش اول میں لفظ 'منزل' محلِ نظر ہے۔ متداول نقش میں متبادل لفظ 'مقام' کا انتخاب کیا گیا ہے۔ 'منزل' پر عارضی یا وقتی ٹھہراؤ ہوتا ہے مستقلاً نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ 'منزل' کا محل نہ ہونے کے باعث شاعر نے مذکورہ مصرع کو قلم زد کر دیا۔

(٦) ابتدائی متروکہ دونوں نقوش بالترتیب 'خبر' کا 'کوے فرنگ' اور 'کوے آسماں' سے ملنا مصرع ثانی کی وضاحت کے لیے موزوں تراکیب نہ تھیں۔ متداول نقش میں 'خبر کا خدایانِ بحر وبر سے ملنا' شاعر کا بے حد خوبصورت تخیّل ہے جو ایک صاف، واضح اور جامع پیغام کا حامل ہے۔

(۹)

مٹا دیا مرے ساقی نے عالَمِ من و تُو
پلا کے مجھ کو مئ 'لَآ اِلٰہَ☆ اِلَّا ھُو'

(م)نہ مے، نہ ساقی، نہ ہوش، نہ فطرت خوش تر خواں[۱]
....

نہ مے، نہ شعر، نہ ساقی، نہ شورِ چنگ و رباب
شُکوتِ کوہ و لبِ جوے و لالۂ خود رُو!

(م)۱۔مقامِ مردِ قلندر بلند ہے اتنا
....
۲۔ فقیرِ مے کدہ کی شانِ بے نیازی دیکھ![۲]
....

گداے مے کدہ کی شانِ بے نیازی دیکھ!
پہنچ کے چشمۂ حیوَاں پہ توڑتا ہے سُبو!

مرا سُبوچہ غنیمت ہے اس زمانے میں
کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدُو!

میں نَو نیاز ہوں، مجھ سے حجاب ہی اَولیٰ
کہ دل سے بڑھ کے ہے میری نگاہ بے قابو!

اگرچہ بحر کی موجوں میں ہے مقام اس کا
صفاے پاکیِ طینت سے ہے گُہَر کا وُضو!

جمیل تر ہیں گُل و لالہ فیض سے اس کے
نگاہِ شاعرِ رنگیں نوا میں ہے جادو!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۰	۱۱	۳۵۲/۲۸	ـ
۲	غزل نمبر	۱۸	۰۹	۹۔حصہ اول	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ

☆ دیکھیے غزل، ص ۶۷

۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: علامہ اقبال نے اس غزل کا تخیل شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے کردار اور فکر وافکار سے لیا ہے۔ آپؒ عِلم و عقل پر الہام ووجدان کو ترجیح دیتے تھے۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ تکمیلِ خودی کے لیے مرشدِ کامل کی راہ نمائی بڑی ضروری ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
اقبال شاعر و مفکر: نورالحسن نقوی، ص۱۱۹

(۱) نقش اول کو طوالت اور ابہام کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۲) نقش اول خوب تھا۔ مصرع بے محل ہونے کے باعث متداول کلام سے خارج کر دیا گیا۔ نقش دوم 'فقیرِ مے کدہ' کی اصطلاح سے شاعر مطمئن نہ ہوئے۔ نقش سوم متداول میں انھوں نے 'فقیر' کو 'گدا' میں بدل دیا۔

فلسفہ و مذہب

م ع: (۱) حکیم و عارف

(تضمین شعرِ غالبؔ)

(۲) غزل (۲۱)[۱]

(م) ۱۔ میرا مقام ہے مری رہ گزر ہے یہ؟
۲۔ اپنے وطن میں ہوں کہ فقط رہ گزر ہے مری[۲]

اپنے وطن میں ہُوں کہ غریبُ الدّیار ہوں
ڈرتا ہُوں دیکھ دیکھ کے اس دشت و در کو مَیں

کُھلتا نہیں مِرے سفَرِ زندگی کا راز
لاؤں کہاں سے بندۂ صاحب نظر کو مَیں

حیراں ہے بو علی کہ میں آیا کہاں سے ہوں
(م) رومیؔ کی جُست جُو ہے کہ جاؤں کدھر کو میں[۳]
رومیؔ یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں!

(م) چلتا ہوں چند گام ہر اک راہ بر کے ساتھ(۴)

جاتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہ رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہ بر کو میں (۵)

یہ آفتاب کیا، یہ سپہرِ بریں ہے کیا!
سمجھا نہیں تسلسلِ شام و سحَر کو میں

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۰	۱۲۵	۱۵۴/۴۷۸	ـ
۲	نظم نمبر	۲۲	ـ	۲۹	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	۰۱	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: حیاتِ انسانی کی راہ نمائی میں فلسفہ کی ناکامی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: فلسفہ اور مذہب میں حیات وکائنات کی تفہیم کے فرق کی وضاحت کرنا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ تفہیم بالِ جبریل: عبدالرشید فاضل، ص۳۸۹
ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص۲۷۷

(۱) نقش اول کا عنوان نظم کے تخلیقی مدعا کی وضاحت کرنے سے قاصر تھا۔ نقش دوم کا عنوان شاعر کے پیغام کی موثر ترجمانی کا باعث نہ تھا۔ ان وجوہ کی بنا پر شاعر نے ابتدائی عنوانات کو رد کر دیا۔

(۲) نقش اول اور دوم میں ''مقام'' اور اپنے وطن کے لیے ''رہ گزر'' کی اصطلاح میں باہمی مطابقت کا فقدان ہے۔ اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے شاعر نے نقش سوم متداول تخلیق کرنے پر توجہ دی۔

(۳) نقش اول میں لفظ ''جستجو'' مناسبِ حال نہ تھا۔ اس لیے نیا مصرع تخلیق کرتے ہوئے شاعر نے لفظ ''سوچنا'' کا انتخاب کیا۔

(۴) نقشِ اول میں 'چند گام کے لیے ہر اک راہ بر' کا تخیل خلافِ واقع ہے۔ اس لیے شاعر نے متبادل متداول مصرع تخلیق کیا۔

(۵) علامہ اقبال نے غالب کے ایک شعر کو اپنی بے چینی و اضطراب کے اظہار کے لیے قدرے تصرف کے ساتھ تضمین کیا ہے۔ غالب نے مصرع اول میں "جاتا ہوں" کی بجاے "چلتا ہوں" اور "راہ رو" کی جگہ "تیز رو" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ غالب کا شعر حسبِ ذیل ہے:

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہ بر کو میں

(دیوانِ غالب؛ (مرتبہ) حامد علی خان، ص ۸۱)

(۴۰)

(م) جہاں اس سے خوش تر ابھی اور بھی ہیں
ابھی اے مسافر! سفر اور بھی ہیں □[۱]

(م) گزر اس صنم خانۂ رنگ و بُو سے
مَحبّت کے مندر ابھی اور بھی ہیں □[۲]

اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقاماتِ آہ و فُغاں اور بھی ہیں

....
(م) ترے عشق کے امتحاں اور بھی ہیں [۳]

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

(م) اُلجھ کر اسی روز و شب میں نہ رہ جا [۴]
....

اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

گئے دن کہ تنہا تھا مَیں انجُمن میں
یہاں اب مِرے رازداں اور بھی ہیں

تہی، زندگی سے نہیں یہ فَضائیں
یہاں سیکڑوں کارواں اور بھی ہیں

قناعت نہ کر عالَمِ رَنگ و بُو پر
(م) ترے واسطے آشیاں اور بھی ہَیں [۵]
چمن اور بھی، آشیاں اور بھی ہیں

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۰	۶۲	۳۸۹/۶۵	ـ
۲	غزل نمبر	۲۰	۶۲	۴۰ـ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: ملتِ اسلامیہ کے اندر جمود کی کیفیت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو 'قوتِ عشق' سے آگاہ کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال اور معرکہ عشق: پروفیسر ہارون الرشید: (مشمولہ) اقبال جو اقبال ہے، ص ۱۲۰۔۱۲۸

ب۔ جذبۂ عشق اور تسخیرِ فطرت: یوسف حسین خان؛ (مشمولہ) روح اقبال، ص ۵۶۔۶۱

(۱،۲) ایسا لگتا ہے کہ ابتدا میں اس غزل کے قافیے 'سفر' اور 'خوش تر' وغیرہ تھے لیکن بعد میں قافیہ تبدیل کر دیا گیا۔ قافیہ کی تبدیلی کے باعث ان اشعار کی غزل موجود نہ تھی۔ تاہم نئی غزل میں شعر نمبر ۲ کے مصرع ثانی کا نقش دوم لفظ 'تیرے' کو 'ابھی' سے بدلنے کے بعد شعر نمبر ۴ کے مصرع ثانی کے طور پر متداول کلام کا حصہ بنا دیا گیا۔

(۳) نقش اول، مصرع ثانی میں لفظ 'ترے' محدود المعانی تھا۔ جو کہ ترکِ مصرع کا باعث بنا۔ متداول نقش میں شاعر نے متبادل لفظ 'ابھی' کا استعمال کر کے مصرع کے فکری زاویہ کو بے حد وسیع کر دیا ہے۔

(۴) نقش اول، مصرع اول میں تقدیم و تاخیر سے کام لے کر نقش دوم تخلیق کیا گیا۔

(۵) نقش اول، مصرع ثانی کا فکری زاویہ محدود نوعیت کا تھا۔ شاعر نے 'تیرے واسطے' کے الفاظ کو ترک کر کے 'چمن اور بھی' کے الفاظ کا انتخاب کیا۔ نقشِ نو متداول فکری وسعت کا حامل ہے۔

(۳۹)

تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحرِ قدیم گزر[۱] اس عہد میں ممکن نہیں بے چوبِ کلیم[۲]!

عقل عیّار ہے سَو بھیس بنا لیتی ہے — عشق بے چارہ نہ مُلّا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم!

عیشِ منزل ہے غریبانِ مَحبّت پہ حرام — سب مسافر ہیں، بظاہر نظر آتے ہیں مقیم

.... — (م)۱۔ کوہ و صحرا سے گزر سکتے ہیں مانندِ نسیم

(م)صحبتِ گُل سے گراں ہوا تو ورنہ — ۲۔ کوہ و وادی سے گزر سکتے ہیں مانندِ نسیم(۳)

ہے گراں سیر غمِ راحلہ و زاد سے تُو — کوہ و دریا سے گزر سکتے ہیں مانندِ نسیم(۴)

(م)۱۔ شیر مولا کی ہے میراث سدا گل سازی

۲۔مردِ درویش کی میراث ہے آزادی و مرگ(۵)

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ

ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زر و سیم

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۰	۶۱	۶۶/۳۸۹	ـ
۲	غزل نمبر	۱۹	۳۹	۳۹۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	×

i۔ تخلیقی محرک: اقوامِ عالم پر عقل کی کار فرمائی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: ’تصورِ عشق‘ کی اہمیت واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تصورِ عشق: حسن اختر ملک؛ (مشمولہ) اطرافِ اقبال، ص ۱۵۶۔۱۸۹

ب۔ تصورِ عشق: خلیفہ عبدالحکیم؛ (مشمولہ) تصوراتِ اقبال (مرتبہ۔ اسعد گیلانی) ص ۱۵۸۔۱۶۰

(۱) گزر: اس لفظ کو شاعر نے حرف ”ذ“ کے ساتھ نقل کیا۔ صدیقی تک اسی کا چلن رہا ہے، جمیل نے اسے حرف ”ز“ کے ساتھ لکھا ہے جو کہ درست ہے۔

(۲) اسمِ کلیم پر خط کا نشان اور ''علیہ السلام'' کی علامت ہونی چاہیے تھی۔ تدوینِ نو میں اس کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ قبل ازیں شاعر اور جملہ کاتبین نے خط اور علامت کے بغیر ہی کتابت کیا ہے۔

(۳) مصرع اول کے نقش اول میں 'صحبتِ گل سے گراں' ہونے کو شاعر نے مناسب نہ سمجھا۔ نقش دوم میں 'غمِ راحلہ و زاد' سے 'گراں سیر' ہونے کے تعلق کو جوڑا ہے جو ابتدائی نقش سے بہت بہتر ہے۔

مصرع ثانی کے تین نقش تخلیق کیے گئے۔ نقش اول میں 'کوہ و صحرا' نقش دوم میں 'کوہ و وادی' کی تراکیب آزمائیں۔ یہ تراکیب خود شاعر کے تنقیدی معیار پر پوری نہ اتریں۔ نقش سوم متداول کے لیے 'کوہ و دریا' کی ترکیب کا انتخاب موضوعِ غزل کو واضح کرنے کی کامیاب کاوش رہی۔

(۴) جمیل رقم نے حرف ''د'' کے نیچے اضافت کی زیر اہتمام نہیں کیا جو کہ مفہوم کی وضاحت کے لیے ضروری تھا۔ شاعر کے بشمول جملہ کاتبین نے اس کا اہتمام کیا ہے۔

(۵) نقش اول میں 'شیر مولا' کی ترکیب نامانوس ہونے کی بنا پر مصرع ترک کر دیا گیا۔ نقش دوم متداول کو 'مردِ درویش' کی مانوس ترکیب سے مزین کیا گیا۔

(۸)

کابل میں لکھے گئے

....	(م)۱۔ مُروّت شیوۂ کامرانی نہیں ہے مردانِ غازی کا
....	۲۔ مُروّت شیوہ نہیں دیرینہ مردانِ غازی کا [1]
مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا	مُروّت حسنِ عالَم گیر ہے مردانِ غازی کا
....	(م) سبق فولادگر کو دے رہے ہیں شیشہ سازی کا [2]
شکایت ہے مجھے یارب! خداوندانِ مکتب سے	سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا
(م)۱۔ عقابانِ فرنگی نہ ہوں کیوں کر بدگماں مجھ سے	....
۲۔ نہ ہوں کیوں کر عقابانِ فرنگی بدگماں مجھ سے	....
۳۔ عجب کیا ہے؟ کہ نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلے ○	....
۴۔ عجب کیا ہے؟ کہ نخچیروں کا اندازِ نظر بدلے ○	....

۵۔ عجب کیا ہے؟ کہ نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا ○[۳]
....

بہت مدت کے نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا — کہ مَیں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہ بازی کا

قلندر جُز دو حرفِ لاآلٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا — فقیہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

کہاں سے تُونے اے اقبالؔ! سیکھی ہے یہ درویشی — کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

(م) ا۔ کبھی رہ جائے گی افرنگ کی فولادکاری بھی
....

۲۔ کبھی رہ جائے گی افرنگ کی خارا شگافی بھی — کہ ہر ملت پہ آتا ہے زمانہ شیشہ سازی کا [۴]

(م) ا۔ حدیثِ عارف و مینا و مے آتی نہیں مجھ کو
۲۔ حدیثِ شاہد و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو[۵]

حدیثِ بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۰	۳۰	۳۶۸/۴۴	۔
۲	غزل نمبر	۲۱	۸	۸۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۴	۰۱	۔	۰۵
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	۔	۰۱

i۔ تخلیقی محرک: ’مردانِ غازی‘ کی تلمیح اس قیاس کو تقویت دیتی ہے کہ شاہِ افغانستان (نادر شاہ غازی) کی شخصیت سے شاعر کا متاثر ہونا ان اشعار کا حاصل ہے۔

ii۔ مدعائے تخلیق: مومن کی ’صفتِ بے نیازی‘ کو واضح کرنا ہے۔

(۱) نقش اول و دوم میں بالترتیب ’شیوۂ کامرانی‘ اور ’دیرینہ‘ کی اصطلاحات کا انتخاب کیا۔ ان کی ’مردانِ غازی‘ سے مطابقت نہ ہونے کے باعث ترک کر دیا۔ علاوہ ازیں ان دونوں نقوش میں لفظ ’میں‘ حشو ہے۔ نقش سوم کے جزوِ اول کو مکمل طور پر بدلتے ہوئے ’مروت حسنِ عالم گیر ہے‘ کا جملہ تخلیق کیا۔ اس نو تخلیق شدہ جملے کی مطابقت ’مردانِ غازی‘ سے بہت موزوں تھی۔ اس بنا پر شاعر نے اسے متداول کلام میں شامل کر لیا۔

(۲) نقش اول میں ابہام ہونے کے باعث اسے ترک کر دیا گیا۔ 'فولاد گر' کی ترکیب خالقِ غزل کے پیشِ نظر رہی ہو گی۔

(۳) نقش اول اور نقش دوم میں لفظی تغیر کے ساتھ 'عقابانِ فرنگی کی شاعر سے بدگمانی' کا تذکرہ کیا گیا۔ براہِ راست فرنگیوں پر تنقید کے باعث شاعر نے ان مصرعوں پر خطِ تنسیخ پھیر دیا۔

نقش سوم، چہارم اور پنجم میں وضاحتِ موضوع کے لیے شاعر نے 'نخچیر' کے لفظ کا انتخاب کیا۔ 'اندازِ نظر' بھی ان کے نزدیک محلِ نظر تھا۔ اس میں مزید ترمیم کے بعد 'اندازِ نظر' کو 'اندازِ نگہ' سے بدل دیا۔ اِن نقوش میں 'عجب کیا ہے؟' کے الفاظ کو بھی متداول مصرع میں شاعر نے 'بہت مدت کے' کے الفاظ سے بدل دیا۔

(۴) اس شعر میں پہلے 'فولاد کاری' کی جگہ 'خاراشگافی' کا لفظ لکھا۔ اس شعر کا قافیہ اور مضمون زیرِ بحث غزل کے ساتویں شعر میں استعمال کر دیا گیا۔ لہٰذا اس شعر کی ضرورت نہ تھی۔

(باقیاتِ شعرِ اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر کلوروی، ص ۲۵۷)

(۵) نقش اول کو رد کرنے کی وجہ 'عارف و میناو مے' بنی۔ نقش دوم کو منسوخ کرنے کی وجہ 'شاہد و مینا' ہے۔ نقش سوم میں 'حدیثِ بادہ و مینا و جام' کا شاعر نے انتخاب کیا جو کہ معیاری اصطلاح ہے، ثابت ہوا کہ ابتدائی دو نقوش کا رد کیا جانا غیر معیاری اور نامانوس اصطلاحات کے باعث تھا۔

(۸)

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی! — ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی!
تین سو سال سے ہیں ہند کے مے خانے بند — اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!
مری مینائے غزل میں تھی ذرا سی باقی — شیخ[۱] کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرام اے ساقی!
عشق کی تیغِ جگر دار اڑا لی کس نے؟ — عِلم کے ہاتھ میں خالی ہے نِیام اے ساقی!
سِینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سَخُن عینِ حیات — ہو نہ روشن تو سَخُن مرگِ دوام اے ساقی!
تو مری رات کو مہ تاب سے محروم نہ رکھ — ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی!
شیر مَردوں سے ہُوا بیشۂ تحقیق تہی — رہ گئے صوفی و ملّا کے غلام اے ساقی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۰	۱۰	۳۵۱/۲۷	ـ
۲	غزل نمبر	۳۳	۰۸	۸۔ حصہ اول	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: اس غزل کا تخلیقی سرمایہ علامہ اقبال نے شیخ مجدد الف ثانیؒ کے متاثر کن کردار سے اخذ کیا ہے۔ انھوں نے بادشاہ جہانگیر کے سامنے تعظیمی سجدہ سے انکار کر دیا تھا۔ یوں امتِ مسلمہ کی رگوں میں ایک بار پھر جذبۂ حریت آپ کے طفیل موج زن ہو گیا تھا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال شاعر و مفکر: نورالحسن نقوی، ص۱۱۸
ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص۱۳۱

ii۔ مدعائے تخلیق: حق تعالیٰ سے التجا کرنا کہ اے خدا! مسلمانوں کو عشقِ رسول ﷺ سے سرشار کر۔

(۱) مجدد الف ثانیؒ: (۶ جون ۱۵۶۴ء...۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء) ابوالبرکات بدرالدین احمد کی پیدائش سرہند میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام شیخ عبدالاحد تھا جو مشہور عالم و فاضل بزرگ تھے۔ شیخ احمد نے اپنی ابتدائی تعلیم اور بیش تر علوم کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ علاوہ ازیں اپنے عہد کے دیگر علما سے کسبِ فیض کیا۔

حضرت مجدد نے تحصیلِ عِلم کے بعد اپنی زندگی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے وقف کر دی۔ بعض مخالفین کی ریشہ دوانیوں نے نتیجہ میں ۱۶۱۸ء میں جہانگیر نے انھیں قید کر دیا۔ بعد ازاں جہانگیر نے اپنی رائے بدلنے پر انھیں گوالیار کے قلعے سے رہا کر دیا جس کے بعد کچھ عرصہ تک آپ جہانگیر کے ساتھ رہے۔

علامہ اقبال کے کلام نظم و نثر میں حضرت مجدد کا کئی جگہ ذکر ملتا ہے۔ صوفیانہ افکار کے سلسلہ میں دونوں کا نقطۂ نظر ایک ہے۔ دونوں کا جھکاؤ وحدت الوجود کے برعکس وحدت الشہود کی طرف ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ احوال و آثار: غلام رسول محمد: (مشمولہ) عِلم کی دستک، اسلام آباد، اپریل تا دسمبر ۱۹۸۸ء، ص۷۹۔۸۳

ب۔ تلمیحاتِ اقبال: سید عابد علی عابد، ص ۲۴۲

ج۔ ملفوظاتِ اقبال مع حواشی و تعلیقات: ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، ص ۳۳۸

لینن☆(۱)

(خدا کے حُضور میں)

(۱)

اے انفُس و آفاق میں پیدا ترے آیات!
حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پائندہ تِری ذات
(م) آنکھوں کی گواہی سے وہ عالَم ہوا ثابت
آج آنکھ نے دیکھا تو وہ عالَم ہُوا ثابت
(م) میں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کی خُرافات ○(۲)
مَیں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کے خُرافات

ہم بندِ شب و روز میں جکڑے ہوئے بندے
تُو خالقِ اعصار و نگارندۂ آنات!

اک بات اگر مجھ کو اجازت ہو تو پوچھوں
حل کر نہ سکے جس کو حکیموں کے مقالات

جب تک میں جیا خیمۂ افلاک کے نیچے
کانٹے کی طرح دل میں کھٹکتی رہی یہ بات

☆ یہ نظم مجلہ 'ہمایوں' لاہور کی اشاعت مئی ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

میں کیسے سمجھتا کہ تو ہے یا کہ نہیں ہے
ہر دم متغیّر تھے خرَد کے نظریّات!

محرم نہیں فطرت کے سرودِ ازَلی سے
بینائے کواکب ہو کہ دانائے نباتات

(۲)

گفتار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا
جب روح کے اندر متلاطم ہوں خیالات

وہ کون سا آدم ہے کہ تُو جس کا ہے معبود
وہ آدمِ خاکی کہ جو ہے زیرِ سماوات؟

مشرق کے خداوند سفیدانِ فرنگی
مغرب کے خداوند درخشندہ فِلِزّات

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
(م)۱۔اس داروستد میں ہے؟ نہاں مرگِ مُفاجات
۲۔ یہ داروستد کیا ہے؟ وہی مرگِ مُفاجات(۳)
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مُفاجات

(م)سرمایہ پرستی نے کیا خوار جہاں کو
یہ چیز ہے قوموں کے لیے مرگِ مُفاجات□(۴)

(م)کابینہ پریشاں، متزلزل ہے کرنسی
تو قادر و عادل ہے، تو لا دورِ مُکافات!○(۵)

یورپ میں بہت روشنیِ عِلم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حَیواں ہے یہ ظُلمات

رعنائیِ تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
(م) گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کے عمارات ○ (۶)
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات

یہ عِلم، یہ حِکمت، یہ تدبر، یہ حُکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

بے کاری و عریانی و مے خواری و اِفلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدَنِیّت کے فتوحات

(م) خطرے میں ہے یورپ کے تدبر کا سفینہ
مشرق میں ہیں سب منتظرِ وقتِ مُکافات! (۷)

(م) تو عالِم و دانا ہے، مگر تیرے جہاں میں (۸)
تو قادر و عادل ہے، مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟
دنیا ہے تری منتظرِ روزِ مُکافات!

وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

آثار تو کچھ کچھ نظر آتے ہیں کہ آخر
تدبیر کو تقدیر کے شاطر نے کیا مات

(م) مے خانے کی دیوار میں آیا ہے تزلزُل (۹)
مے خانے کی بنیاد میں آیا ہے تزلزُل (۱۰)
بیٹھے ہیں اسی فکر میں پیرانِ خرابات

چہروں پہ جو سرخی نظر آتی ہے سرِ شام
یا غازہ ہے، یا ساغر و مِینا کی کرامات

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حُکومت
احساسِ مرُوت کو کچل دیتے ہیں آلات

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۱	۸۸۔ ۹۰	۱۰۹/ ۴۳۳	
۲	نظم نمبر	۔	۔	۰۷	مجموعی تعداد
۳	اصلاح شدہ اشعار	۴	۲	۔	۰۶
۴	متروکہ اشعار	۰۱	۰۲	۔	۰۳

i۔ تخلیقی پسِ منظر: یہ نظم اس زمانے میں لکھی گئی جب لینن کی رہنمائی میں روس کے محنت کش ملک میں انقلاب لانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ساری دنیا کے مزدور لینن کو اپنا رہنما سمجھنے لگے تھے۔ روس میں اشتراکیت کا عروج انھیں اس طرح نظر آیا جیسے نیا سورج طلوع ہو رہا ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کمیونسٹوں نے معاشیات کے اس نظام کی بنیاد ڈالی تھی جس کا تصور پہلے پہل اسلام نے پیش کیا تھا، گویا

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

لینن خدا کے حضور میں، فرشتوں کا گیت اور فرمانِ خدا: ان تینوں نظموں کو ملا کر پڑھنا چاہیے کیوں کہ یہ ایک ہی سلسلے کی تین کڑیاں ہیں۔ پہلی نظم میں لینن خدا کے سامنے بندۂ مزدور کی بدحالی کا نقشہ کھینچ کر سوال کرتا ہے کہ آخر سرمایہ داری کا خاتمہ کب ہو گا۔ اس پر فرشتے ایک گیت گاتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ تیری دنیا کا نظام ابتر ہے، ابھی تک مظلوموں پر ظالموں کی حکومت ہے۔ تیسری نظم میں خدا فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اٹھو اور میری دنیا کے غریبوں کو بیدار کر دو اور جس کھیت سے کسان کو روٹی میسّر نہ آئے اسے آگ لگا دو۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال شاعر و مفکر: نور الحسن نقوی، ص ۲۰۲۔۲۰۳
ب۔ اقبال کا سائنسی شعور: ریاض صدیقی، ص ۴۰
ج۔ اقبال کا نظامِ فن: ڈاکٹر عبد المغنی، ص ۲۹۵۔۲۹۸
د۔ بالِ جبریل کا تنقیدی مطالعہ: صدیق جاوید، ص ۱۶۶
ر۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۵۳۳
س۔ موجِ سلسبیل (شرح بالِ جبریل) ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، ص ۲۱۸

ii۔ مدعائے تخلیق: حکمرانوں کو مزدوروں کے حالات سے آگاہ کرنا۔

(۱) لینن کا سوانحی خاکہ: لینن روس کا ایک شہرہ آفاق انقلاب پسند ڈکٹیٹر (آمر۔ مختارِ مطلق) تھا۔ جس نے بالشوزم کی بنیاد ڈالی اور اشتراکیّت کی نشر و اشاعت کو زندگی کا مقصد قرار دیا۔ گویا یہ کمیونسٹوں کا خدا تھا۔

لینن کا اصلی نام ولید یمر ایلیک یولیا ناف تھا۔ وہ ۱۸۷۰ء میں قازان میں پیدا ہوا اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد تیس سال تک روس میں انقلاب پیدا کرنے کے لیے سرگرم اور لگاتار کوشش کرتا رہا۔ آخر ۱۹۱۷ء میں اس نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔ وہ موجودہ زمانے کا عظیم ترین انقلاب پیدا کر کے روس کے تختِ آمریّت پر متمکن ہو گیا۔ سات سال تک ساری دنیا سے اپنی ڈکٹیٹری کا لوہا منوا کر ۱۹۲۴ء میں چل بسا۔

(۲) مصرع اول کے نقش اول کو مبہم ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا، نقش دوم متداول کی تخلیق مدعائے شاعر کے اظہار کی کامیاب کوشش رہی۔ مصرع ثانی کے نقش اول میں لفظ 'کی' خرافات کو مونث ظاہر کرتا تھا جو کہ غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر نے متداول مصرع میں متبادل لفظ استعمال کیا ہے۔

(۳) نقش اول اور دوم سے قاری کے لیے مدلل پیغام حاصل نہیں ہوتا تھا اس لیے شاعر نے ان نقوش کو ترک کر دیا۔

(۴) اس شعر کا مفہوم زیادہ بہتر انداز میں شعر نمبر ۶ میں آچکا تھا اس لیے شاعر نے اسے ترک کر دیا۔

(۵) اس متروکہ شعر کا مفہوم زیادہ موثر انداز میں شعر نمبر ۱۴ میں بیان کر دیا گیا جس کے باعث اس شعر کو نظم سے خارج کر دیا گیا۔

(۶) نقش اول میں عمارات کے لیے لفظ 'کے' استعمال کیا جو کہ عمارات کو مذکر ظاہر کرتا تھا حالاں کہ یہ لفظ مونث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متداول مصرع میں شاعر نے متبادل لفظ 'کی' کا انتخاب کیا ہے۔

(۷) اس شعر کا تخلیقی مدعا اس سے زیادہ موزوں انداز میں شعر نمبر ۱۵ میں آچکا تھا، تکرارِ موضوع کو نامناسب سمجھتے ہوئے شاعر نے اس شعر کو ترک کر دیا۔ واضح رہے کہ مصرع ثانی کے نقش دوم میں لفظ "ہیں"، نقش اول کے لفظ "ہے" سے زیادہ مناسبِ حال تھا۔

(۸) نقش اول میں لفظ "دانا" زیرِ بحث موضوع سے مطابقت نہ رکھتا تھا جس کے باعث اس مصرع کو شاعر نے ترک کر دیا۔

(۹) نقش اول کے اس مصرع میں لفظ "دیوار" مناسبِ حال نہ تھا۔ اگر دیوار ہل بھی جائے تو جزوی نقصان ہوتا ہے۔ شاعر کے نزدیک یہ نقصانِ کلی کا معاملہ ہے اس لیے انھوں نے نقش ثانی متداول میں اظہارِ مطلب کو واضح کرنے کے لیے "بنیاد" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۱۰) ابنِ پروین نے اس لفظ کو تشدید کے ساتھ "تزلّزل" کتابت کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ شاعر اور دیگر کاتبین نے تشدید کے بغیر درست املا کیا ہے۔

(ابنِ پروین ص ۱۴۷، صدیقی ص ۱۵۲)

فرشتوں کا گیت

م ع: غزل نمبر ۴۹[۱]

(م) چرخ ہے کج خرام ابھی اور ستارہ خام ابھی
ے یہ طِلِسمِ آب و گِل، پیکرِ نا تمام ابھی! □[۲]

نقش گرِ ازَل! ترا نقش ہے نا تمام ابھی
(م) بے ادبی معاف ہو، تیرا ہنر ہے خام ابھی![۳]
عقل ہے بے زمام ابھی، عشق ہے بے مقام ابھی

(م) ۱۔ تیرے جہاں میں آدمی کرتا ہے آدمی کو صید
۲۔ صوفی و رند و میر و پیر کرتے ہیں آدمی کو صید
خلقِ خدا کی گھات میں رِند و فقیہ، میر و پیر
(م) ہنگامۂ آسماں وہی، گردشِ صبح و شام ابھی[۴]
تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی

تیرے امیر مال مست، تیرے فقیر حال مست
بندہ ہے کوچہ گرد ابھی، خواجہ بلند بام ابھی

دانش و دین و علم و فن بندگیِ ہوس تمام
عشقِ گرہ کُشا(۵) کا فیض نہیں ہے عام ابھی

جوہرِ زندگی ہے عشق، جوہرِ عشق ہے خودی
آہ کہ ہے یہ تیغِ تیز پردگیِ نیام ابھی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۹۲ـ۹۱	۱۱۲/۴۳۶	ـ
۲	نظم نمبر	۴۹	ـ	۰۸	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	ـ	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ

(۱) تدوینِ نو میں بیاض صفحہ ۲۰ کی ترتیب نزولی درج کی گئی ہے بعد ازاں شاعر نے صفحہ ۱۱ کی خالی جگہ پر اسے غزل کی بجائے 'فرشتوں کا گیت' کے عنوان سے تحریر کر دیا ہے۔ مسودہ میں صفحہ ۱۱ کی ترتیب کو شامل کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۱ میں صرف ایک مصرع کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ اضافہ ابتدائی ترتیب کے مصرع نمبرے کو بہتر بنا کر کیا گیا ہے۔

(۲) متروکہ شعر اور متداول شعر نمبر ۲ کے مفاہیم میں یکسانیت پائی جاتی ہے اس لیے متروکہ شعر کو متداول شعر کا نقش اول قرار دیا جا سکتا ہے۔ قیاس ہے کہ اسی باعث شعر نمبر ا کو ترک کر دیا گیا۔

(۳) نقش اول کو مدعاے شاعر سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۴) نقش اول کو شاعر کا خیالِ خام قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کا جزوِ آخر ''آدمی کرتا ہے آدمی کو صید'' خلافِ واقع ہے، ہر آدمی ایک جیسا نہیں ہوتا۔ نقش دوم میں خیالِ شاعر کچھ حد تک بہتر ہوا، اس مصرع میں صوفی و رند وغیرہ کا ''آدمی کو صید کرنے کا تصور'' خلافِ حقیقت

ہے، ہر آدمی سادہ نہیں ہوتا۔ نقش سوم متداول میں شاعر واضح اور مدلل پیغام دینے میں کامیاب ہو گیا ہے، مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر ابتدائی دونوں نقوش کو ترک کر دیا گیا۔

مصرع ثانی کے نقش اول کا جزوِ اول ''ہنگامۂ آسماں وہی'' خلافِ فطرت ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آسماں فرشتوں کا مسکن ہے جن کا سبو ہنگامہ ہائے شوق سے خالی ہے۔

(۵) یہاں اضافت کی ''ے'' زائد معلوم ہوتی ہے۔ اگر ''گرہ کشائے عشق'' سے مصرع مکمل کیا جائے تو ''یائے مجہول'' کا محل بنتا ہے۔ جزوِ اول ''عشق گرہ کشا'' کے ساتھ درست ہو گا، شاعر نے بیاض میں دو جگہ اور مسودہ میں ایک جگہ ''ے'' کا استعمال کیا ہے، بعد کی جملہ اشاعتوں میں منشائے شاعر کا اتباع کیا گیا ہے۔

فرمانِ خدا

(فرشتوں سے)

م ع: حکم [۱]

اٹھو! میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو — کاخِ اُمَرا کے در و دیوار ہلا دو

(م) محکوم کو گرماؤ ذرا سوزِ یقیں سے [۲] — ....

گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے — کُنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو

.... — (م) باقی ہیں کچھ آثارِ ملوکی تو مٹا دو ○ [۳]

سلطانیِ جمہور کا آتا ہے زمانہ — جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے، مِٹا دو

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی — اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے — پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

حق را بسجودے، صنماں را بطوافے — بہتر ہے چراغِ حرَم و دَیر بجھا دو!

میں ناخوش و بےزار ہوں مَرمَر کی سِلوں سے — میرے لیے مِٹّی کا حرم اور بنا دو!

تہذیبِ نوی کار گہِ شیشہ گراں ہے آدابِ جُنوں شاعرِ مشرق کو سِکھا دو!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۱	۹۱،۹۲	۱۱۲/ ۴۳۶	
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۰۸	
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲		ـ	
۴	متروکہ اشعار	×		ـ	

i۔ تخلیقی پسِ منظر: علامہ اقبال کے دل و دماغ میں معاشرے کے محروم طبقے کے لیے درد موجود تھا آپ ان کو بہتر حالت میں دیکھنے کے خواہاں تھے۔ آپ نے لینن مقابلے میں خدا کا فرمان، غریبوں کو سنانا چاہا جو اشتراکی نظریہ سے بہتر انقلاب کی راہ دکھاتا ہے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: محنت کش طبقہ کو اسلامی انقلاب کی ترغیب دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کا نظامِ فن: ڈاکٹر عبد المغنی، ص ۲۹۰۔ ۲۹۴

(۱) غالباً اقبال ابتدا میں 'حکمِ خدا' عنوان دینا چاہتے تھے۔

(۲) محکومی سے غلامی بد تر ہوتی ہے۔ شاعر نے زورِ بیان کے لیے 'محکومی' کی اصطلاح سے مزین نقش اول کو ترک کر کے متداول مصرع میں 'غلامی' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

(۳) نقش اول میں ''آثارِ ملوکی'' کا تذکرہ جزوی انقلاب کی ترجمانی کرتا ہے، شاعر کلی انقلاب کو بیان کرنا چاہتے ہیں گویا مدعاے شاعر سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث یہ مصرع ترک کر دیا گیا۔

(۷)

دِگرگُوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی دلِ ہر ذرّہ میں غوغاے رُستا خیز ہے ساقی!

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی؟

وہی دیرینہ بیماری، وہی نامحکمی دل کی علاج اس کا وہی آبِ نَشاط انگیز ہے ساقی!

حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا کہ پیدائی تیری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی!

نہ اُٹھّا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے وہی آب و گلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی!

نہیں ہے نااُمید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!

فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی
بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۲	۰۹	۳۵۰/۲۶	۔
۲	غزل نمبر	۲۴	۰۷	۷۔ حصہ اول	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: قوم کی حالتِ زار۔

ii۔ مدعاے تخلیق: قوم پر کلامِ اقبال کی قدروقیمت واضح کرنا۔

(۳۷)

فطرت کو خرَد کے رُو برو کر تسخیرِ مقامِ رنگ و بو کر

تُو اپنی خودی کو کھو چکا ہے کھوئی ہُوئی شے کی جستجو کر

تاروں کی فَضا ہے بے کرانہ تُو بھی یہ مقام آرزو کر

عریاں ہیں تیرے چمن کی حوریں چاکِ گُل و لالہ کو رفو کر

بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت
جو اس سے نہ ہو سکا، وہ تُو کر!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۱	۵۹	۶۳/۳۸۷	۔
۲	غزل نمبر	۲۵	۳۷	۳۷۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مسلمان قوم میں جذبۂ بیداری۔

ii۔ مدعائے تخلیق: اپنی قوم کو خودی کی بازیابی اور سائنسی تعلیم کے حصول کا درس دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تعلیم جدید اور مسلمان: فضل الٰہی عارف؛(مشمولہ) متاعِ اقبال، ص ۲۰۰۔۲۰۸

ب۔ خودی کا استحکام: ڈاکٹر سید عبداللہ؛(مشمولہ) رمزِ اقبال، ص ۴۶۔۵۹

(۳۶)

نہ ہو طُغیانِ مشتاقی تو مَیں رہتا نہیں باقی
کہ میری زندگی کیا ہے، یہی طُغیانِ مشتاقی

مجھے فطرت نَوا پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے
ابھی محفِل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی

(م) وہی جامِ رحیق اب تک، وہی اہلِ طریق اب تک
وہی تریاق ہے لیکن نہیں تاثیرِ تریاقی □[۱]

(م) وہ آتش اگر کم سوز ہے، تقصیر ہے کس کی؟
(م) طلب افسردہ ہے تیری مثلِ پیمانہ ہے ساقی![۲]

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے
طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوۂ ساقی

(م) جدا تہذیبِ حاضر سے ہے اندازِ مسلمانی
وہ ہے گفتار آفاقی، یہ ہے کردار آفاقی □[۳]

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تاب ناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی بَرّاقی

اُلٹ جائیں گی تدبیریں، بدل جائیں گی تقدیریں
حقیقت ہے، نہیں میرے تخیّل کی یہ خلّاقی

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے
نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو اندازِ آفاقی

خزاں میں بھی کب آسکتا تھا مَیں صیّاد کی زد میں
مری غمّاز تھی شاخِ نشیمن کی کم اوراقی

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۲	۵۸	۳۸۶/۶۲	ـ
۲	غزل نمبر	۲۶	۳۶	۳۶۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۲

i۔ تخلیقی محرک: اہلِ خرَد کا اقبال کے کلام کی طرف متوجہ ہونا۔

ii۔ مدعاے تخلیق: قوم کو تہذیبِ فرنگ کے عیوب و انجام سے آگاہ کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تہذیبِ مغرب کا انجام: خالد؛ (مشمولہ) اقبال اور احیاے دین، ص ۴۴۔۴۷

ب۔ یورپی تہذیب اور زوالِ مغرب کا تصور: جیلانی کامران: (مشمولہ) اقبال اور ہمارا عہد، ص ۹۹۔۱۲۷

(۱) 'تریاق' کا 'جامِ رحیق' یا 'اہلِ طریق' سے تعلق واضح نہیں کیا جا سکا تھا، یوں علامہ کا اصل خیال ابہام کا شکار ہونے کے باعث اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(باقیاتِ شعرِ اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۸)

(۲) نقش اول کے شعر کے دونوں مصرعوں میں باہمی ربط کا فقدان تھا۔ اس لیے شاعر متذکرہ نقش کو ترک کرتے ہوئے نقش دوم متداول کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوئے۔

(۳) 'تہذیبِ حاضر' کو 'گفتارِ آفاقی' سے تشبیہ دینا مناسبِ حال نہ تھا اس لیے شاعر نے اس شعر کو ترک کر دیا۔

(۳۵)☆

(م) تھم اے راہ رو! کہ شاید پھر کوئی مشکل پیام آیا(۱)

مجھے آہ و فُغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
تھم اے راہ رَو! کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا

ذرا تقدیر کی گہرائیوں میں ڈوب جا تُو بھی
کہ اس جنگ گاہ سے مَیں بن کے تیغِ بے نیام آیا

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقتِ قیام آیا

چل، اے میری غریبی کا تماشا دیکھنے والے!
وہ محفل اُٹھ گئی جس دم، تو مجھ تک دَورِ جام آیا

(م) ۱۔ مجھے یہ ہم دم کچھ شرارت سی معلوم ہوتی ہے
۲۔ دلوں میں کچھ حرارت سی مجھے معلوم ہوتی ہے
....
کوئی پھر لے کے شاید وعدۂ دیدارِ عام آیا☐(۱)

(م) مسلمانوں کے دِل گرمائے اقبالؔ نے یارب!
(م) تیرا بندہ تن آساں تھا، تن آسانوں کے کام آیا (۲)

دیا اقبالؔ نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا
یہ اک مردِ تن آساں تھا، تن آسانوں کے کام آیا

اسی اقبالؔ کی میں جستجو کرتا رہا برسوں
بڑی مدّت کے بعد آخر وہ شاہیں زیرِ دام آیا!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۲	۵۷	۳۸۶/۶۲	ـ
۲	غزل نمبر	۲۷	۳۵	۳۵۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مسلمانانِ ہند کی غافلانہ زندگی۔

☆ یہ غزل بلا اختلافِ متن عنوان "افکار عالیہ (سر محمد اقبال)" رسالہ تاج، لاہور، اکتوبر ۱۹۳۵ء کے ص چھ (۶) پر شائع ہوئی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: قوم کو پیغامِ اقبال کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

(۱) نقش اول میں لفظ 'پیام' بے محل تھا۔ اس لیے اس کو حذف کر کے متداول نقش تخلیق کیا گیا۔

(۲) نقش اول کا لفظ 'شرارت' موزوں نہ تھا۔ نقش دوم میں اسے لفظ 'حرارت' سے بدل دیا گیا۔ شعر نمبر ۲ میں اس شعر کا مفہوم بین السطور موجود ہونے اور شعر کو غزل کی مجموعی فضا سے ہم آہنگ نہ ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۳) نقش اول کا دامن غزل میں عمومیت کی فضا سے مطابقت نہ رکھتا تھا اس لیے اسے ترک کر کے اور معمولی ردوبدل سے کام لے کر خالقِ غزل نے نقش دوم متداول تخلیق کیا۔

(۳۴)

(م) جب عشق سکھاتا ہے بازوے یداللّٰہی
(م) تسخیر زبوں اس کا، عالَم و شہنشاہی[۱]

جب عشق سِکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھُلتے ہیں غلاموں پر اَسرارِ شہنشاہی

(م) حافظؔ ہو کہ رومیؔ ہو، رازی ہو کہ غزالی ہو[۲]
....

عطّارؔ ہو، رومیؔ ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحَر گاہی

(م) اِس پیکرِ خاکی میں بنتی ہے خودی جس دم
تسخیر زبوں اِس کا، دنیا کہ شہنشاہی□[۳]

....
(م) کم کوش ہے تو لیکن بے ذوق نہیں راہی[۴]

نَومید نہ ہو اِن سے اے رہ برِ فرزانہ!
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

اے طائرِ لاہُوتی! اس رزق سے موت اچھّی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(م) دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اچھا+
(م) ۱۔ ہو جس کی فقیری میں دولتِ اسداللّٰہی
۲۔ ہو جس کی فقیری میں شانِ اسداللّٰہی[۵]

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اَولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بُوے اسَداللّٰہی[۶]

(م) آئینِ جواں مرداں، بے باکی و حق گوئی[۷]
....

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۲	۵۶	۶۱/۳۸۵	ـ
۲	غزل نمبر	۲۸	۳۴	۳۴۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۲+۰۳	۰۱	ـ	۰۴
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: جذبۂ عشق سے تہی حکمت و اقتدار۔

ii۔ مدعائے تخلیق: ' قوتِ خودی' کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ خودی، بحرِ بے کنار: سید وقار عظیم: (مشمولہ) اقبالیات کا مطالعہ، ص ۲۱۰۔۲۱۵

ب۔ اقبال پیغمبرِ خودی: منظور الٰہی ممتاز، ۱۹۹۲ء

(۱) 'اسد اللّٰہی' کی ردیف شعر میں آگئی اس لیے نقش اول کو ترک کر دیا گیا۔

مصرع اول کے نقش دوم کا جزوِ اول نقش اول سے لیا گیا اور ردیف کو بدل کر 'آدابِ خود آگاہی' کر دیا گیا۔ مصرع ثانی کے نقش اول میں معمولی رد و بدل کے بعد اسے شعر نمبر ۳ کا مصرع ثانی بنایا گیا۔ نقش دوم میں شاعر اپنا مدعا بہتر انداز میں بیان کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نقش اول کا کوئی جواز باقی نہ رہا۔

(۲) نقش اول کے ترک کیے جانے کا باعث لفظ 'حافظ' ہوا۔ شاعر کے نزدیک 'حافظ' کی شاعری قوم کے لیے 'افیون' ہے۔

(۳) اس شعر میں تاکیدِ لفظی نے قدرے ابہام پیدا کر دیا تھا۔ خودی کا بننا بھی محلِ نظر ہوا ہو گا۔ مضمون اتنا عمدہ نہ تھا اس لیے اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۸)

(۴) فنِ غزل کے اوزان پر پورا نہ اترنے کے باعث مصرع کا نقش اول ترک کر دیا گیا۔

(۵) نقش اول کے مصرع اول کو ترک کرنے کا باعث لفظ 'اچھا' بنا۔ نقش دوم میں شاعر نے اسے لفظ 'اولیٰ' سے بدل دیا۔ مصرع ثانی کے نقش اول اور دوم کو ترک کرنے کے باعث ' دولت' اور 'شان' کے الفاظ بنے۔ نقش سوم متداول میں متبادل لفظ 'بوئے' کا انتخاب کیا گیا۔

لفظ 'شان' عزت، آب رو اور عظمت کے معنی میں تھا۔ لفظ 'بوئے' سے مراد 'خوش بو' ہے جو چہار سو پھیل جاتی ہے، ماحول کو معطر، طبیعت کو بشاش اور دلوں کے لیے طمانیت کا باعث ہوتی ہے۔ اصلاحِ شاعر نے متداول شعر کے معنوی معیار کو دوچند کر دیا ہے۔

(٦) ابن پروین اور صدیقی نے لفظ ''اسد'' پر ''رضی اللہ عنہ'' کی علامت دی ہے۔ ان کے علاوہ بشمول شاعر کسی نے بھی اس علامت کا اہتمام نہیں کیا۔ یہاں اس کا محل نہ تھا اس لیے تدوینِ نو میں بھی اس کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

(٧) نقش اول کے ترک کرنے کا باعث مصرع کے جزوِ آخر کی لفظی نشست بنی۔ نقش دوم متداول میں تقدیم و تاخیر سے کام لے کر 'بے باکی و حق گوئی' کو 'حق گوئی و بے باکی' میں بدل دیا گیا۔

(٦)

....	(ا) کہیں آہستہ کہ پھر یہ کسی کا دل نہ بن جائے!(١)
جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکل نہ بن جائے	پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے!
(م) تری دنیا سے میرا ذوقِ خلوت لے چلا مجھ کو	مری آہ و فغاں پھر گرمیِ محفل نہ بن جائے!(٢)
کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو	کھٹک سی ہے جو سینے میں، غمِ منزل نہ بن جائے!
(م) فضا اک اور ہی عالَم کی ہو گی سامنے میرے	مگر ڈر ہے کہ یہ بھی پردۂ محمل نہ بن جائے! □(٣)
(ا) بنایا تو نے اک دریاے ناپیدا کراں مجھ کو(٤)	....
بنایا عشق نے دریاے ناپیدا کراں مجھ کو	یہ میری خود نگہ داری مرا ساحل نہ بن جائے!
(م) نواے صبح گاہی نے جگر خوں کر دیا میرا	یہ برقِ بے محابا پھر مرا حاصل نہ بن جائے! □(٥)
(م) سنا ہے تیری جنت میں ہیں مشتاقِ نوا حوریں	(م) مری یہ تنہائی کی طالب اور مشتاقِ نوا حوریں(٦)
نہ کر دیں مجھ کو مجبورِ نوا فردوس میں حوریں	مرا سوزِ دروں پھر گرمیِ محفل نہ بن جائے!
(م) وہ دل، لاہوتیوں نے درسِ استغنا دیا جس کو	کسی معشوقِ بے پروا کا پھر محمل نہ بن جائے! □(٧)
کہیں اس عالمِ بے رنگ و بُو میں بھی طلب میری	وہی افسانۂ دُنبالۂ محمل نہ بن جائے!

(م)عروجِ آدمِ خاکی سے تارے سہم جاتے ہیں [۸]

عُروجِ آدمِ خاکی سے انجُم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۳	۰۸	۲۶/۳۵۰	۔
۲	غزل نمبر	۲۹	۰۶	۶۔حصہ اول	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۴	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	۰۴	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: حقیقت عشق کیا ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ عشق اس کائنات کی سب سے بڑی تخلیقی قوت ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ شرح بالِ جبریل؛یوسف سلیم چشتی، ص ۱۲۴

ب۔اقبال کا تصورِ عشق: غلام عمر خان، ص ۱۰۰۔۱۱۷

ج۔اقبال کا تصورِ عشق: وزیر آغا، (مشمولہ) حکیم الامت علامہ اقبال، ص ۵۸۔۷۰

(۱) متداول مصرع ثانی ابتدا میں مصرع اول تھا۔

مصرع ثانی غیر متداول کا نقش اول مہمل تھا۔ اس نقش میں 'کہیں آہستہ' کے الفاظ محل نظر تھے۔ نقش دوم، نقش اول کے جزوِ اول میں ترمیم سے تخلیق ہوا۔ نو تخلیق شدہ جملہ 'پریشاں ہو کے میری خاک' شاعر کے تخیل کا شاہ کار ہے۔ 'دل کا متحرک ہونا' اور 'خاک کا پریشاں' ہو کر دل بننا کیا خوب صورت تشبیہ ہے۔ گویا شاعر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ 'دل' کا تخلیقی جوہر حرکت ہے۔

(۲) نقش اول کا مصرع اول خوب ہے۔ مصرع ثانی میں لفظ 'آہ و فغاں' شاعر کے محلِ نظر رہا۔ شاید اسی بنا پر انھوں نے پورا شعر ترک کر دیا۔ آگے چل کر انھوں نے اس مصرع کا از سرِ نو تنقیدی جائزہ لیا۔ 'آہ و فغاں' کو 'سوزِ دروں' میں بدلا۔ شاعر کو اب یہ مصرع خوب لگا اور انھوں نے اس کو شعر نمبر ۷ کے مصرع ثانی کی زینت بنا دیا۔

(۳) 'پردۂ محمل' کی ترکیب نے ابلاغ میں رکاوٹ پیدا کر دی، شاعر نے 'محمل' کے قافیے کو شعر نمبر ۹ میں استعمال کر دیا اور اس شعر کو ترک کر دیا۔

(باقیاتِ شعرِ اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۵)

(۴) نقش اول کا مصرع مہمل تھا۔ 'تو نے اک' کے الفاظ شاعر کے اطمینان کا باعث نہ تھے۔ انھوں نے اس میں ترمیم کرتے ہوئے 'عشق' کے الفاظ کا اضافہ کیا۔ اس اصطلاح سے مصرع میں ابہام کا سقم دور ہو گیا۔

(۵) نقش اول میں شاعر نے صرف ایک لفظ 'سرور' تحریر کیا، غالباً آپ 'سرودِ صبح گاہی' لکھنا چاہتے تھے۔

م: اس شعر کے نقش دوم کے مصرع اول میں 'نوائے صبح گاہی' کی تشبیہ برق سے دی گئی جو درست نہ تھی۔ برق کے لیے کوئی جواز ہونا چاہیے تھا، 'برق کا حاصل' بننا بھی محلِ نظر تھا۔

(باقیاتِ شعرِ اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۵)

(۶) نقش اول کے جزوِ آخر میں 'مشتاق نوا حوریں' کی ترکیب مناسبِ حال نہ تھی۔ تخیّل مدعائے شاعر کے قریب تھا۔ انھوں نے نقش دوم کی تخلیق پر توجہ دی۔ لفظ 'جنت' کو 'فردوس' میں بدلا۔ 'مشتاق نوا' کی ترکیب کو 'مجبورِ نوا' میں بدلا 'سنا ہے' کے الفاظ کو 'نہ کر دیں' کے انتخاب میں بدل کر اس شعر کا مصرع اول متداول تخلیق کیا۔

مصرع ثانی، نقش اول میں حوروں کا 'تنہائی کی طالب' ہونا بے محل اور خلافِ واقع تھا اس لیے اس مصرع کو ترک کر دیا گیا۔ شعر نمبر ۲ متروکہ کے مصرع ثانی، نقش دوم کو اس شعر کے مصرع ثانی کا درجہ دے دیا۔

(۷) اس شعر میں 'استغنا' کا کوئی جواز نہ تھا اس لیے اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۸) اس مصرع کے نقش اول کے مصرع اول میں شاعر نے لفظ 'تارے' استعمال کیا۔ لفظ 'تارا' مصرع ثانی میں بھی در آیا، اس لیے شاعر نے 'تارے' کو 'انجم' میں بدل کر نقش دوم متداول تخلیق کیا۔

جدائی

.... (م) پھر دنیا کے لیے رِدائے نوری![1]

سورج بُنتا ہے تارِ زر سے دنیا کے لیے رِدائے نوری!

(م) عالَم ہے تمام خموش و مست گویا(۲) ....

عالَم ہے خموش و مست، گویا ہر شے کو نصیب ہے حُضوری!

دریا، کہسار، چاند، تارے کیا جانیں فراق و نا صُبوری!

شایاں ہے مجھے غمِ جدائی

یہ خاک ہے محرمِ جدائی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۳	۱۳۷	۱۶۷/۴۹۱	۔
۲	نظم نمبر	۳۰	۔	۴۵	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مظاہرِ کائنات میں انسان کی انفرادیت۔

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ عشقِ حقیقی اختیار کرنا اولادِ آدم کا فطری تقاضا ہے۔

دنیا کے تمام مظاہر یوں مطمئن نظر آتے ہیں گویا اللہ کے حضور میں موجود ہوں مگر انسان اپنے خالق سے دوری کے سبب پریشان رہتا ہے اس سے اخذ ہوتا ہے کہ مدعاے تخلیقِ آدم عشقِ حقیقی ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا نظامِ حق: ڈاکٹر عبدالمغنی، ص ۲۸۹

ب۔ تفہیم بالِ جبریل: خواجہ محمد زکریا، ص ۴۱۴

ج۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۱۷

د۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۲۳۷

(۱) نقش اول کو لفظ ''پھر'' کے حشو ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۲) لفظ ''تمام'' نقش اول میں بے محل تھا اس لیے اس کو حذف کر دیا گیا۔

ابو العُلا معرّیؔ☆ (۱)

کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معرّیؔ
پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزر اوقات

اک دوست نے بھونا ہوا تیتر اسے بھیجا
شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات

یہ خوانِ تروتازہ معرّیؔ نے جو دیکھا
کہنے لگا وہ صاحب غفران* و لزومات**

اے مُرغکِ بے چارہ، ذرا یہ تو بتا تُو
تیرا وہ گُنہ کیا تھا، یہ ہے جس کی مکافات؟

افسوس، صدافسوس کہ شاہیں نہ بنا تُو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات!

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مُفاجات!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۳	۱۳۴	۱۶۲/۴۸۶	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۳۹	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

☆ ابو العلا معرّیؔ، عربی زبان کا مشہور شاعر

* غفران ------رسالۃ الغفران، معرّیؔ کی ایک مشہور کتاب کا نام ہے۔

** لزومات------ اس کے قصائد کا مجموعہ ہے۔

i۔ تخلیقی محرک: کمزوری باعثِ موت ہے۔
ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو حصولِ قوت کی ترغیب دینا۔

(۱) ابوالعلاء معری: ۹۷۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا پورا نام ابوالعلا احمد بن عبداللہ بن سلیمان المعری التنوخی تھا۔ معرہ نغمان میں ہے جو حلب، ملک شام کے پاس ہے۔ یہ غیر معمولی دماغی قابلیت کا شخص تھا۔ قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو بات ایک دفعہ سن لی ساری عمر کے لیے دل پر نقش ہو گئی۔ ۳۶ سال کی عمر میں بغداد آیا اور دو سال کے بعد وطن واپس چلا گیا اور بقیہ عمر وہیں گزاری۔ ۱۰۵۷ء میں روانہ ملکِ عدم ہوا۔

معری اپنے وطن کا بہت بڑا ادیب، لغوی، نحوی، شاعر، فلسفی، طنز نگار، معلّمِ اخلاق، قنوطی، لاادری، زاہدِ خشک، تارکِ دنیا اور تارکِ حیوانات رہا۔ تکثیرِ نسلِ انسانی کو سب سے بڑا جرم تصور کرتا تھا۔ اس لیے ساری عمر مجرد رہا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال اور ابوالعلا معری۔ چند مماثل پہلو: ڈاکٹر تحسین فراقی؛ (مشمولہ) جستجو، ص ۱۴۳۔۱۶۴

ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۲۰۹

ج۔ علامہ اقبال اور ابوالعلا معری: عبدالرحمن؛ (مشمولہ) اقبال۔ فکر و فن، ص ۲۰۴۔۲۰۸

(۳۴)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے!

اگر ہوتا وہ مجذوبِ* فرنگی اس زمانے میں
تو اقبالؔ اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے!

(م) خرَد بھی کہے مجھ کو کہ میری ابتدا کیا ہے![1]
خرَدمندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے!
کہ مَیں اس فکر میں رہتا ہوں، میری انتہا کیا ہے!

* جرمنی کا مشہور مجذوب فلسفی نطشہ جو اپنے قلبی واردات کا صحیح اندازہ نہ کر سکا، اور اس لیے اس کے فلسفیانہ افکار نے اسے غلط رستے پر ڈال دیا۔

مقامِ گفتگو کیا ہے اگر مَیں کیمیا گر ہوں
یہی سوزِ نفَس ہے، اَور میری کیمیا کیا ہے!

نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں
نہ پوچھ اے ہم نشیں مجھ سے، وہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے!

نوائے صبح گاہی نے جِگر خُوں کر دیا میرا
خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے، وہ خطا کیا ہے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۳	۵۵	۶۰/ ۳۸۴	۔
۲	غزل نمبر	۲۱	۳۳	۳۳۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: نطشہ کے افکار۔

ii۔ مدعاے تخلیق: تصورِ بقاو فنا اور تصورِ خودی کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال اور حیات بعد الموت: پروفیسر محمد منور: (مشمولہ) ایقانِ اقبال، ص ۱۰۷۔ ۱۳۴

ب۔ اقبال کا تصورِ موت وحیات: رضی الدین صدیقی: (مشمولہ) خیابانِ اقبال، ص ۱۳۳۔ ۱۵۱

(۱) غزل میں شاعر نے تاکیدِ لفظی سے کام لیا ہے۔ نقش اول کا مصرع اس معیار پر پورا نہیں اترتا تھا اس لیے غزل کا حصہ نہیں بنایا گیا۔

نپولین(۱) کے مزار پر

راز ہے، راز ہے تقدیرِ جہانِ تگ و تاز
جوشِ کردار سے کھُل جاتے ہیں تقدیر کے راز

جوشِ کردار سے شمشیرِ سکندر کا طُلوع
کوہِ الوَند ہوا جس کی حرارت سے گداز!

(م) جوشِ کردار ہے تیمور کا سَیلِ ہمہ گیر○[۲]
جوشِ کردار سے تیمور کا سَیلِ ہمہ گیر
سَیل کے سامنے کیا شے ہے نشیب اور فراز

صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر
جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز

ہے مگر فرصتِ کردار نفَس یا دو نفَس
عوَضِ یک دو نفَس قبر کی شب ہائے دراز!

"عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان است
حالیا غُلغلہ در گنبدِ افلاک انداز!"[۳]

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۳	۱۲۷	۱۵۵/۴۷۹	ـ
۲	نظم نمبر	×	ـ	۳۱	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	۰۱	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: نپولین کے کردار میں جوش وجذبہ کا عنصر۔

ii۔ مدعائے تخلیق: عمل اور جدوجہد کی اہمیت واضح کرنا۔

اس نظم میں اقبال نے نپولین کی شخصیت کو عمل اور جدوجہد کا نمائندہ تصور کرتے ہوئے اس کی زندگی سے یہ سبق حاصل کرنے کی دعوت دی ہے کہ اگر انسان عمل کو اپنا شعار بنائے تو اس کی بدولت تقدیر کے بہت سے اسرار اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۶۸۱

ب۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۷۹۳

(۱) نپولین: تاریخ میں نپولین بونا پارٹ کے نام سے موسوم دنیا کا ایک مشہور فاتح ہے۔ جو اٹھارہویں صدی میں روم کے ایک جزیرے میں پیدا ہوا۔ فرانس میں تعلیم پائی اور وہیں فوج میں ملازمت کر لی۔ ترقی کرتے کرتے اسے فرانس کا فرماں روا تسلیم کر لیا گیا۔ تین سال کی مدت میں اس نے روس، برطانیہ اور ترکی کے علاوہ پورے یورپ کو فتح کر لیا لیکن روس پر حملہ کرنا تھا کہ اس کے اقتدار پر زوال آ گیا۔ کچھ مدت کے بعد پھر اقتدار اس کے ہاتھ میں آ گیا اور فوراً اس نے برطانیہ اور جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اس جنگ میں وہ ناکام رہا اور واٹر لو کے میدان میں انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کے عسکری افکار: لیفٹیننٹ کرنل غلام جیلانی خان، ص ۱۷۵

۲۔ داستانِ نپولین: نورا کینو قاضی، س ن

(۲) لفظ 'ہے' کے بے محل استعمال کے باعث نقش اول کو ترک کر دیا گیا ہے۔

(۳) شاعر نے حافظ کے اس شعر کو بلا ترمیم تضمین کیا ہے۔

(دیوانِ حافظ: (مرتبین) محمد قزوینی و قاسم غنی، ص ۱۷۹)

جاوید کے نام

(لندن میں اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط ملنے پر)☆

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر   نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو   سُکوتِ لالہ و گُل سے کلام پیدا کر

....   (م)سفالِ عراق سے مِینا و جام پیدا کر(۱)

اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں   سفالِ ہند سے مِینا و جام پیدا کر

☆ "جاوید کے نام" پہلی نظم میں شاعر نے یہ نوٹ لکھ کر قلم زد کر دیا ہے۔ غالباً شاعر کو تخلیقِ نظم کے بارے میں کچھ تسامُح ہوا تھا۔

میں شاخِ تاک ہوں، میری غزل ہے میرا ثمر مِرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر

(م) مِرا طریق امارت نہیں، مَحبّت ہے[۲]
مِرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۴	۱۲۴	۱۵۳/۴۷۷	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۲۸	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: ڈاکٹر جاوید اقبال نے علامہ مرحوم کے بارے میں بحیثیت باپ اپنے بچپن کی یادوں کی باز آفرینی کی ہے۔ اقبال کے نام متذکرہ خط کے پسِ منظر اور نفسِ مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ

"مجھے (بچپن میں) موسیقی سے بھی خاصا لگاؤ تھا لیکن ہمارے گھر میں نہ تو ریڈیو تھا اور نہ گراموفون بجانے کی اجازت تھی۔۔۱۹۳۱ء میں جب گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لیے ابا جان انگلستان گئے اس وقت میری عمر کوئی سات سال کے لگ بھگ تھی میں نے انھیں ایک اوٹ پٹانگ سا خط لکھا اور خواہش ظاہر کی کہ جب وہ واپس آئیں تو میرے لیے گراموفون لیتے آئیں۔ گراموفون تو وہ لے کر نہ آئے لیکن میرا لکھا ہوا خط ان کی اس نظم کی تخلیق کا باعث ضرور بنا۔"

ii۔ مدعائے تخلیق: خودی کی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

۱۔ اقبال کے عسکری افکار: لیفٹیننٹ کرنل غلام جیلانی خان، ص ۱۷۵

۲۔ داستانِ نپولین: نورا کینو قاضی، س ن

(۱) اس نقش میں "عراق" کا تذکرہ بے محل تھا۔ جاوید کا تعلق ہند سے تھا نہ کہ عراق سے۔ نقش ثانی متداول میں شاعر نے اس کا تدارک کر دیا ہے۔

(۲) نقش اول میں "امارت" اور "مَحبّت" کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ ضروری نہیں کہ امارت لازماً مَحبّت سے بے بہرہ ہو۔ مصرع پر اس تنقید کا وارد ہونا نقش ثانی کی تخلیق کا باعث بنا ہے۔

(۱۳)

(قُرطبہ میں لکھے گئے)

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب بہشتِ مغربیاں، جلوہ ہائے پا بہ رکاب!

(م)سفینہ اپنی نظر کا سنبھال کر لے جا(۱) ....

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا مہ و ستارہ ہیں بحرِ وُجود میں گرداب

جہانِ صوت و صدا میں سما نہیں سکتی لطیفۂ ازَلی ہے فُغانِ چنگ و رباب!

سکھا دیے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقہی فقیہِ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب!

وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب!

(م)ابوتراب ہے خیبر کشا و مرحب کُش کہاں وہ حوصلہ تجھ میں کہ تو ہے ابنِ تراب!□(۲)

(م) عرب کی آنکھ میں اب وہ نگاہِ تیز نہیں(۳) ....

سُنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب!

ہوائے قُرطُبہ! شاید یہ ہے اثر تیرا مری نوا میں ہے سوز و سُرورِ عہدِ شباب!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۴	۳۵	۴۷/۳۷۱	۔
۲	غزل نمبر	۳۴	۱۳	۱۳۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	۰۱	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: قُرطُبہ میں عربوں کی عظمتِ رفتہ کے نقوش سے شاعر کے قلب و نظر کا متاثر ہونا۔
ii۔ مدعائے تخلیق: شاعرانہ تخیل کے پسِ منظر میں قوم کو جذبۂ جہاد کی ترغیب دینا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ بالِ جبریل کا تنقیدی مطالعہ: صدیق جاوید، ص ۲۷۴۔۲۷۵
ب۔ زندہ رود، ج۔۳: جاوید اقبال، ص ۲۱۰۔۲۱۱

(۱) نقش اول میں لفظ 'نظر' باعثِ ابہام تھا۔ شاعر نے نقش دوم میں اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے 'دل' کی اضافت لگا کر 'دل و نظر' کر دیا۔

(۲) اس شعر کو شاعر نے مسودہ میں قلم زد کر دیا۔ 'ابنِ تراب' کی ترکیب دو وجوہ کی بنا پر ترکِ شعر کا باعث بنی ہو گی۔ 'ابنِ تراب' اول تو نامانوس ترکیب ہے۔ دوم اس سے شاعر کی مراد مِٹی کا پتلا ہے، لیکن مصرع اول میں 'ابوتراب' کے حوالے سے ذہن میں حضرت علیؓ کے فرزند کی طرف خیال جاتا ہے۔ جو مدعائے خالقِ غزل نہیں۔

(۳) نقش اول میں 'عرب کی آنکھ' کی ترکیب نامانوس اور باعثِ ابہام تھی۔ شاعر نے پورے مصرع پر خطِ تنسیخ پھیر دیا اور نیا مصرع تخلیق کر کے زینتِ غزل بنا دیا۔

(۲۸)

(یورپ میں لکھّے گئے)

خرَد نے مجھ کو عطا کی نظَرِ حکیمانہ — سِکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رِندانہ
نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دورِ پیمانہ — فقَط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ
مری[1] نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ — کہ میں ہوں محرمِ رازِ درُونِ مے خانہ
کلی کو دیکھ کہ ہے تشنۂ نسیمِ سحَر — اسی میں ہے مرے دل کا تمام افسانہ
کوئی بتائے مجھے یہ غِیاب ہے کہ حُضور — سب آشنا ہیں یہاں، ایک میں ہوں بے گانہ
فرنگ میں کوئی دن اور بھی ٹھہَر جاؤں — مرے جُنوں کو سنبھالے اگر یہ ویرانہ

مقامِ عقل سے آساں گزر گیا اقبالؔ
مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیاتِ اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۴	۵۰	۳۸۱/۵۷	ـ
۲	غزل نمبر	۳۰	۲۸	۲۸۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: خطۂ یورپ میں عقل کی کارفرمائی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: ’تصورِ عقل و عشق‘ کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تصوراتِ عشق و خرَد (اقبال کی نظر میں): ڈاکٹر وزیر آغا، ۱۹۷۷ء

ب۔ عشق و عقل: عبدالرحمن طارق: (مشمولہ) پیامِ اقبال، ص ۹۳۔ ۱۱۲

(۱) بیاض میں یہ لفظ ”مری“ اور مسودہ میں ”میری“ تحریر ہے۔ پروین (ص ۷۶) اور صدیقی (ص ۵۱) نے مسودہ کی اتباع کی ہے۔ جمیل نے ”مری“ کتابت کیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے درست لفظ ”مری“ کو قرار دیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ غلطی کاتبین کی نہیں بلکہ مسودہ میں غلط لفظ کے اندراج سے وقوع پذیر ہوئی ہے۔

(۳۲)

(م) اعجاز ہے یہ مرا یا گردشِ زمانہ[۱] ....

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ! — ٹُوٹا ہے ایشیا میں سِحرِ فرنگیانہ

تعمیرِ آشیاں[۲] سے مَیں نے یہ راز پایا — اہلِ نوا کے حق میں بجلی ہے آشیانہ

یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی — یا بندۂ خدا بن، یا بندۂ زمانہ!

(م) اقبالؔ، مدرَسوں نے دانش تو عام کر دی
نایاب ہو گیا ہے جذب قلندرانہ □[۳]

غافل نہ ہو خودی سے، کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تُو بھی ہے آستانہ

(م)حریف بادہ کشاے فرنگ کیا ہوگا
فقیہِ شہر کہ صوفی سے کہہ گیا بے نکت[۴]

(م) اہلِ حرم خفا کیوں اقبالؔ سے ہوئے ہیں![۵]
....

(م) ملّاے کم نظر نے امّت میں پھوٹ ڈالی
تسبیحِ مصطفیؐ ہے صدیوں سے دانہ دانہ! □[۶]

(م)رازِ مغاں سے شاید اقبالؔ با خبر ہے ○[۷]
....

رازِ حرم سے شاید اقبالؔ باخبر ہے
ہیں اس کی گفتگو کے انداز محرمانہ

اے 'لَآاِلٰہ'[۸] کے وارث! باقی نہیں ہے تجھ میں
گُفتارِ دل بَرانہ، کردارِ قاہرانہ

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۴	۵۴	۳۸۳/۵۹	ـ
۲	غزل نمبر	۳۲	۳۲	۳۲ـ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	۰۱	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	۰۳	×	ـ	۰۳
۵	متروکہ مصرع	۰۱	×	ـ	۰۱

i۔ تخلیقی محرک: مسلمانانِ ہند کی غلامانہ زندگی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: غلامانہ زندگی سے آزادی کے لیے تصورِ خودی کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

۱۔ اقبال اور غلامی کی نفسیات: پروفیسر میرزا ریاض؛ (مشمولہ) اقبال منفرد، ص ۸۷۔۹۴

ب۔ غلامی و آزادی: ایس ایم شاہد: (مشمولہ) شاہ ولی اللہ اور اقبال کے سیاسی افکار، ص ۲۲۹۔۲۳۲

(۱) مصرع اچھا ہے۔ اس میں شاعر نے خیال اپنی ذات سے باندھنے کی کوشش کی ہے۔ بعد ازاں ارادہ ترک کرنے کے باعث مصرع کو بھی ترک کر دیا۔

(۲) جمیل رقم نے اضافت کی زیر نہیں ڈالی جو کہ یہاں بہت ضروری ہے۔

(۳) یہ شعر خوب تھا۔ 'جذبِ قلندرانہ' کا قافیہ شعر نمبر ۱۰ میں بھی استعمال ہو گیا اس لیے اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۴) شعر عمدہ ہے۔ اس کی ردیف غزل سے مطابقت نہ رکھتی تھی جس کے باعث اسے ترک کر دیا گیا۔

(۵) مصرع اچھا ہے۔ مصرع ثانی تخلیق نہ کر سکنے کے باعث شاعر نے اسے قلم زد کر دیا۔

(۶) اس شعر کے مصرع ثانی میں 'تسبیحِ مصطفیٰؐ کا دانہ دانہ ہونا' سے ذم کا پہلو نکلتا تھا اس لیے اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۸)

(۷) نقش اول کی ترکیب 'رازِ مغاں' بیاض میں قائم رہی۔ غزل کے مضمون سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث شاعر نے اسے 'رازِ حرم' میں بدل کر نقشِ متداول تخلیق کر دیا۔ واضح رہے کہ یہ تبدیلی مسودہ میں کی گئی۔

(۸) دیکھیے: غزل ۹ (حصہ دوم)، ب ج: ص

کلمہ طیبہ کے ان نمائندہ کلمات کو واوین میں لکھنا چاہیے تھا جیسا کہ دیگر اس طرح کی تراکیب کو کاتب نے رقم کیا ہے۔

(۴۱)

(فرانس میں لکھے گئے)

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ! وائے تمنّاے خام، وائے تمنّاے خام!

(م) پیرِ حرم نے کہا دیکھ کے مری تڑپ![1] ....

پیرِ حرم نے کہا سن کے مری روئداد پختہ ہے تیری فُغاں، اب نہ اسے دل میں تھام

تھا 'اَرِنی' گو کلیمؑ، میں 'اَرِنی'(۲) گو نہیں
اس کو تقاضا روا، مجھ پہ تقاضا حرام

گرچہ ہے اِفشائے راز، اہلِ نظر کی فُغاں
ہو نہیں سکتا کبھی شیوۂ رِندانہ، عام

حلقۂ صُوفی میں ذکر، بے نم و بے سوز و ساز
مَیں بھی رہا تَشنہ کام، تُو بھی رہا تشنہ کام

عشق تری انتہا، عشق مری انتہا
تُو بھی ابھی نا تمام، میں بھی ابھی نا تمام

آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنتِ روم و شام

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۴	۶۳	۶۶/ ۳۹۰	ـ
۲	غزل نمبر	۳۶	۴۱	۴۱ـ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	×

i۔ تخلیقی پسِ منظر: ۱۹۳۳ء میں علامہ اقبال لندن سے واپسی پر فرانس آئے اور پیرس میں فرانسیسی فلسفی ہنری برگساں سے ملے۔

ا۔ روز گارِ فقیر، ج۔۱: فقیر سید وحید الدین، ص۱۳۶

ب۔ اقبال کا ذہنی ارتقا: غلام حسین ذوالفقار، ص ۱۶۵

سید نذیر نیازی، علامہ اقبال کے حوالے سے "اقبال برگساں ملاقات" کے متعلق لکھتے ہیں:

"سید نذیر کے سوال پر کہ اقبال نے برگساں سے اپنے نظریۂ زماں کا ذکر بھی کیا تھا، انھوں نے فرمایا: ہاں! اس کا ذکر کیا تھا اور برگساں کو بھی بڑا افسوس تھا کہ میں نے اسے کیوں ضائع کر دیا۔"

(اقبال کے حضور: سید نذیر نیازی، ص ۲۰۵ـ۳۰۶)

یہ غزل اسی تاریخی ملاقات کا حاصل معلوم ہوتی ہے۔

ii۔ تخلیقی محرک: دائمی عیش و عشرت کی متلاشی تہذیبِ یورپ۔

iii۔ مدعاے تخلیق: یورپی تہذیب کا زوال، کلام اقبال میں پختگی فکر، دیدارِ حق تعالیٰ کا شوق، عشق اور فقر کے موضوعات کی وضاحت کرنا۔

(۱) مصرع ثانی کے لفظ 'فُغاں' کے باعث نقش اول، مصرع اولیٰ کے الفاظ 'دیکھ' اور 'تڑپ' کا محل نہ بنتا تھا۔ اس لیے شاعر نے اس ابتدائی نقش کو قلم زد کر کے متداول مصرع تخلیق کیا۔

(۲) اس لفظ کو واوین میں لکھنا چاہیے تھا۔ اس کا بشمول شاعر کسی نے اہتمام نہیں کیا۔ تدوینِ نو میں درست اعراب کے ساتھ ساتھ واوین کا اہتمام بھی کر دیا گیا ہے۔

(۵)

(لندن میں لکھے گئے)

تو ابھی رہ گزر میں ہے، قیدِ مقام سے گزر
مصر و حجاز سے گزر، پارس و شام سے گزر!

جس کا عمل ہے بے غرض، اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خِیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر!

گرچہ ہے دل کُشا بہت حسنِ فرنگ کی بہار
طائرکِ بلند بال، دانہ و دام سے گزر!

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کُشادِ شرق و غرب
تیغِ ہلال کی طرح عیشِ نیام سے گزر!

تیرا امام بے حُضور، تیری نَماز بے سُرور
ایسی نَماز سے گزر، ایسے امام سے گزر!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۵	۲۳	۳۶۵/۴۱	ـ
۲	غزل نمبر	۲۷	۵	۵۔حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	×

i۔ تخلیقی محرک: تہذیبِ یورپ کی کشش۔

ii۔ مدعائے تخلیق: مسلمان نوجوانوں پر واضح کرنا کہ اپنا زاویۂ نگاہ آفاقی بنائیں اور مادیت سے بلند تر ہو جائیں۔

(شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۲۵۰)

ہسپانیہ
(ہسپانیہ کی سرزمین پر لکھے گئے)
(واپس آتے ہوئے)

ہسپانیہ تُو خونِ مسلماں کا امیں ہے
مانندِ حرم پاک ہے تُو میری نظر میں

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحَر میں

روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سِنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں

پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حِنا کی؟
باقی ہے ابھی رنگ مِرے خونِ جگر میں!

کیوں کر خس و خاشاک سے دب جائے مسلماں
مانا، وہ تب و تاب نہیں اس کے شرر میں

غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ولیکن
تسکینِ مسافر، نہ سفر میں، نہ حضَر میں

دیکھا بھی دِکھایا بھی، سنایا بھی سنا بھی
ہے دل کی تسلی نہ نظر میں، نہ خبر میں!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۵	۸۶	۱۰۶/۴۳۰	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۰۵	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد اقبال نے یورپ کے بعض ملکوں کی سیر و سیاحت کی۔ ڈاکٹر جاوید اقبال زندہ رود (جلد سوم) میں لکھتے ہیں:

" اقبالؔ ۵/۶ جنوری کو پیرس سے میڈرڈ پہنچے اور ۲۶ جنوری ۱۹۳۳ء کو دوبارہ پیرس چلے گئے۔ پس سپین میں ان کا قیام تقریباً تین ہفتوں کا تھا۔"

اس لحاظ سے یہ نظم ۲۶ جنوری ۱۹۳۳ء سے چند دن پہلے لکھی گئی۔

(زندہ رود۔ ج۳: جاوید اقبال؛ ص۴۹۷)

ii۔ تخلیقی محرک: ہسپانیہ کا آخری مسلمان حکمران ابو عبداللہ ہسپانیہ کے دارالحکومت غرناطہ کا آخری مسلمان حکمران تھا۔ یہ نہایت بزدل، بے دین، بے غیرت اور پست ہمت انسان تھا۔ قصر الحمرا کی کنجیاں ملکہ ازابیلا (Asabella) کے سپرد کر کے ذلت کی زندگی بسر کرنے کے لیے غرناطہ سے روانہ ہوا۔ بیس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک گاؤں میں آرام کے لیے قیام کیا۔ یہ گاؤں ایک پہاڑی پر واقع تھا جب اس کی نظر قصرِ مذکورہ پر پڑی تو بچوں کی طرح رونے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر اس کی غیرت مند ماں نے اس سے کہا" اے بزدل! جب تو

مردوں کی طرح اس محل کی حفاظت نہ کر سکا تو اب عورتوں کی طرح رونے سے کیا حاصل؟"

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص۵۱۸۔۵۲۰

ب۔ موجِ سلسبیل (شرح بالِ جبریل): ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، ص۲۱۳

iii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ بزدلی، تاج و تخت سے محرومی کا باعث ہوتی ہے۔

عبدالرحمن اوّل[۱] کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت سرزمینِ اندلس میں

یہ اشعار جو عبدالرحمٰن اول کی تصنیف سے ہیں، 'تاریخ المقری' میں درج ہیں۔ مندرجہ ذیل اردو نظم ان کا آزاد ترجمہ ہے۔ (درخت مذکورہ مدینۃ الزّہراء میں بویا گیا تھا)

میری آنکھوں کا نور ہے تُو   میرے دل کا سُرور ہے تُو
اپنی وادی سے دور ہوں مَیں   میرے لیے نخلِ طُور ہے تُو
مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا   صحراے عرب کی حور ہے تُو
پردیس میں ناصبور ہوں مَیں   پردیس میں ناصبور ہے تُو

(م) اس خاک میں سر بلند تر ہو[۲]
غربت کی ہوا میں بارَوَر ہو
ساقی تیرا نمِ سحَر ہو!

عالَم کا عجیب ہے نظّارہ   دامانِ نِگہ ہے پارہ پارہ
ہمت کو شناوری مبارک!   پیدا نہیں بحر کا کنارہ
ہے سوزِ دروں سے زندگانی   اُٹھتا نہیں خاک سے شرارہ
صبحِ غربت میں اور چمکا   ٹوٹا ہُوا شام کا ستارہ

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۵	۸۵	۱۰۵/۴۲۹	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۰۴	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: مسلمان بادشاہ عبدالرحمن اوّل نے اپنے محل کے باغ میں کھجور کا ایک پودا لگایا تھا۔ جس کی گٹھلی ملک شام سے لائی گئی تھی۔ ایک روز شام کو بادشاہ باغ میں آیا۔ اس وقت وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کی فریب کاری، بے مہری اور سنگ دلی کا خیال کر کے سخت پریشان اور اس کا شیشۂ دل دکھ، غم اور رنج کی لگاتار ضربوں سے چُور چُور ہو رہا تھا۔ اسی اثنا میں اس کھجور کے پیڑ پر اس کی نظر پڑ گئی۔ معاً اسے اپنا پیارا وطن یاد آ گیا اور بے ساختہ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ ساتھ ہی چند اشعار موزون ہو گئے۔

سرزمین اندلس میں تخلیق ہونے والی عربی شاعری کا اولیں قابل ذکر نمونہ جو محفوظ رہ سکا ہے، غالباً عبدالرحمن الداخل (م ۱۷۲ھ /۷۸۸ء) کے بعض اشعار ہیں جن پر یادِ وطن یا فخر کا مضمون غالب ہے۔ ان میں زیادہ شہرت چار اشعار کے اس قطعے کو ملی جو اس نے قرطبہ میں کھجور کے ایک تنہا درخت کو دیکھ کر کہا۔

علامہ اقبال نے نظم کے پہلے بند میں ان اشعار کا آزاد ترجمہ کیا ہے جب کہ دوسرے بند میں اس سے جو نتیجہ مرتب کیا گیا ہے وہ اقبال کے اپنے خیالات پر مبنی ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تفہیم بالِ جبریل: خواجہ محمد زکریا، ص ۲۷۵

ب۔ زندہ رود، ج۔۳: جاوید اقبال؛ ص ۴۹۹

ج۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۵۱۶۔۵۱۷

د۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۶۵۳

ر۔ موج سلسبیل (شرح بالِ جبریل): ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، ص ۲۱۳

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ مومن کو غداروں اور بے وفاؤں پر نظر رکھنی چاہیے۔

(۱) عبدالرحمن اوّل: عبدالرحمن اوّل یا عبدالرحمن الداخل اندلس میں اموی سلطنت کا بانی تھا۔ جب عباسیوں نے اموی سلطنت کا تختہ الٹ دیا اور قتل و غارت کا میدان گرم کیا۔ تو وہ فرار ہو کر اندلس جا پہنچا۔ جہاں اس نے ایک سلطنت قائم کرلی۔ وہ ایک اچھا شاعر بھی تھا۔

(۲) نقش اول میں "سربلندتر" کی نامانوس ترکیب ترکِ مصرع کا باعث بنی۔

قید خانے میں معتمدؔ(۱) کی فریاد

معتمدؔ اشبیلیہ کا بادشاہ اور عربی شاعر تھا۔ ہسپانیہ کے ایک حکمران نے اس کو شکست دے کر قید میں ڈال دیا۔

معتمدؔ کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر "وِزڈم آف دی ایسٹ سیریز" میں شائع ہو چکی ہیں۔☆

اک فُغانِ بے شرر سینے میں باقی رہ گئی
سوز بھی رخصت ہوا، جاتی رہی تاثیر بھی

مردِ حر زِنداں میں ہے، بے نیزہ و شمشیر آج
میں پشیماں ہوں، پشیماں ہے مری تدبیر بھی

خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل
تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی

جو مری تیغِ دودم تھی، اب مری زنجیر ہے
شوخ و بے پروا ہے کتنا خالقِ تقدیر بھی!

☆ بیاض میں اقبال کا وضاحتی نوٹ کچھ اس طرح سے ہے۔
" معتمد ہسپانیہ کا شاعر شاہ اشبیلیہ جس کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ (وزڈم آف دی ایسٹ سیریز) کسی اور مغربی بادشاہ نے اس کو شکست دے کر قید میں ڈالا"
مسودہ اور جمیل رقم کے نوٹ میں لفظ "اور" کا فرق ہے۔ جمیل رقم نے ہسپانیہ کے ایک (اور) حکمران میں لفظ "اور" کو حذف کر دیا۔

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۵	۸۴	۴۲۸/۱۰۴	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۔	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: دورِ حاضر کے مسلمان حکمرانوں اور معتمد کے اندازِ حکمرانی میں مشابہت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ کوتاہ بینی، دلیری کے ثمرات کو ضائع کر دیتی ہے۔

(۱) معتمد: سپین پر قابض ہونے کے بعد چند صدیوں تک مسلمان حکمرانوں نے وہاں بڑی خوش اسلوبی سے حکومت کی۔ پھر زوال شروع ہوا اور ہسپانیہ چھوٹی چھوٹی مسلمان سلطنتوں میں بٹ گیا۔ ان میں سے ایک چھوٹی سی سلطنت اشبیلیہ کی تھی۔ اس کے تیسرے اور آخری حکمران کا لقب المعتمد علی اللہ تھا۔ یہ بادشاہ صاحب سیف و قلم تھا لیکن شخصی کمزوریوں سے مبرا نہ تھا۔ ان دنوں ہسپانیہ کی مسلمان حکومتیں ایک دوسرے سے جنگ و جدل میں مصروف رہتی تھیں اور ان کی نااتفاقیوں سے فائدہ اٹھا کر یورپ کی عیسائی سلطنتیں رفتہ رفتہ ان پر غلبہ حاصل کر رہی تھیں۔ آخر ہسپانیہ کے آخری مسلمان حکمرانوں نے مراکش کے سلطان یوسف بن تاشفین سے مدد کی درخواست کی۔ سلطان نے عیسائی افواج کو تباہ کن شکست دی لیکن ہسپانیہ کے حکمرانوں کی سازشوں سے تنگ آکر وہ واپس چلا گیا۔ پھر عیسائی غالب آنا شروع ہو گئے تو معتمد خود مراکش گیا اور یوسف بن تاشفین کو دوبارہ حملے کی دعوت دی۔ اس مرتبہ سلطان یوسف کو یقین ہو گیا کہ اچھے نتائج حاصل کرنے کے لیے اس کا براہِ راست جہاد کرنا مناسب ہو گا۔ چنانچہ اس نے مسلمان حکمرانوں کو معزول کرنا شروع کیا اور معتمد کو شکست دے کر اسے اہلِ خانہ سمیت مراکش لے گیا اور وہاں قید کر دیا۔ شروع میں اس نے معتمد سے اچھا سلوک کیا لیکن معتمد کا بیٹا قید سے فرار ہو کر یوسف بن تاشفین کے مخالفین سے مل گیا تو معتمد کو زنجیریں پہنا دی گئیں۔ اس پر اور اس کے اہلِ خانہ پر (بیویوں اور بیٹیوں سمیت) بہت سختیاں کی گئیں۔ چنانچہ ۵۵ سال کی عمر میں اس نے قید ہی میں ۱۰۹۵ء میں انتقال کیا۔ معتمد عربی زبان میں اچھے شعر کہتا تھا۔ جیسا کہ اقبال نے لکھا ہے معتمد کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر ''وزڈم آف دی ایسٹ سیریز'' میں شائع ہو چکی ہیں۔

یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اقبال نے زیرِ نظر نظم کا ترجمہ عربی سے کیا ہے یا انگریزی سے یا دونوں سے مدد لی ہے۔ تاہم اقبال کے اکثر منظوم تراجم کی طرح یہ بھی آزاد ترجمہ ہے اور بہت موثر ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تفہیم بالِ جبریل: خواجہ محمد زکریا، ص ۲۷۲۔۲۷۳

ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۵۱۴۔۵۱۶

ج۔ مطالب بالِ جبریل: غلام رسول مہر، ص ۱۳۱۔۱۳۲

مسجدِ قُرطبہ (۱)

(ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قُرطبہ میں لکھی گئی)

سلسلۂ روز و شب، نقش گرِ حادثات
سلسلۂ روز و شب، اصلِ حیات و ممات

سلسلۂ روز و شب، تارِ حریرِ دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات!

سلسلۂ روز و شب، سازِ ازل کی فُغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زِیر و بمِ ممکنات

تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلۂ روز و شب، صَیرَفیِ کائنات

تُو ہو اگر کم عیّار، مَیں ہُوں اگر کم عیّار
موت ہے تیری برات، موت ہے میری برات

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رَو، جس میں نہ دن ہے نہ رات!

آنی و فانی تمام معجزہ ہاے ہنر
کارِ جہاں بے ثبات، کارِ جہاں بے ثبات!

(م) اوّل و آخر فنا، ظاہر و باطن فنا[۲]
اوّل و آخِر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کُہَن ہو کہ نَو، منزلِ آخِر فنا!

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام
جس کو کِیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فَروغ
عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام

تند و سُبُک سَیر ہے گرچہ زمانے کی رَو
عشق خود اک سَیل ہے، سَیل کو لیتا ہے تھام

(م) عشق میں تقویم......................................
عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا
(م) اور زمانے بھر میں موت ہے جن پر[۳]
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

عشق دمِ جبرئیلؑ، عشق دلِ مصطفیٰؐ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

عشق کی مستی سے ہے پیکرِ گِل تاب ناک
عشق ہے صہبائے خام، عشق ہے کاسُ الکِرام

عشق فقیہِ حرم، عشق امیرِ جُنود
عشق ہے ابنُ السّبیل، اس کے ہزاروں مقام!

عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات، عشق سے نارِ حیات

اے حرَمِ قُرطُبہ! عشق سے تیرا وُجود
(م)ا۔جوہرِ سعی ہو تو بے الم رفت و بود
۲۔عشق سراپا دوام، جس میں یاس نہیں
۳۔عشق حیاتِ دوام، بے خلشِ رفت و بود(۴)
عشق سراپا دوام، جس میں نہیں رفت و بود

رنگ ہو خِشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نُمود

قطرۂ خونِ جگر سِل کو بناتا ہے دِل
خونِ جگر سے صدا سوز و سُرور و سرود

تیری فَضا دل فروز، میری نوا سینہ سوز
تجھ سے دِلوں کا حُضور، مجھ سے دِلوں کی کشُود

عرشِ معلّٰی سے کم سینۂ آدم نہیں
گرچہ کفِ خاک کی حد ہے سپہرِ کبُود

پیکرِ نوری کو ہے سجدہ میسّر تو کیا
اس کو میسّر نہیں سوز و گدازِ سُجود!

کافرِ ہندی ہوں مَیں، دیکھ مِرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و دُرود، لب پہ صلوٰۃ و دُرود

شوق مری لَے میں ہے، شوق مری نَے میں ہے
نغمۂ 'اَللہ ھُو'(۵) میرے رگ و پَے میں ہے

تیرا جلال و جمال، مردِ خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تُو بھی جلیل و جمیل

تیری بِنا پائے دار، تیرے سُتوں بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہُجومِ نخیل

تیرے درو بام پر وادیِ اَیمن کا نور
تیرا مَنارِ بلند جلوہ گہِ جبرئیلؑ

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں، کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِّ کلیمؑ و خلیلؑ

اس کی زمیں بے حُدود، اس کا اُفُق بے ثُغور
اس کے سمندر کی موج، دجلہ و دینوب و نِیل

اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے غریب
عہدِ کُہَن کو دیا اس نے پیامِ رحیل

ساقیِ اربابِ ذوق، فارسِ میدانِ شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل!

مردِ سپاہی ہے وہ، اس کی زِرہ 'لَا اِلٰہ'
سایۂ شمشیر میں اس کی پنہ 'لَآ اِلٰہ'(۶)

تجھ سے ہُوا آشکار بندۂ مومن کا راز
اس کے دنوں کی تپِش، اس کی شبوں کا گداز

اس کا مقامِ بلند، اس کا خیالِ عظیم
اس کا سُرور اس کا شوق، اس کا نیاز اس کا ناز

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کارکُشا، کارساز

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دلِ بے نیاز

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نِگہ دل نواز

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

نقطۂ پرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالَم تمام، وہم و طِلِسم و مجاز

(م)بحر ہے طوفاں ہے وہ، کشتی و ساحل ہے وہ
عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ
(م)عشق کا حاصل ہے وہ، کُل ہے جہانِ دِل ہے وہ![۷]
حلقۂ آفاق میں گرمیِ محفل ہے وہ

کعبۂ اربابِ فن! سطوَتِ دینِ مبیں
تجھ سے حرم مرتبت اَندلُسیوں کی زمیں

ہے تہِ گردُوں اگر حسن میں تیری نظیر
قلبِ مسلماں میں ہے، اَور نہیں ہے کہیں

آہ وہ مردانِ حق! وہ عرَبی شہ سوار
حاملِ "خُلقِ عظِیم"، صاحب صدق و یقیں

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمزِ غریب
سلطنتِ اہلِ دل فقرُ ہے، شاہی نہیں

جن کی نگاہوں نے کی تربیَتِ شرق و غرب
ظلمتِ یورپ میں تھی جن کی خرَد راہ بیں

(م) جن کے لہو کے طفیل آج بھی ہیں اَندلُسی[۸]

جن کے لہو کی طفیل آج بھی ہیں اَندلُسی
خوش دل و گرم اختلاط، سادہ و روشن جبیں

آج بھی اس دیس میں عام ہے چشمِ غزال
اور نگاہوں کے تِیر آج بھی ہیں دل نشیں

بوے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

دیدۂ انجُم میں ہے تیری زمیں، آسمان
آہ! کہ صدیوں سے ہے تیری فَضا بے اذاں

کون سی وادی میں ہے، کون سی منزل میں ہے
عشقِ بلا خیز کا قافلۂ سخت جاں!

دیکھ چکا المنی☆، شورشِ اصلاحِ دیں
جس نے نہ چھوڑے کہیں نقشِ کُہَن کے نشاں

حرفِ غلَط بن گئی عِصمتِ پیرِ کُنِشت
اور ہوئی فکر کی کَشتیِ نازک رواں

☆ جامع دہلی، مئی ۱۹۳۳ء کے شمارے میں درج بالا چھ (۶) اشعار 'الہامِ اقبال' کے عنوان سے شائع ہوئے۔ (از شعرِ دیکھ چکا المنی۔۔۔)

مذکورہ بالا اشعار میں سے درج ذیل مصرعوں میں متداول کلام سے اختلافِ متن پایا جاتا ہے۔

(۱) ع دیکھ چکا المنی کوششِ اصلاح دیں

متداول کلام میں 'کوشش' کی جگہ لفظ 'شورش' درج ہے۔

(۲) ع جس نے نہ چھوڑے عہدِ کُہن کے نشان

متداول کلام میں 'عہدِ کُہن' کی جگہ 'نقشِ کُہَن' کے الفاظ درج ہیں۔

چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب
جس سے دِگرگُوں ہُوا مغربیوں کا جہاں

ملّتِ رومیؔ نژاد کُہنہ پرستی سے پیر
لذتِ تجدید سے وہ بھی ہوئی پھر جواں

روحِ مسلماں میں ہے آج وہی اضطراب
رازِ خدائی ہے یہ، کہہ نہیں سکتی زباں!

دیکھیے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا!

وادیِ کُہسار میں غرقِ شفَق ہے سحاب
لعلِ بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب

سادہ و پُرسوز ہے دخترِ دہقاں کا گیت
کشتیِ دل کے لیے سَیل ہے عہدِ شباب

آبِ روانِ کبیر☆! تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب!

عالَمِ نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحَر بے حجاب

پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمَم کی حیات کشمکشِ انقلاب!

☆ وادالکبیر، قُرطُبہ کا مشہور دریا جس کے قریب ہی مسجدِ قُرطُبہ واقع ہے۔

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

نقش ہیں سب نا تمام، خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۶۔۱۷	۷۶۔ ۸۳	۹۵/۴۱۹	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۰۲	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۴	۰۱	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	۰۱	۰۱	۔	۔

i۔ تخلیقی پسِ منظر: ۱۹۳۲ء میں تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد اقبال نے یورپ کی سیاحت کی اور سپین بھی گئے جہاں جنوری ۱۹۳۳ء میں مسجد قرطبہ کی زیارت کی۔ جب وہ لاہور واپس آئے تو اپنے گھر پہنچ کر بعض احباب کے روبرو اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:

" میری رائے میں اس سے زیادہ خوب صورت اور شان دار مسجد روئے زمین پر تعمیر نہیں ہوئی۔ عیسائیوں نے بعد فتح قرطبہ اس مسجد میں جابجا چھوٹے چھوٹے گرجے بنا دیے تھے۔ جنھیں اب صاف کر کے مسجد کو اصل حالت میں لانے کی تجویزیں کی جا رہی ہیں۔ میں نے ناظمِ آثارِ قدیمہ کی معیت میں جا کر باجازت خاص اس مسجد میں نماز ادا کی۔"

شیخ محمد اکرام کے نام ایک خط محررہ ۲۷ مارچ ۱۹۳۳ء میں لکھا ہے:

"میں اپنی سیاحتِ اندلس سے بے حد لذت گیر ہوا۔ وہاں دوسری نظموں کے علاوہ ایک نظم مسجدِ قرطبہ پر لکھی جو کسی وقت شائع ہو گی۔ الحمرا کا تو مجھ پر کچھ زیادہ اثر نہ ہوا لیکن مسجد کی زیارت نے مجھے جذبات کی ایسی رفعت تک پہنچا دیا جو مجھے پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔"

نظم 'مسجدِ قرطبہ' انھیں جذباتِ عالیہ کا حاصل تھی۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ زندہ رود، ج۔۳: جاوید اقبال، ص۴۲۸
ب۔ اقبال نامہ (حصہ دوم): (مرتب) شیخ عطاء اللہ، ص۳۲۱

ii۔ مدعاے تخلیق: مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے تحریک پیدا کرنا۔

(۱) مسجدِ قرطبہ: مسلمانوں نے سپین کو فتح کرنے کے بعد قرطبہ کے شہر کو بہت ترقی دی۔ یہ شہر ہسپانیہ کے جنوبی علاقے میں ہے۔ مشرقی و مغربی ساحلوں سے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ مسلمانوں کے دور میں اس کی ترقی کا زمانہ ۷۵۶ء تا ۱۰۳۱ء تھا۔

مسجد قرطبہ کی تعمیر عبدالرحمن اول نے ۷۸۵ء میں شروع کی۔ بعد ازاں مختلف حکمرانوں نے اس میں بے حد توسیع کی۔ تا آں کہ یہ اپنے زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی مسجد بن گئی۔ تکمیلِ توسیع کے بعد اس کا چھتا ہوا صحن ۴۴۰×۶۲۰ فٹ ہو گیا۔ اس کے ستون ایک ہزار چار سو سترہ تھے۔ دیواروں میں اکیس دروازے تھے اور اذان کے لیے وقف مینار کی بلندی ایک سو آٹھ فٹ تھی۔ اس میں بڑے فانوسوں کی تعداد دو سو اسی تھی جب کہ روشنی کے لیے پیتل کے پیالوں کی تعداد سات ہزار چار سو پچیس تھی۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال کی طویل نظمیں: رفیع الدین ہاشمی، ص۱۶۹۔۱۹۶
ب۔ آئینہ اقبال: (مرتبہ) محمد عبداللہ قریشی، ص۱۵
ج۔ تفہیمِ بالِ جبریل: خواجہ محمد زکریا، ص۳۴۹
د۔ زندہ رود۔ ج۳: جاوید اقبال، ص۴۲۸۔۵۰۴

(۲) نقش اول کے جزوِ آخر کی ترکیب 'ظاہر و باطن' سے شاعر مطمئن نہ ہوئے۔ انھوں نے متداول مصرع میں اس کو 'باطن و ظاہر' سے بدل دیا۔

(۳) مصرع اول کے نقش اول میں 'عشق میں تقویم' کا تصور خلافِ واقع تھا۔ متداول نقش میں 'عشق کی تقویم' کے الفاظ سے شاعر نے اس سقم کو دور کر دیا۔ مصرع ثانی کے نقش اول کو شاعر کا ابتدائی تخیل قرار دیا جا سکتا ہے جسے متداول مصرع سے بدل دیا گیا۔

(۴) نقش اول کے جزوِ اول میں لفظ "حیات"، نقش دوم متداول کے انتخاب "سراپا" کے مقابل محدود المعانی لفظ تھا اس لیے اول الذکر کو ترک کر دیا گیا۔ جزوِ ثانی میں "بے خلش" کی ترکیب جذبۂ عشق کی وضاحت کے لیے موزوں نہ تھی، چنانچہ شاعر نے اسے ترک کرتے

ہوئے نقش دوم متداول میں ''جس میں نہیں'' کے الفاظ کے ساتھ ''رفت و بود'' کے تصور کو واضح کیا۔

(۵) جمیل رقم نے 'ھو' الٹے پیش کے ساتھ کتابت کیا ہے جو کہ درست نہیں قبل ازایں کاتبین نے سیدھے پیش کے ساتھ (ھُو) نقل کیا ہے جو کہ درست ہے۔

(۶) دیکھیے غزل، ص۶۷۔

(۷) نقش اول کے اس شعر میں ''مردِ مومن'' کے کردار کی نوعیت آفاقی نہ تھی اس لیے شاعر نے اسے ترک کر دیا۔ اس سے اگلے شعر نقش دوم متداول میں اس کمزوری کو دور کر دیا گیا۔ مسودہ میں بھی شاعر نے متروکہ اور متداول دونوں اشعار تحریر کیے۔ پھر متروکہ شعر کو قلم زد کر دیا۔

(۸) نقش اول میں لفظ 'کے' کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے لفظ 'لہو' کو ابتداءً مذکر لیا۔ متداول نقش میں اسے مؤنث قرار دے دیا۔

مَحبّت

شہیدِ مَحبّت نہ کافر، نہ غازی مَحبّت کی رسمیں نہ ترکی، نہ تازی!

یہ جوہر اگر کارفرما نہیں ہے تو ہیں عِلم و حکمت فقَط شیشہ بازی!

وہ کچھ اور شے ہے، مَحبّت نہیں ہے سکھاتی ہے جو غزنوی کو ایازی!

نہ محتاجِ سلطاں، نہ مرعوب سلطاں مَحبّت ہے آزادی و بے نیازی!

مِرا فقرُ بہتر ہے اسکندری سے
یہ آدم گری ہے، وہ آئنہ سازی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۷	۱۲۳	۱۵۲/۴۷۶	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۲۶	ـ

۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: معاشرتی تعصبات۔

ii۔ مدعاے تخلیق: مَحبّت کی اہمیت واضح کرنا۔

مَحبّت لوگوں کو ہر طرح کے تعصبات سے مبرا کر دیتی ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا نظامِ فن: ڈاکٹر عبدالمغنی، ص ۲۸۸

ب۔ شذرات فکرِ اقبال: (مترجمہ) ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ص ۱۱۵۔۱۶۸

دعا(۱)

(مسجدِ قرطبہ میں لکھی گئی)

ہے یہی میری نَماز، یہی میرا وُضو
میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو!

(م) قصرِ مَحبّت سے ہے ذوق و سُرورِ حیات(۲)
صحبتِ اہلِ صفا، نور و حُضور و سُرور
سر خوش و پُرسوز ہے لالہ لبِ آب جُو!

میرا نشیمن نہیں درگہِ میر و وزیر
(م) میری نشیمن بھی تُو، شاخِ نشیمن بھی تو!(۳)
میرا نشیمن بھی تُو، شاخِ نشیمن بھی تُو!

تجھ سے گریباں مِرا مطلعِ صُبحِ نُشور
تجھ سے مِرے سینے میں آتشِ 'اَللہ ھُو(۴)'!

(م) تجھ سے مری زندگی سوز و تب داغ
تجھ سے مری زندگی سوز و تب و درد و داغ

(م)تو ہے مری جستجو تو ہے مری آرزو![۵]

تُو ہی مری آرزو، تُو ہی مری جستجو!

تیری خدائی سے ہے میرے جُنوں کو گلہ
اپنے لیے لامکاں، میرے لیے چار سُو!

پاس اگر تُو نہیں، شہر ہے ویراں تمام
تُو ہے تو آباد ہیں، اجڑے ہوئے کاخ و کُو!

پھر وہ شرابِ کہن مجھ کو عطا کر، کہ مَیں
ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام و سبُو!

چشمِ کرم ساقیا! دیر سے ہیں منتظر
جلوَتیوں کے سبُو، خلوَتیوں کے کدُو!

راہِ مَحبّت میں ہے کون کسی کا رفیق
ساتھ مِرے رہ گئی، ایک مری آرزو

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنّا، جسے کہہ نہ سکیں رُوبرو!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۷	۷۴	۹۳/ ۴۱۷	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۰۱	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: یہ دعا علامہ اقبال نے تیسری گول میز کانفرنس،لندن(۱۷نومبر ۱۹۳۲ء تا ۲۴دسمبر ۱۹۳۲ء) کے بعد کہی تھی۔ اس کانفرنس میں آپ بحیثیتِ مسلم مندوب کے

شریک ہوئے۔ غالباً آپ پہلے مسلمان تھے جنھوں نے مسجدِ قرطبہ کے کلیسا میں تبدیل کیے جانے کے بعد جنوری ۱۹۳۳ء میں یہاں پہلی بار دو رکعت نَماز ادا کی۔

علامہ اقبالؔ مسجد کی شان و شوکت سے اس قدر مرعوب اور متاثر ہوئے کہ آپ نے جب نَماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو یکایک اشعار کا نزول ہونے لگا حتّٰی کہ انھوں نے پوری دعا اشعار کی صورت میں مانگی جو بعد میں بالِ جبریل کی زینت بنی۔

ا۔ بالِ جبریل کا تنقیدی جائزہ: ڈاکٹر انعام الحق: (مشمولہ) مجلہ اقبال، اکتوبر ۱۹۹۶ء، ص ۴۵

ب۔ زندہ رود، ج۔۳: جاوید اقبال، ص ۲۱۸

ج۔ اقبال کا تیسرا سفر یورپ: رحیم بخش شاہین؛ (مشمولہ) مجلہ اقبالیات، لاہور، ص ۱۲۷

ii۔ مدعائے تخلیق: حق تعالیٰ سے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے دعا کرنا۔

(۱) علامہ اقبال نے 'دعا' کے عنوان سے تین دعائیں نظم کی ہیں۔ یہ دعائیں خداوند کریم کو براہِ راست مخاطب کر کے مانگی گئی ہیں۔ بقیہ دو دعاؤں میں سے ایک بانگِ درا میں 'حضورِ رسالتِ مآب میں' کے عنوان سے درج ہے۔ دوسری فارسی مجموعہ کلام 'زبورِ عجم' کا حصہ ہے۔

(بانگِ درا (حصہ سوم): (مشمولہ) کلیاتِ اقبال (اکادمی)، ص ۲۰۸ / ۲۲۴، زبورِ عجم، ص ۱۲)

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کی تین دعائیہ نظمیں: میرزا ادیب؛ (مشمولہ) اقبال ۸۴، ص ۲۳۶۔۲۵۲

(۲) نقش اول میں ''قصرِ محبّت'' کی ترکیب ناقص ہونے کے باعث مصرع کو ترک کر دیا گیا۔ متداول مصرع میں ''صحبتِ اہلِ صفا'' کا انتخاب کیا گیا جو کہ قوتِ محرکہ کی صفت کی حامل ہونے کے باعث مدعائے شاعر پر پورا اترتی ہے۔

(۳) نقش اول میں لفظ 'نشیمن' کے ساتھ 'میری' کا سابقہ بے محل تھا۔ واضح رہے کہ لفظ 'نشیمن' مذکر ہے جیسا کہ متداول مصرع سے ظاہر ہے۔

(۴) جمیل رقم نے 'ھو' الٹے پیش کے ساتھ کتابت کیا ہے جو کہ درست نہیں قبل ازیں کاتبین نے سیدھے پیش کے ساتھ (ھُو) نقل کیا ہے جو کہ درست ہے۔

(۵) نقش اول کے مصرع میں ''نور'' کا لفظ نفسِ مضمون سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے شاعر نے اس کو ترک کر دیا۔ نقش دوم متداول میں شاعر نے ''سوز'' اور ''درد'' کے الفاظ کا انتخاب کیا۔ یہ الفاظ زندگی میں تحریک پیدا کرنے کی نمایندگی کرتے ہیں اس لیے منشائے شاعر پر پورا اترتے ہیں۔

مصرع دوم، نقش اول کے ترک کیے جانے کا باعث الفاظ کی نشست کا موزوں نہ ہونا ہے۔ نقش ثانی متداول میں شاعر نے معمولی تغیر کے ساتھ اس کا اہتمام کر دیا ہے۔

(۳۰)

ہر شے مسافر، ہر چیز راہی　　کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی

تُو مردِ میداں، تُو میرِ لشکر　　نوری حُضوری، تیرے سپاہی

کچھ قدر اپنی تُو نے نہ جانی　　یہ بے سوادی، یہ کم نگاہی!

دنیائے دُوں کی کب تک غلامی　　یا راہبی کر، یا پادشاہی

پیرِ حرم کو دیکھا ہے مَیں نے
کِردار بے سوز، گُفتار واہی

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۷	۵۲	۳۸۲/۵۸	ـ
۲	غزل نمبر	۳۸	۳۰	۳۰۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	×

i۔ تخلیقی محرک: عالمِ اسلام کی مایوس کن صورتِ حال۔

ii۔ مدعائے تخلیق: وضاحت 'فلسفۂ تخلیقِ آدم'۔

(م) نظم

یہ عالَمِ گِل، یہ عالَمِ دل
دونوں کی ہے اپنی اپنی منزل

وہ سست قدم، یہ تُند رَو ہے
دونوں کے لیے سفر ہے مشکل

یہ راز نہ کھل سکا کسی پر
کیوں کر ہوئے ہم سفر دل و گِل

منزل گِل کی، مماتِ جاوید
منزل دل کی، حیاتِ جاوید(۱)

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۷	ـ	ـ	ـ
۲	نظم نمبر	۳۹	ـ	ـ	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	ـ	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۴	ـ	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: تخلیقِ آدم مادہ اور روح کا شہ کار ہے۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ تخلیقِ آدم مادہ اور روح کے امتزاج کا شہ کار ہے۔ روح کو مادہ پر فضیلت حاصل ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

فلسفہ آب و گل: میر عبدالصمد خان، ۱۹۶۵ء

(۱) بیاض پنجم، ص ۱۷

(۳۱)

ہر چیز ہے محوِ خود نمائی ہر ذرہ شہیدِ کبریائی

(م) بے ذوقِ نُمود زندگانی(۱) ....

بے ذوقِ نُمود زندگی، موت تعمیرِ خودی میں ہے خدائی

تارے آوارہ و کم آمیز — تقدیرِ وُجود ہے جدائی
یہ پچھلے پہر کا زرد رُو چاند — بے راز و نیازِ آشنائی
(م) تیرا کوئی راہ بر، نہ میرا — ہو گا کوئی ہم سفر نہ میرا□[۲]
.... — (م) تُو آپ ہی اپنا ہے شناسائی[۳]
تیری قِندیل ہے ترا دل — تُو آپ ہے اپنی روشنائی
اک تُو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں — باقی ہے نمُودِ سِیمیائی
ہیں عُقدہ کُشا یہ خارِ صحرا — کم کر گلۂ برَہنہ پائی
رائی زورِ خودی سے پربت — پربت ضعفِ خودی سے رائی+

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۷	۵۳	۳۸۳/۵۹	ـ
۲	غزل نمبر	۳۸	۳۱	۳۱ـ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	۰۱

i۔ تخلیقی محرک: عالمِ اسلام کی مایوس کن صورتِ حال۔
ii۔ مدعائے تخلیق: ’ فلسفہ خودی‘ کی وضاحت کرنا۔
تفصیل کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال کا فلسفہ خودی: آصف جاہ کادوانی، ۱۹۷۷ء
ب۔ اقبال کا فلسفہ خودی: پروفیسر محمد عثمان، ۱۹۷۱ء

(۱) نقش اول میں لفظ ’زندگانی‘ مصرع کی بندش سے مطابقت نہ رکھنے کی بنا پر ترمیم کا باعث بنا۔ نقش دوم میں لفظ ’زندگانی‘ کو ’زندگی‘ میں بدل کر اور لفظ ’موت‘ کا اضافہ کر کے مصرع کو مکمل کر لیا گیا۔

(۲) یہ شعر غزل کی بحر سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔
(۳) نقش اول میں لفظ 'شناسائی' کو نقش دوم کے لفظ 'روشنائی' سے بدل دیا گیا۔
'شناسائی' سے مراد جان پہچان اور واقفیت ہے۔لفظ روشنائی بمعنی روشنی اور اجالا کے ہیں۔اول الذکر کو مؤخر الذکر سے محدود نوعیت کا لفظ ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۵۱)

کی حق سے فرشتوں نے اقبالؔ کی غمّازی — گستاخ ہے کرتا ہے فطرت کی حِنا بندی!
خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلاکی — رومی ہے نہ شامی ہے، کاشی نہ سمرقندی!
سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اِس نے — آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۷۳	۷۲/۳۹۶	ـ
۲	غزل نمبر	۴۱	۵۱	۵۱۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	×

i۔ تخلیقی محرک: علامہ اقبال کا اپنی شخصیت سے قوم کو متعارف کرانے کا جذبہ۔
ii۔ مدعاے تخلیق: کلامِ اقبال کے بعض پہلوؤں کی اہمیت کو واضح کرنا۔

(م) شعر

خرَد میں نور ترا دل میں ہے سُرور ترا
وہاں ظہور ہے تیرا، یہاں حضور ترا

i۔ تخلیقی محرک: اقبال کا تصورِ وحدت الشہود۔
ii۔ مدعاے تخلیق: فلسفۂ وحدت الشہود کی وضاحت کرنا۔
بیاض پنجم، ص ۱۸

(م)شعر

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام و سحَر تازہ کریں

i۔ تخلیقی محرک: قوم کی بے حسی۔
ii۔ مدعائے تخلیق: مسلمانوں میں جذبۂ عمل کو بیدار کرنا۔

بیاض پنجم، ص ۱۸

مُلّا اور بہشت

مَیں بھی حاضر تھا وہاں، ضبطِ سَخُن کر نہ سکا
حق سے جب حضرتِ مُلّا کو مِلا حکمِ بہشت!

عرض کی مَیں نے، الٰہی! مری تقصیر معاف
خوش نہ آئیں گے اسے حور و شراب ولبِ کِشت!

نہیں فردوس مقامِ جدَل و قال اقُول[۱]
بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت

(م) خوگرِ عالَم، فقہا درِ دولت پہ غریب[۲]
ہے بد آموزیِ اقوام و مِلَل کام اس کا
اور جنت میں نہ مسجد، نہ کلیسا، نہ کُنِشت!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۹۹	۱۲۱/۴۴۵	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۱۳	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: علماے سُو کا منفی طرزِ عمل۔

ii۔ مدعاے تخلیق: عوام کو آگاہ کرنا کہ علماے سو مذہبوں اور فرقوں کے اختلافات کو ہوا دے رہے ہیں۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال اور مُلّا: خلیفہ عبدالحکیم، ص ا۔۳۸

ب۔ اقبال اور مُلّا: سجاد باقر رضوی؛ (مشمولہ) علامہ اقبال اور عروضِ حال، ص ۷۹۔۹۶

(۱) شاعر نے بیاض اور مسودہ ہر دو جگہ 'قال واقول' تحریر کیا ہے جملہ کاتبین نے شاعر کی اتباع کی ہے۔

نسیم امروہی کے نزدیک یہاں حرف 'واؤ' زائد ہے وہ لکھتے ہیں:

"قَالَ اَقُولُ (ع ع) فعل: اس نے (یہ) کہا میں (یہ) کہتا ہوں۔ منطق و فلسفہ کی تشریحی کتابوں میں لفظ 'قال' کے بعد اصل مصنف کا متن اور لفظ 'اقول' کے ساتھ اس قول پر تبصرہ لکھا جاتا ہے۔ یہاں بحث مباحثہ مراد ہے۔ منطق کی ایک ابتدائی کتاب کا نام بھی "قال اقول" ہے۔"

(فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۲۰۳)

تدوینِ نو میں نسیم امروہی کی دلیل کے پیشِ نظر حرف 'واؤ' کو حذف کر دیا گیا ہے۔

ابنِ پروین نے اپنی کتابت میں لفظ اقول کو 'اقوال' نقل کیا ہے جو کہ غلط ہے۔

(ابنِ پروین ص ۱۵۹، صدیقی ص ۱۶۴)

(۲) مبہم ہونے کے باعث نقشِ اول کو ترک کر دیا گیا۔

.... (م) حرم کیا شے ہے، توحیدِ اُمَم ہے[۱]

عرب کے سوز میں سازِ عجم ہے حرم کا راز توحیدِ اُمَم ہے!

(م) نہیں حمیتِ افرنگ ممکن[۲] ....

تہی وحدت سے ہے اندیشۂ غرب کہ تہذیبِ فرنگی بے حرم ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۴۷	۸۳/۴۰۷	ـ
۲	رباعی نمبر	۱۴	۶ (حصہ دوم)	۰۹	ابتداءً نمبر شمار ۶ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: دنیا میں پھیلی ہوئی بدامنی کا حل۔

ii۔ مدعائے تخلیق: امنِ عالم کے لیے اسلام کی اہمیت واضح کرنا۔

(۱) نقش اول کا یہ مصرع، مصرع اول سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۲) نقش اول میں فرنگی اندازِ فکر پر براہِ راست تبصرہ تھا، شاعر نے اپنے ادبی ذوق کی بدولت بات کو قرینے سے واضح کرنے کو ترجیح دی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ابتدائی نقش کو حذف کر کے نقش ثانی متداول تخلیق کیا۔

یقیں، مثلِ خلیلؑ آتش نشینی یقیں، اللہ مستی، خود گُزینی
سن، اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار غلامی سے بَتر ہے بے یقینی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۴۶	۸۲/۴۰۶	ـ
۲	رباعی نمبر	۱۵	۶* (حصہ دوم)	۰۸	* ابتداءً نمبر شمار ۵ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: بے یقینی میں گرفتار نژادِ نو۔

ii۔ مدعاے تخلیق: یقین کی اہمیت اور قدر و قیمت واضح کرنا۔

(اقبال کے فلسفۂ فقر کی بنیاد یقین پر ہے۔)

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ۴۶۱۔ ۴۶۴

خودی کی خلوتوں میں گم رہا مَیں خدا کے سامنے گویا نہ تھا مَیں

نہ دیکھا آنکھ اٹھا کر جلوۂ دوست قیامت میں تماشا بن گیا مَیں!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۴۴	۴۰۶/۸۲	۔
۲	رباعی نمبر	×	۵ * (حصہ دوم)	۰۶	* ابتداءً نمبر شمار ’ا‘ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: دیدارِ محبوبِ حقیقی کس طرح ممکن ہے؟

ii۔ مدعاے تخلیق: محبانِ خدا کو خودی اختیار کرنے کا مشورہ دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

خودی اور خدا کا تعلق: سید سیار محمد قادری (مشمولہ) اقبال اور نظریہ خودی، ص ۵۰۔ ۵۴

پریشاں کاروبارِ آشنائی پریشاں تر مری رنگیں نوائی!

کبھی مَیں ڈھونڈتا ہوں لذّتِ وصل خوش آتا ہے کبھی سوزِ جدائی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۸۳	۸۲/۴۰۶	ـ
۲	رباعی نمبر	۱۷	٭ ۳ (حصہ دوم)	۰۷	٭ ابتداءً نمبر شمار ۲ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: عاشق پر گزرنے والی وارداتِ قلبی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: فلسفۂ ہجر و وصال کی وضاحت کرنا۔

(م)حرم ہوں یا حرم کا آستاں ہوں (۱) ....

مکانی ہُوں کہ آزادِ مکاں ہُوں جہاں میں ہُوں کہ خود سارا جہاں ہُوں

وہ اپنی(۲) لامکانی میں رہیں مست مجھے اتنا بتا دیں مَیں کہاں ہوں!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۴۳	۸۱/۴۰۵	ـ
۲	رباعی نمبر	×	۰۳	۰۵	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: انسان کی حقیقت کیا ہے؟

ii۔ مدعاے تخلیق: فلسفہ زمان و مکاں کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کا تصورِ زمان و مکاں: رضی الدین صدیقی، ۱۹۷۳ء

(۱) نقشِ اول میں ''حرم ہونا'' کی ترکیب غیر مانوس اور خلافِ واقع تھی اس لیے شاعر نے نقشِ ثانی متداول موزوں کیا۔

(۲) جمیل رقم نے اس لفظ کو ''اپنی'' کتابت کیا ہے۔ حرف ''پ'' کی بجاے ''ی'' لکھا ہے جو کہ غلط ہے۔ قبل ازیں یہ لفظ درست کتابت ہوتا رہا ہے۔

(م) رباعی

مِرے سینے میں تھا سویا ہوا دل
اسے کھویا تو یوں گویا ہوا دل
مَحبّت صُبح روشن، زندگی رات
فقَط بیدار ہے کھویا ہوا دل(۱)

حواشی وتعلیقات

i۔ تخلیقی محرک: قوم کی مردہ دلی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: مَحبّت اختیار کرنے کا مشورہ دینا یا تصورِ عشق کی وضاحت کرنا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
اقبال کا تصورِ عشق: غلام عمر خان، س ن

(۱) بیاض، ص۱۸

....
(م)۱۔ تُو موجِ بحر ہے ہر دم بدل جا

....
۲۔ تڑپ جا، کاٹ دے، کٹ جا

(م) دلِ دریا میں گم ہو کر اچھل جا
۳۔ کاٹ جا، کٹ جا، پیچ کھا کھا کر بدل جا(۱)

ظلامِ بحر میں کھو کر سنبھل جا
تڑپ جا، پیچ کھا کھا کر بدل جا

(م)۱۔ سمندر کا کراں ناپید، تُو موج
....

۲۔ سمندر بے کراں، فطرت تری شوخ
(م) اچھل کر جس طرف چاہے نکل جا(۲)

نہیں ساحل تیری قسمت میں اے موج!
اُبھر کر جس طرف چاہے نکل جا!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۴۲	۸۱/۴۰۵	ـ
۲	رباعی نمبر	×	۰۲* (حصہ دوم)	۰۴	*ابتداءً نمبر شمار'۱' دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: حق تعالیٰ کے سوا کسی شے کا حقیقی وجود نہیں ہے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: نظریہ وحدت الوجود کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال اور وحدت الوجود: کبیر احمد ڈار (مشمولہ) اقبال شناسی اور فنون، ص ۹۴۔۱۱۳

(۱) نقش اول کا مصرع اول مبہم ہے۔ مصرع دوم کا نقش اول خوب ہے لیکن معیارِ شاعر سے فروتر ہے۔ نقش دوم اور سوم کو متد اول نقش کا ابتدائی تخیل قرار دیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بناپر شاعر نے اِن نقوش کو قلم زد کر دیا۔

(۲) مصرع اول میں موج کے جس کرداری تخیل کو شاعر واضح کرنا چاہتے تھے۔ ابتدائی دونوں نقوش اس کی وضاحت سے قاصر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اِن نقوش کو ترک کر دیا گیا۔ مصرع دوم کے نقش اول میں لفظ 'اچھل' محلِ نظر رہا ہو گا۔ اُچھل سے مراد 'اچھل کود' یعنی بے معنی مشق ہے۔ یہ لفظ شاعر کے مدعا کو واضح نہ کرتا تھا۔ چنانچہ شاعر نے اس مصرع پر نظر ثانی کرنا ضروری سمجھا۔

سوارِ ناقہ و محمل نہیں مَیں　　نشانِ جادہ ہوں، منزل نہیں مَیں

....　　(م) فقط بجلی ہوں مَیں، ساحل نہیں مَیں +[۱]

مری تقدیر ہے خاشاک سوزی　　فقط بجلی ہوں مَیں، حاصل نہیں مَیں

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۵۶	۴۰۹/۸۵	۔
۲	رباعی نمبر	۰۱	۱۷* (حصہ دوم)	۱۸	* ابتداءً نمبر شمار ۱۶ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مردِ مومن کی پہچان کیا ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ مردِ مومن پیکرِ خودی، سراپا حرکت و عمل، باطل سے برسرِ پیکار اور دنیاوی آلائشوں سے پاک ہوتا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

تصورِ بشر اور اقبال کا مردِ مومن: ڈاکٹر حاتم رامپوری، ۱۹۷۹ء

(۱) ابتدائی نقش میں 'بجلی' کی 'ساحل' سے مطابقت پیش کرنے کی کاوش ناکام ثابت ہوئی۔ نقش دوم متداول میں شاعر نے ضروری ترمیم کر دی ہے۔

ترے سینے میں دَم ہے، دل نہیں ہے — ترا دَم گرمیِ محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور — چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۵۷	۴۰۹/۸۵	۔
۲	رباعی نمبر	۰۲	۱۶ * (حصہ دوم)	۱۹	* ابتداءً نمبر شمار ۱۵ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔

۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: معاشرتی فکر و عمل میں عقل کی کارفرمائی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: تصورِ عقل و عشق کی وضاحت کرنا۔

عقل بھی کارآمد ہے لیکن چراغ راہ ہے منزل نہیں۔ منزل تک رسائی صرف عشق کے ذریعے سے ہو سکتی ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص۴۷۶۔۴۷۷

خدائی[۱] اہتمامِ خشک و تَر ہے — خداوندا، خدائی دردِ سر ہے!

ولیکن بندگی، اَستَغفِرُاللہ! — یہ دردِ سر نہیں، دردِ جگر ہے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۴۱	۸۹/ ۴۱۳	۔
۲	رباعی نمبر	۰۳	۱۸ * (حصہ اول)	۳۴	*پہلے نمبر شمار ۱ پھر ۱۷ دیا آخر میں
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	دونوں کو قلم زد کر دیا گیا۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: حقِ بندگی کس طرح ادا کیا جا سکتا ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ حقِ بندگی ادا کرنا دردِ جگر کے بغیر ممکن نہیں۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کی شاعری میں درد کا عنصر: اختر احمد اختر (مشمولہ) جشن نامہ اقبال، ص ۳۹۰۔۳۹۳

(۱) جمیل رقم نے اس لفظ کو "خدای" بغیر ہمزہ کے کتابت کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ قبل ازیں یہ لفظ درست کتابت ہوتا رہا ہے۔

وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے — مری بجلی، مرا حاصل کہاں ہے!
مقام اس کا ہے دل کی خلوتوں میں — خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیاتِ اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۵۵	۴۰۹/۸۵	ـ
۲	رباعی نمبر	۰۴	۱۵*	۱۷	* ابتداءً نمبر شمار ۱۴ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: پیکرِ انسانی میں دل کا مقام کیا ہے؟
ii۔ مدعائے تخلیق: فلسفۂ وحدت الوجود کی مدد سے مقام دل کی وضاحت کرنا۔
(اس کا مقام میرے دل میں ہے تو مخاطب خود غور کرلے کہ دل کا مقام کہاں ہو گا یعنی جب وہ مجھ میں ہے تو لامحالہ میں اس میں ہوں۔)
وضاحت کے لیے دیکھیے:
شرحِ بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۷۳۔۴۷۵

ہر اک ذرّے میں ہے شاید مکیں دل — اسی جلوت میں ہے خلوت نشیں دل
(م)خرَد سے پوچھ کیا تھا اور ہے کیا!+ (۱) — ....
اسیر دوش و فردا ہے ولیکن — غلامِ گردشِ دوراں نہیں دل!

حواشی و تعلیقات

کیفیت	کلیات اکادمی	مسودہ	بیاض پنجم	عنوانات	نمبر شمار
	۸۳/ ۴۰۷	۱۴۹	۱۸	نمبر شمار صفحات	۱
* نمبر ابتداءً نمبر شمار ۷ دیا گیا۔	۱۱	۸* (حصہ دوم)	۔	رباعی نمبر	۲
۔	۔	×	×	اصلاح شدہ اشعار	۳
۔	۔	×	×	متروکہ اشعار	۴

i۔ تخلیقی محرک: کائنات اور عشقِ معبودِ حقیقی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: انسان کے لیے جوہرِ عشق کی اہمیت واضح کرنا۔
(عشق کی بدولت انسان زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔)
وضاحت کے لیے دیکھیے:
شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۶۵۔۴۶۶

(۱) اس فن پارے کو متداول کلام سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث شاعر نے ترک کر دیا۔

جمالِ عشق و مستی نَے نوازی   جلالِ عشق و مستی بے نیازی
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدرؓ   زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی!

حواشی و تعلیقات

کیفیت	کلیات اکادمی	مسودہ	بیاض پنجم	عنوانات	نمبر شمار
۔	۸۴/ ۴۰۸	۱۵۴	۱۸	نمبر شمار صفحات	۱
* ابتداءً نمبر شمار ۱۳ دیا گیا۔	۱۶	۱۴* (حصہ دوم)	۰۶	رباعی نمبر	۲
۔	۔	×	۰۱	اصلاح شدہ اشعار	۳

۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: علمِ محض (منطق وغیرہ) انسانیت کے لیے مفید نہیں۔

ii۔ مدعاے تخلیق: عشق تکمیلِ انسانیت کا باعث ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

خودی اور عشق: اشفاق حسین؛ (مشمولہ) اقبال اور انسان، ص ۱۲۷۔۱۳۶

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی ۔۔۔ خودی کی خلوتوں میں کبریائی!

(م) ملک (و) جبریلؑ و حور و فردوس(۱) ۔۔۔ ....

زمین و آسمان و کرسی و عرش ۔۔۔ خودی کی زد میں ہے ساری خدائی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۵۲	۴۰۸/۸۴	ـ
۲	رباعی نمبر	۰۷	۱۳*	۱۴	* ابتداءً نمبر شمار ۱۲ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مثالی مسلمان (مردِ مومن) کی صفات۔

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ نیابتِ الٰہیہ کے مقام پر فائز ہونے کے لیے فلسفۂ خودی پر عمل کرنا ہو گا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کا فلسفۂ خودی: آصف جاہ کاروانی، ۱۹۷۷ء

(۱) ابتدائی نقش میں صرف 'عرشی مخلوق' کا تذکرہ تھا۔ فرشی (زمینی) مخلوق کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اس لیے فن پارے کے خالق نے متداول نقش تخلیق کر کے اس سقم کو دور کر دیا ہے۔

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں! خرَد کھوئی گئی ہے چار سُو میں!
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی اماں شاید ملِے 'اللہ ھُو'(۱) میں!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۵۳	۴۰۸/۸۴	ـ
۲	رباعی نمبر	۰۸	۱۲* (حصہ دوم)	۱۵	* ابتداءً نمبر شمار ۱۱ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: معاشرہ میں مادیت پرستی کا رجحان۔
ii۔ مدعائے تخلیق: عشق حقیقی اختیار کرنے کی ترغیب دینا۔
(یاد رکھو! دلوں کا سکون اللہ کی یاد میں ہے۔)
وضاحت کے لیے دیکھیے:
شرحِ بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۶۸۔۴۷۰
(۱) دیکھیے نظم 'مسجد قرطبہ'، ص ۱۲۴۔

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری رہا صوفی، گئی روشن ضمیری
.... (م) نہیں ممکن تیری امیری بے فقیری!(۱)
خدا(۲) سے پھر وہی قلب و نظر مانگ نہیں ممکن امیری بے فقیری!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۵۱	۴۰۸/۸۴	ـ
۲	رباعی نمبر	۰۹	۱۱ *	۱۳	* ابتداءً

			(حصہ دوم)		نمبر شمار ۱۰ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: امت کے نام نہاد راہ نما۔

ii۔ مدعائے تخلیق: اسلامی حقیقی روح کے ساتھ فقر اختیار کرنے کی ترغیب دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

متاعِ فقر: سید سجاد حیدر (مشمولہ) چراغِ حرم، ص ۳۷۔ ۴۲

(۱) نقش اول میں لفظ ''تیری'' حشو ہونے کے باعث اس نقش کو ترک کر دیا گیا۔

(۲) جمیل رقم نے اس لفظ کو ''خد'' لکھا ہے۔ اس میں حرف الف حذف کر دیا ہے۔ ان سے قبل یہ لفظ درست کتابت ہو تا رہا ہے۔

جوانوں کو مری آہِ سحَر دے پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

خدایا، آرزو میری یہی ہے مرا نورِ بصیرت عام کر دے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۳۹	۸۳/۴۱۱	۔
۲	رباعی نمبر	۱۰	۲۰* (حصہ اول)	۲۵	* ابتداءً نمبر شمار ۱۹ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: نوجوان نسل کی یورپ زدگی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: حق تعالیٰ سے دعا کرنا کہ وہ نوجوانوں کو کلامِ اقبال سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ترے شیشے میں مے باقی نہیں ہے
(م)بتا تُو کیا مرا ساقی نہیں ہے!○[۱]
بتا کیا تُو میرا ساقی نہیں ہے!

(م)۱۔تجھے شایاں نہیں شبنم افشانی
۲۔یہ شبنم کی تنک ریزی کہاں تک![۲]
سمندر سے ملِے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزّاقی نہیں ہے

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۳۸	۳۴۶/۲۲	ـ
۲	رباعی نمبر	۰۲	۲۳		ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: قلبِ اقبال میں عشقِ الٰہی کی تڑپ۔

ii۔ مدعاے تخلیق: باندازِ شکوہ حق تعالیٰ سے لطف وکرم کے لیے دعا۔

(۱) متروکہ مصرع میں لفظ 'تُو' کا استعمال بے محل تھا۔ متداول مصرع میں شاعر نے اس سقم کو دور کر دیا۔

(۲) نقش اول اور دوم کے دونوں مصرعے اپنی اپنی جگہ پر خوب تھے۔ شاعر جس شدت کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ یہ مصرعے اس معیار پر پورا نہ اترتے تھے۔ ضُعفِ بیاں کے باعث اِن مصرعوں کو اس شہ پارے کے خالق نے متداول کلام کا جزو نہیں بنایا۔

.... (م) گواہِ شانِ لولاکی نہیں ہے[۱]

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے تری پرواز لولاکی نہیں ہے

یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری تری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۵۰	۸۳/ ۴۰۷	۔
۲	رباعی نمبر	۱۲	۱۰ * (حصہ دوم)	۱۲	* ابتداءً نمبر شمار ۹ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: فلسفۂ زمان ومکاں۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ اگر کوئی شخص اپنی عقل کی بجائے عشق کی اتباع کرے تو وہ گردشِ دوراں (زمان ومکاں) سے آزاد ہو سکتا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے: شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ۲۶۴۔۶۶

(۱) نقش اول کو ترک کیے جانے کا باعث 'گواہِ شانِ لولاکی' کا تخیل ہے۔ یہ تخیل مدعائے شاعر سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

کوئی دیکھے تو میری نَے نوازی — نفَس ہندی، مقامِ نغمہ تازی!
نگہ آلودۂ اندازِ افرنگ — طبیعت غزنوی، قسمت ایازی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۸	۱۴۸	۸۳/ ۴۰۷	۔
۲	رباعی نمبر	۱۳	۹* (حصہ دوم)	۱۰	* ابتداءً نمبر شمار ۸ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: ہندی مسلمانوں میں فکری انحطاط۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ فکری انحطاط کا باعث مغربی اندازِ فکر ہے۔

(وضاحت: فلسفۂ عقل و وجدان)

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کا نظریہ وجدان: اسلوب احمد انصاری (مشمولہ) فکرِ اقبال (مقالات حیدر آباد سیمینار)، ص ۹۳۔۱۰۶

(۴)

اثر کرے نہ کرے، سُن تو لے مِری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب، یہ بندۂ آزاد!

....
(۱) کوشش میں ڈال گئی تیری لذّتِ ایجاد!

(م) تیرا جہاں بہت اچھا مگر غریبوں کو
(۲) ستم ہے یا کہ کرم ہے تیری لذّتِ ایجاد![1]

یہ مُشتِ خاک، یہ صرصر، یہ وسعتِ افلاک
کرم ہے یا کہ ستم تیری لذّتِ ایجاد

ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمۂ گُل
یہی ہے فصلِ بہاری، یہی ہے بادِ مراد!

قصور وار، غریب الدّیار ہُوں، لیکن
ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد!

مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے
وہ دشتِ سادہ، وہ تیرا جہانِ بے بنیاد!

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیّاد!

مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انھی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۹	۰۷	۳۴۸/۲۴	۔
۲	غزل نمبر	×	۰۳	۴۔ حصہ اول	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	۰۱	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: کائنات میں انسان کی حقیقت کیا ہے؟

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ کائنات کی رنگینیوں کا باعث انسان ہے۔

(شرح بال جبریل؛یوسف سلیم چشتی، ص ۸)

(۱) مصرع اول کا نقش اول غزل کے دوسرے اشعار سے مطابقت نہیں رکھتا تھا اس لیے ترک کر دیا گیا۔ مصرع ثانی کے نقش اول کو شاعر کا خیالِ خام قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس نقش کا جزوِ اول 'کوشش میں ڈال گئی' انھیں متاثر نہ کر سکا۔ نقش دوم میں نیا جزو 'ستم ہے یا کہ کرم ہے' کے الفاظ سے تخلیق کیا۔ شاعر ترمیم نو سے مطمئن نہ ہوئے۔ انھوں نے الفاظ کی نشست کی ترمیم کرتے ہوئے نقش سوم تخلیق کیا، یہی نقش متداول کلام کا جزو بن گیا۔

(۵۰)

(م) کریں گے اہلِ نظر اور بستیاں آباد
(م) بنیں گے تازہ اور سمرقند و کوفہ و بغداد![1]

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوے کوفہ و بغداد!

یہ مَدرَسہ، یہ جواں، یہ سُرور و رعنائی
انھی کے دم سے ہے مے خانۂ فرنگ آباد!

نہ فلسفی سے، نہ مُلّا سے ہے غرض مجھ کو
یہ دل کی موت، وہ اندیشہ و نظر کا فساد!

فقیہِ شہر کی تحقیر، کیا مجال مری!
مگر یہ بات کہ مَیں ڈھونڈتا ہوں دل کی کُشاد!

خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرتِ پرویز
خدا کی دین ہے سرمایۂ غمِ فرہاد!

کیے ہیں فاش رُموزِ قلندری میں نے
کہ فکرِ مدرَسہ و خانقاہ ہو آزاد!

....
(م) کہ بے شعیبؑ کلیمی ہے کارِ بے بنیاد!+[2]

رِشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ بَرہَمن کا طِلِسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۹	۷۲	۳۹۶/۷۲	۔
۲	غزل نمبر	۴۳	۵۰	۵۰۔ حصہ	۔

				دوم	
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	۰۱	ـ	۰۱
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	×

i۔ تخلیقی محرک: مغربی تہذیب کے اوصاف۔

ii۔ مدعائے تخلیق: علومِ ظاہری اور باطنی کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

(۱) نقش اول میں لفظ 'اور' زائد تھا۔ متداول نقش میں اسے حذف کر دیا گیا۔ نقش دوم شعر کم اور نثر پارہ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں طوالت کا عیب بھی تھا۔ متداول نقش کے تخیّل میں تبدیلی کرتے ہوئے 'بنیں گے تازہ اور' کے جملہ کو حذف کر کے نیا جملہ 'مری نگاہ نہیں سوے' تخلیق کیا گیا۔ دوسری تبدیلی 'سمرقند' کو قلم زد کر کرنے کی ہے اس صفائی کے بعد خوبصورت شعری نگینہ کلام کی زینت بنا۔

(۲) نقش اول میں 'بے شعیبؑ' کی ترکیب 'ساتھی، معاون یا مددگار' کی طرف اشارہ کرتی ہے جو کہ مصرع اول سے فکری مطابقت نہ رکھتی تھی اس لیے مصرع کو قلم زد کر دیا گیا۔ متداول شعر کے مصرع اول کے تخیل میں 'رشی کی فاقہ کشی' اور مصرع ثانی میں 'کلیمؑ اللہ کے عصا' کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اس بحث سے واضح ہے کہ اصلاحِ مصرع کے بارے میں شاعر کا فیصلہ درست تھا۔

(۲۹)

اَفلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر — کرتے ہیں خِطاب آخر، اُٹھتے ہیں حِجاب آخر

مے خانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں — لاتے ہیں سُرور اوّل، دیتے ہیں شراب آخر

احوالِ مَحبّت میں کچھ فرق نہیں ایسا — سوز و تب و تاب اوّل، سوز و تب و تاب آخر

مَیں تجھ کو بتاتا ہُوں، تقدیرِ اُمَم کیا ہے! — شمشیر و سَناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

(م) کیا دبدبۂ نادر، کیا شوکتِ مختاریِ تیموری(۱) — ....

کیا دبدبۂ نادر، کیا شوکتِ تیموری — ہو جاتے ہیں سب دفتر غرقِ مَۓ ناب آخر

خلوَت کی گھڑی گزری، جلوَت کی گھڑی آئی چھَٹنے کو ہے بجلی سے آغوشِ سَحاب آخر

تھا ضبط بہت مشکل اس سیلِ مَعانی کا کہہ ڈالے قلندر نے اَسرارِ کتاب آخر

(م)تہذیب کے پردے میں تعلیمِ ہوس ناکی
نازل ہوا مغرب پر فطرت کا عذاب آخر□(۲)

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۹	۵۱	۳۸۱/۵۷	ـ
۲	غزل نمبر	۴۴	۲۹	۲۹۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: تہذیبِ مغرب۔

ii۔ مدعائے تخلیق: فلسفہ تصوف یا راہِ سلوک کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا نظریۂ تصوف: بشیر مخفی القادری، س ن

ب۔ تصوف کی حقیقت: پرویز، ۱۹۸۷ء

(۱) نقش اول میں لفظ ’مختاری‘ کے حشو ہونے کے باعث اس مصرع کو حذف کر دیا گیا۔

(۲) ’تعلیمِ ہوس ناکی‘ کی ترکیب غیر مانوس ہونے کی بنا پر شعر کو قلم زد کیا گیا ہے۔ تاہم صابر حسین کلوروی کا ترکِ شعر پر تبصرہ کچھ مختلف ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”اس شعر میں کوئی نقص موجود نہیں، شعر کو ترک کرنے کی بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی“

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۸)

(۲۷)

تو اے اسیر مکاں! لا مکاں سے دور نہیں وہ جلوہ گاہ ترے خاک داں سے دور نہیں

(م) وہ مرغِ راہ کہ بیمِ خزاں نہیں جس میں [۱]
وہ مرغُ زار کہ بیمِ خزاں نہیں جس میں
....
غمیں نہ ہو کہ تیرے آشیاں سے دور نہیں

....
فضا تیری مہ و پرویں سے ہے ذرا آگے
(م) قدم اٹھا کہ یہ مکاں آسماں سے دور نہیں [۲]
قدم اٹھا، یہ مکاں آسماں سے دور نہیں

(م)۱۔ مجھے یہ بات قلندر کی یاد ہے کہ حیات
۲۔ مجھے یہ نکتہ قلندر کا یاد ہے کہ حیات [۳]
یہ ہے خلاصۂ علِمِ قلندری کہ حیات
....
....
خَدنگِ جَستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں

کہے نہ راہ نُما سے کہ چھوڑ دے مجھ کو
یہ بات راہ روِ نکتہ داں سے دور نہیں

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۹	۴۹	۵۶/۳۸۰	ـ
۲	غزل نمبر	۴۵	۲۷	۲۷۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۳	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: حیاتِ آدم کی حقیقت کیا ہے؟
ii۔ مدعاے تخلیق: فلسفۂ حیاتِ آدم کی وضاحت کرنا۔
(انسان اپنی اصل کے لحاظ سے لا مکانی ہے)
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال کا تصورِ حیات: یوسف حسین خان: (مشمولہ) اقبالیات کے نقوش، ص ۲۱۔۳۷
ب۔ اقبال کا فلسفۂ حیات: اسد شیدائی: (مشمولہ) اقبال شناسی اور ہمایوں، ص ۲۶۷۔۳۷۰
۳۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۳۴۲۔۳۴۹

(۱) نقش اول میں 'مرغِ راہ' کی ترکیب نامانوس اور وسعتِ معانی سے تہی دامن ہونے کی بنا پر مصرع کو ترک کر دیا گیا۔ نقش دوم میں شاعر نے 'مرغِ راہ' کو 'مرغ زار' سے بدل کر مصرع کے معیار کو بہت بلند کر دیا ہے۔

(۲) نقش اول میں لفظ 'کہ' حرفِ زائد تھا اس لیے نقش دوم میں اسے حذف کر دیا گیا۔

(۳) نقش اول و دوم کے دونوں مصرعے اپنی جگہ خوب ہیں۔ نقش سوم اول الذکر دونوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس مصرع میں 'خلاصۂ علمِ قلندری' لکھ کر 'مقامِ قلندری' کی جملہ صفات کا احاطہ کر دیا گیا ہے جو کہ کوزے میں دریا بند کرنے کے مترادف ہے۔

(۲۶)

نہ تُو زمیں کے لیے ہے، نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے، تُو نہیں جہاں کے لیے

(م)مری نوا نے کیا مجھ کو آشکار ایسا
رہی نہ بات کوئی میرے رازداں کے لیے[1]

(م)۱۔نشانِ راہ دکھاتے تھے جو سیاروں کو
....
۲۔نشانِ راہ ملا جن سے ماہ و انجُم کو[2]
....

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

....
(م)اگرچہ موج ہے تو سیلِ تند رَو بن جا

(م) کبھی گراں بھی ہو تو، بحرِ بے کراں کے لیے!
ذرا گراں بھی تو ہو، بحرِ بے کراں کے لیے □[3]

نِگہ بلند، سَخُن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر، میرِ کارواں کے لیے

(م) رہے گا دجلہ و نیل و فُرات میں کب تک[4]
....

رہے گا راوی و نیل و فُرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بے کراں کے لیے!

ذرا سی بات تھی، اندیشۂ عجَم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لیے[5]

مقامِ پرورَشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گُل کے لیے ہے، نہ آشیاں کے لیے

مرے گُلو میں ہے اک نغمہ جبرئیل آشوب
سنبھال کر جسے رکھّا ہے لامکاں کے لیے

(م) یہ عقل و دِل ہیں تری مشتِ خاک میں مثلِ شرر ○[۲]

یہ عقل و دِل ہیں شرر شُعلۂ مَحبّت کے
وہ خار و خَس کے لیے ہے، یہ نَیستاں کے لیے

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۹	۴۷	۵۵/۳۷۹	ـ
۲	غزل نمبر	۴۶	۲۵	۲۵ـ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مقصدِ تخلیقِ آدم کیا ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: مردِ مومن کے اوصاف اور کلامِ اقبال کی اہمیت واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ مردِ کامل کے خصائص: قاضی محمد عدیل عباسی: (مشمولہ) اقبال کا فلسفہ حیات وشاعر، ص ۲۲۵ـ۲۳۷

ب۔ مردِ مومن کی صفات: یعقوب توفیق: (مشمولہ) مقالات یوم اقبال (۱۹۶۷ء) ص ۸۵ـ۹۱

(۱) یہ شعر معیاری ہے اس شعر کا مفہوم شعر نمبر ۹ میں زیادہ خوبصورتی کے ساتھ بیان کر دیا گیا اس لیے اس شعر کو ترک کر دیا۔

صابر حسین کلوروی کے نزدیک شعر میں کوئی فنی نقص نہیں ہے۔ اشعار کے انتخاب کے وقت اسے کم تر سمجھ کر اپنے مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا۔ (باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۸)

(۲) نقش اول اور دوم میں بالترتیب شامل 'سیاروں' اور 'ماہ وانجم' کے اسما محدود تصور کے حامل الفاظ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر نے ان نقوش کو ترک کر دیا۔

(۳) اس شعر میں عمدہ خیال پیش کیا گیا۔ دوسرا مصرع خاص طور پر عمدہ ہے۔ چوں کہ اس شعر کا قافیہ شعر نمبر ۶ میں استعمال ہو گیا اور وہاں مضمون نے شعر کو بلند تر کر دیا اس لیے اس شعر کا جواز باقی نہ رہنے کی بنا پر ترک کر دیا گیا۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۸)

(۴) نقش اول، مصرع اول میں لفظ 'دجلہ' کے استعمال سے علاقہ ہند کی نمائندہ علامت کی گنجایش ختم ہو جاتی تھی۔ اس لیے شاعر نے نقش اول کو ترک کر دیا۔ متداول نقش میں بر محل تبدیلی کر دی گئی۔ راوی ہند میں، نیل مصر میں، اور فرات عراق میں ہے اس طرح ان الفاظ کے انتخاب سے مصرع کا فکری زاویہ بہت وسیع ہو گیا۔

(۵) اس مصرع میں 'زیبِ داستاں کے لیے' کے الفاظ شیفتہ کی غزل سے لیے گئے ہیں۔ پورا شعر یوں ہے:

فسانے اپنی محبّت کے سچ ہیں پر کچھ کچھ
بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیبِ داستاں کے لیے

(کلیاتِ شیفتہ: (مرتبہ) کلب علی خان فائق، ص ۱۵۸)

(۶) متروکہ مصرع متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث قلم زد کر دیا گیا۔

جاوید کے نام

م ع: غزل نمبر ۴۸[۱]

م: (لندن میں اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط ملنے) ○[۲]

خودی کے ساز میں ہے عمرِ جاوداں کا سراغ
(م) خودی کے سوز میں روشن ہیں امّتوں کے چراغ![۳]
خودی کے سوز سے روشن ہیں امّتوں کے چراغ!

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ!

ٹھہَر سکا نہ کسی خانقاہ میں اقبالؔ
(م) قصور یہ ہے کہ ہے خوش دل و شِگفتہ دماغ![۴]
کہ ہے ظریف و خوش اندیشہ و شِگفتہ دماغ!

(م) یہ ایک بات ہے کہ باقی ہے تُو، جہاں فانی[۵]
یہ ایک بات کہ آدم ہے صاحب مقصود
ہزار گُونہ فروغ و ہزار گُونہ فراغ!

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ!

(م) بلند ہے تری ہمت تو فکرِ روزی کیا
نہیں ہے لقمۂ شاہیں نصیبِ کرگس و زاغ!☐[۶]

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۲۴	۳۹/۳۶۳	ـ
۲	غزل نمبر	۵۶	۰۲	۲۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	۰۱	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: اس نظم میں علامہ اقبال نے اپنے فرزندِ ارج مند جاوید اقبال کو حقائق و معارف سے آگاہ کیا ہے، نصائح بھی کی ہیں اور دعائیں بھی دی ہیں۔ چوں کہ مرحوم کو اپنے چھوٹے بیٹے سے نسبتاً زیادہ مَحبّت تھی اس لیے اس کے بعد جس قدر کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ ان جملہ کتب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

زبورِ عجم، جاوید کی ولادت سے ایک سال پہلے شائع ہوئی تھی اس لیے وہ اس کے نام یا ذکر سے خالی ہے جاوید نامہ، پہلی تصنیف ہے جو جاوید کی زندگی میں شائع ہوئی۔ جاوید نامہ کے بعد بالِ جبریل شائع ہوئی۔ اس مجموعۂ کلام میں ایک ہی عنوان 'جاوید کے نام' سے دو نظمیں شامل ہیں متداول کلام میں دونوں نظموں کے درمیانی صفحات پر ۱۶ نظمیں شائع ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر صدیق جاوید کے مطابق مذکورہ بالا نظم ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء سے پہلے کی ہے۔
(بالِ جبریل کا تنقیدی مطالعہ، ص ۲۴۸)

ضربِ کلیم میں جاوید سے خطاب کر کے تین نظمیں لکھی ہیں ان نظموں میں بھی جاوید کے پردہ میں قوم کے نوجوانوں سے خطاب کیا ہے۔

ارمغانِ حجاز کی دو رباعیوں میں جاوید کا تذکرہ کیا ہے اور ایک رباعی میں سرکارِ دوعالم ﷺ سے اس کے لیے دعا کی ہے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: اس نظم سے ناظرین کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اقبال اپنے پیارے بیٹے کو عشقِ رسول ﷺ میں سرشار دیکھنا چاہتے تھے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۵۶۲

(۱) متروکہ عنوان سے اخذ ہوتا ہے کہ ابتداءً شاعر غزل لکھنا چاہتے تھے جب یہ شہ پارہ تخلیق ہو چکا تو اس میں نوجوانوں کی اصلاحِ احوال کے لیے واضح پیغام تھا، اپنے بیٹے جاوید سے شاعر کو بے پناہ مَحبّت تھی اس لیے موضوع کی مناسبت کے پیشِ نظر انھوں نے یہ نظم اپنے بیٹے کے نام کر دی۔

(۲) نظم کے عنوان کے نیچے بیاض میں لکھا جانے والا نوٹ شاعر کا سہو معلوم ہوتا ہے، مسودہ میں یہ وضاحتی سطر قلم زد کر دی گئی۔

(۳) نقش اول میں لفظ 'میں' کے بے محل استعمال کے باعث اس نقش کو ترک کر دیا گیا۔

(۴) نقش اول میں شاعر کی صرف دو صفات کا تذکرہ تھا انھوں نے نقش دوم تخلیق کر کے خود کو جامع صفات شخصیت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

(۵) نقش اول کا مخاطب فردِ واحد تھا لیکن شاعر چوں کہ شخصی فکر سے بالاتر ہیں اس لیے انھوں نے متداول نقش تخلیق کر کے شاعرِ انسانیت ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

(۶) اس متروکہ شعر کا تخیل شعر نمبر ۳ سے ہم آہنگ ہے متروکہ شعر میں بین السطور جو مدعا بیان کیا گیا ہے اس کا اظہار متداول شعر میں زیادہ واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے زیرِ بحث شعر کو متداول کلام سے خارج کر دیا گیا۔

(۲۵)

(م) نگاہِ فقرؔ میں سامانِ قیصری کیا ہے — (م) خِراج کی جو گدا ہو، وہ سروری کیا ہے![1]

نگاہِ فقرؔ میں شانِ سکندری کیا ہے — خِراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے!

بُتوں سے تجھ کو اُمیدیں، خدا سے نومیدی — مجھے بتا تو سہی اَور[2] کافری کیا ہے!

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری — وگرنہ شعر مرا کیا ہے، شاعری کیا ہے!

(م) نگہ بلند، ادا دل نواز، جاں پُر سوز — یہی ہے، اَور جوانوں کی دل بری کیا ہے! □ (۳)

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنھیں — خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے!

فقَط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا — نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دل بری کیا ہے!

اسی خطا سے عتابِ مُلوک ہے مجھ پر — کہ جانتا ہُوں مآلِ سکندری کیا ہے!

(م) کسے نہیں ہوسِ سروری، لیکن (۴) — ....

کسے نہیں ہے تمنّائے سروری، لیکن — خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۹	۴۷	۵۵/۳۷۹	ـ
۲	غزل نمبر	۴۶	۲۵	۲۵۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: دنیادار، خواہ بادشاہ ہو، محتاجِ دگر ہوتا ہے / حرصِ دنیا باعثِ ذلت ہے۔

ii۔ مدعائے تخلیق: حقیقت فقر و شاہی اور فکرِ اقبال کی اہمیت واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کا فکرِ غیور: سید ظفر احسن: اقبال شناسی اور ہمایوں، ص ۲۱۳۔۲۲۲

(۱) مصرع اول نقش اول کو 'سامانِ قیصری' کے نامانوس ہونے کے باعث ترک کیا گیا۔ مصرع ثانی، نقش اول میں لفظ 'سروری' باعثِ ابہام تھا اس لیے اس مصرع کو بھی ترک کر دیا گیا۔

(۲) جمیل رقم نے لفظ ''اور'' کے حرف ''الف'' پر زبر کا اہتمام کیا ہے جو درست ہے یہ زبر کلام میں تاکید یا زور کا اظہار کرتی ہے۔

(۳) اس شعر کا قافیہ 'دل بری' زیرِ بحث غزل کے چھٹے شعر میں آ چکا تھا۔ اس شعر کے مضمون سے کہیں بہتر مضمون پیدا ہو گیا ہے اس لیے شعر کو ترک کر دیا گیا۔ لیکن اس کا پہلا مصرع

غزل نمبر ۲۶ کے شعر نمبر ۵ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ وہاں مضمون کی بلندی اور بندش کی چستی کی وجہ سے شعر اتنا خوبصورت بن گیا کہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔
(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۵۷)

(۴) ترکِ نقش اول کے وقت لفظ 'ہوس' شاعر کے پیشِ نظر رہا ہو گا۔ یہ لفظ منفی قدر کا ترجمان ہے۔ اس لیے شاعر نے متداول مصرع میں متبادل لفظ 'تمنا' کا انتخاب کیا۔

(۲)

یہ کون غزل خواں ہے پر سوز و نشاط انگیز
اندیشۂ دانا کو کرتا ہے جُنوں آمیز!

(م) ہاں! فقرؔ بھی رکھتا ہے شاہی کی ادا لیکن
(م) ۱۔ راج پرویزی..............................

....
۲۔ بے کار ہے پرویزی بے سلطنتِ پرویز!

....
۳۔ جوہرِ پرویزی..............................

....
۴۔ بے ذوق ہے پرویزی بے سلطنتِ پرویز! ○

....
۵۔ کیا چیز ہے پرویزی بے سلطنتِ پرویز! ○[1]

گو فقرؔ بھی رکھتا ہے اندازِ مُلوکانہ
نا پختہ ہے پرویزی بے سلطنتِ پرویز!

اے حلقۂ درویشاں! وہ مردِ خدا کیسا
ہو جس کے گریباں میں ہنگامۂ رستاخیز!

(م) جو فکر کی تیزی میں شرماتا ہے بجلی کو
جس رکبِ دوراں کا اندازِ نگاہ مہمیز[2]

(م) کرتی ہے مُلوکیّت اسباب جُنوں پیدا[3]
....

کرتی ہے مُلوکیّت آثارِ جُنوں پیدا
اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز!

یوں دادِ سَخُن مجھ کو دیتے ہیں عراق و پارس
یہ کافرِ ہندی ہے بے تیغ و سناں خوں ریز!

....
جو عارفِ مولا ہو بے شجر دستاویز[4]

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقرؔ نہیں باقی
خونِ دلِ شیراں ہو جس فقرؔ کی دستاویز!

جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سُرعت میں بجلی سے زیادہ تیز!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۲۴	۳۹/۳۶۳	ـ
۲	غزل نمبر	۵۶	۰۲	۲۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	۰۱	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: سرزمینِ ہند کی خانقاہوں کا حقیقی فقر سے خالی ہونا۔
(دامنِ ہند میں راہ نمایانِ مذہبِ اسلام کا فقر سے خالی ہونا)

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ اس دورِ انحطاط میں کلامِ اقبال بہترین راہ نما ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
اقبال کی فقر پسندی اور خانقاہ سے بیزاری: جلیل نقوی ؛ (مشمولہ) مطالعہ اقبال، ص ۲۷۱۔ ۲۸۴

(۱) نقش اول میں لفظ 'ہاں' محلِ نظر ہے۔ علاوہ ازیں مصرع خوب تھا۔ قیاس ہے کہ شاعر جب یہ مصرع لکھ چکے تو انھیں اس کا نقش دوم سجھائی دیا۔ نقشِ نو خوب تر ہونے کے باعث صاحب غزل کا انتخاب بنا۔

مصرع ثانی کے متداول نقش کی تخلیق تک شاعر نے چھے نقوش تخلیق کیے۔ (ابتدائی تین نقوش بیاض میں، ثانوی تین نقوش مسودہ میں) بالآخر چھٹا نقش ان کے معیار پر پورا اترا۔ اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انھوں نے خود اپنے کلام کے لیے کتنا سخت تنقیدی معیار مقرر کر رکھا تھا۔

(۲) اس شعر کو شاعر نے مہمل ہونے کے باعث ترک کر دیا۔ علاوہ ازیں 'رکبِ دوراں' کی غیر مانوس ترکیب بھی خالقِ غزل کے پیشِ نظر رہی ہو گی۔

(۳) نقش اول میں 'ملوکیت کا اسبابِ جنوں پیدا کرنا' مدعائے شاعر سے مطابقت نہ رکھتا تھا۔ اس لیے شاعر نے اس مصرع کو قلم زد کر دیا۔

(۴) مصرع ثانی کے نقش اول کو ترک کرنے کا باعث 'عارف مولا' اور 'بے شجر' کے الفاظ تھے۔ انھوں نے نقش دوم تخلیق کرتے ہوئے اول الذکر کی جگہ 'خونِ دلِ شیر اں' اور مؤخر الذکر کی جگہ 'فقر' کا انتخاب کیا۔

(۲۴)

خرَد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

ہر اک مقام سے آگے، مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

عُروسِ لالہ! مناسِب نہیں ہے مجھ سے حجاب
کہ مَیں نسیمِ سحَر کے سوا کچھ اور نہیں

جسے کَساد سمجھتے ہیں تاجرانِ فرنگ
وہ شے متاعِ ہُنر کے سوا کچھ اور نہیں

بڑا کریم ہے اقبالؔ بے نوا، لیکن
عطاے شُعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

گراں بہا ہے تو حِفظِ خودی سے ہے، ورنہ
گُہَر میں آبِ گُہَر کے سوا کچھ اور نہیں

(م) جگر میں سوز نہیں ہے تو موت ہے تیری (۱)
....

رگوں میں گردشِ خُوں ہے اگر تو کیا حاصل
حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۴۶	۳۷۸/۵۴	۔
۲	غزل نمبر	۵۰	۲۴	۲۴۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	۔	۰۱
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: قوم میں پایا جانے والا ضعفِ یقین۔

ii۔ مدعاے تخلیق: قوم پر واضح کرنا کہ عقل پر بھروسہ کرنے کی بجائے عشق کو اپنا راہ نما بنایا جائے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تصوراتِ عشق و خرَد: وزیر آغا، ۱۹۷۷ء

ب۔ موازنہ عقل و عشق: سید نواب عالم بارہوی؛ (مشمولہ) بصیرتِ اقبال، ص ۱۰۸۔۱۱۹

۳۔ عقل و عشق: سید عبد اللہ؛ (مشمولہ) طیفِ اقبال، ص ۹۳۔۹۹

(۱) مصرع ثانی میں مصرع اول کا مفہوم احسن انداز میں بیان کر دیا گیا۔ اس لیے مصرع اول کے نقش اول کو متداول کلام کا درجہ نہ دیا جاسکا۔

(۲۲)

یہ پیَام دے گئی ہے مجھے بادِ صُبح گاہی — کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

(م) نہ دیا نشانِ منزل مجھے عالمانِ دین نے — (م) مجھے کیا گلہ ہو ان سے یہ نہ رہ نشیں نہ راہی (۱)

نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تُو نے — مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تُو نہ رہ نشیں، نہ راہی

(م) یہ معاملہ ہے نازُک، جو تری رضا ہو تُو کر (۲) — ....

یہ معاملے ہیں نازُک، جو تری رضا ہو تُو کر — کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

مرے حلقۂ سَخُن میں ابھی زیرِ تربیت ہیں — وہ گدا کہ جانتے ہیں رہ و رسمِ کج کُلاہی

تُو ہُما کا ہے شکاری، ابھی ابتدا ہے تیری — نہیں مصلحت سے خالی یہ جہانِ مرغ وماہی (۳)

تو عرَب ہو یا عجَم ہو، ترا 'لَآ اِلٰہَ (۴) اِلَّا' — لُغَتِ غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

تری زندگی اسی سے، تری آب رُو اسی سے — جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو رُوسیاہی

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۴۴	۵۳/۳۷۷	۔
۲	غزل نمبر	۲۲	۲۲	۲۲۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	۰۱	۔	۰۲
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مسلم قوم کی بے عمل زندگی

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو تصور خودی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا فلسفۂ خودی: محمد عثمان، ۱۹۷۱ء
ب۔ حکمتِ اقبال: محمد رفیع الدین، س ن

(۱) غزل کا مخاطب واحد غائب ہے۔ اس مناسبت سے نقش اول، مصرع اول میں 'عالمانِ دین' کی اصطلاح بے محل تھی۔ نقش اول، مصرع دوم کو بھی اسی سقم کے باعث رد کر دیا گیا۔
(۲) نقش اول، مصرع اول کو لفظ 'معاملہ' کے بے محل استعمال کے باعث ترک کر دیا گیا۔
(۳) جمیل رقم نے اس لفظ کو "مرغِ و ماہی" یعنی حرف "غ" کے نیچے اضافت کی زیر لگائی جو کہ بالکل غلط ہے کیوں کہ درمیان میں واو عاطفہ موجود ہے۔ مزید یہ کہ مرغِ ماہی با معنی ترکیب نہیں۔ واضح رہے کہ جمیل کے علاوہ جملہ کاتبین اور خود شاعر نے بھی حرف "غ" کے نیچے اضافت کی زیر نہیں لگائی۔
(۴) دیکھیے غزل ص ۶۷۔

(۲۳)

تری نگاہ فرومایہ، ہاتھ ہے کوتاہ
ترا گُنہ کہ نخیلِ بلند کا ہے گناہ

(م) ا۔ گلا تو گھونٹ دیا ہے اساتذہ نے ترا
....
۲۔ گلا تو گھونٹ دیا ہے فرنگ نے ترا(۱)
....

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرَسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا 'لَآ اِلٰہَ(۲) اِلَّا اللہ'

(م) خودی میں گم ہے خدائی، تلاش کر اس کی (۳)
....

خودی میں گم ہے خدائی، تلاش کر غافل!
یہی ہے تیرے لیے اب صلاحِ کار کی راہ

برَہنہ سر ہے تو عزمِ بلند پیدا کر
یہاں فقَط سرِ شاہیں کے واسطے ہے کُلاہ

اٹھا میں مدرَسہ و خانقاہ سے غم ناک
نہ زندگی، نہ محبّت، نہ معرفت، نہ نگاہ!

حدیثِ دل کسی درویشِ بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے، تیرے مقام سے آگاہ

نہ ہے ستارے کی گردش، نہ بازیِ اَفلاک
خودی کی موت ہے تیرا زوالِ نعمت و جاہ

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۴۵	۵۳/۳۷۷	ـ
۲	غزل نمبر	۵۵	۲۳	۲۳۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: تعلیمِ خودی سے محروم قوم۔

ii۔ مدعائے تخلیق: وضاحت 'تصورِ خودی' ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ حکمتِ اقبال: محمد رفیع الدین، س ن

ب۔ پیامِ اقبال: عبدالرحمن طارق، ۱۹۳۸ء

(۱) نقش اول اور دوم میں 'فرنگ' اور 'اساتذہ' پر براہِ راست تنقید کی گئی تھی۔ اس لیے شاعر نے ان نقوش کو قلم زد کر دیا۔

(۲) دیکھیے: غزل ص ۶۷

(۳) نقش اول میں 'اس کی' کے الفاظ باعثِ ابہام تھے۔ انھیں ترک کر کے نقش دوم میں 'غافل' کا انتخاب کیا گیا۔ اس تاکیدِ لفظی کے استعمال سے مدعائے شاعر واضح ہو گیا۔ نو تخلیق شدہ مصرعے کو متداول کلام میں شامل کر لیا گیا۔

(۲۱)

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تُو آبجُو اسے سمجھا اگر، تو چارہ نہیں

طِلسمِ گنبدِ گردُوں کو توڑ سکتے ہیں
زُجاج کی یہ عمارت ہے، سنگِ خارہ نہیں

(م) ا۔ خودی میں ڈوب کے درویش ابھر بھی سکتا ہے
....

۲۔ خودی میں ڈوب کے مانند موج ابھر سکتا نہیں (۱)
....

خودی میں ڈوبتے ہیں پھر ابھر بھی آتے ہیں
مگر یہ حوصلۂ مردِ ہیچ کارہ نہیں

ترے مقام کو انجُم شناس کیا جانے
کہ خاکِ زندہ ہے تُو، تابعِ ستارہ نہیں

....
(م)۱۔تری نگہ ابھی خوگرِ نظّارہ نہیں

....
۲۔ابھی نگہ تری خوگرِ نظّارہ نہیں (۲)

یہیں بہشت بھی ہے، حور و جبرئیلؑ بھی ہے
تری نگہ میں ابھی شوخیِ نظّارہ نہیں

مِرے جُنوں نے زمانے کو خوب پہچانا
وہ پیرہن مجھے بخشا کہ پارہ پارہ نہیں

(م) ستم ہے عینِ کرم میں بخیل ہے فطرت
(م) ضمیر لعل پر آتَش تو ہے، شرارہ نہیں (۳)

غضب ہے، عینِ کرم میں بخیل ہے فطرت
کہ لعلِ ناب میں آتَش تو ہے، شرارہ نہیں

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۴۳	۵۲/۳۷۶	ـ
۲	غزل نمبر	۲۱	۲۱	۲۱ـ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۱+۰۲	×	ـ	۱+۰۲
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: شخصیت اقبال اور خودی سے ناآشنا طبقہ۔

ii۔ مدعائے تخلیق: ’تصورِ خودی‘ کی وضاحت۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا فلسفہ خودی: آصف جاہ کاروانی، ۱۹۷۷ء

ب۔ اقبال کا نظریۂ خودی: عبدالمغنی، ۱۹۷۱ء

ج۔اقبال کا فلسفہ خودی: عندلیب شاوانی، س ن

(۱) نقش اول میں درویش کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ یہ موضوع اس غزل میں مدعائے شاعر نہ تھا اس لیے حذف کر دیا گیا۔ نقش دوم میں ’مانندِ موج‘ کو قوتِ محرکہ دکھایا گیا ہے لیکن کون ابھر سکتا ہے؟ اس کی وضاحت نہ کی جا سکی، تو شاعر نے اس مصرع کو بھی ترک کرتے

ہوئے نقش سوم پر طبع آزمائی کی۔ اس میں 'خودی' کو قوتِ محرکہ کے طور پر پیش کی گیا۔ خالقِ غزل اپنا مدعا واضح کرنے میں کامیاب ہوگئے تو مصرع کو اپنے کلام کا جزو بنالیا۔

(۲) نقش اول میں 'خوگرِ نظارہ' کی اصطلاح محلِ نظر ہے۔ اس سے مراد نامانوسیت یا عادی ہونا ہے۔ نقش دوم میں لفظ 'ابھی' کی نشست کو بدلا۔ بعد ازاں اِن دونوں نقوش کو شاعر نے قلم زد کر دیا۔ نقش سوم میں شاعر نے 'شوخی نظارہ' کو مصرع کا جزو بنایا ہے۔ اس سے مراد جوش، ولولہ اور ذوق وشوق ہے۔ ان اوصاف کو ابھارنا مدعاے شاعر ہے۔

(۳) ''ضمیرِ لعل'' کی اصطلاح نامانوس ہونے کی بنا پر ترک کر دی گئی۔ نقش دوم متداول میں ''لعلِ ناب'' درج کیا گیا۔ ناب کی اضافت سے مدعاے تخلیقِ مصرع سے شاعر مطمئن ہو گئے تو اسے اپنے کلام میں شامل کر لیا۔

(۲۰)

عقل گو آستاں سے دور نہیں — اِس کی تقدیر میں حُضور نہیں

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب — آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

(م)عِلم میں تجھے سُرور ہے لیکن[1] — ....

عِلم میں بھی سُرور ہے، لیکن — یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

کیا غضب ہے کہ اِس زمانے میں — ایک بھی صاحب سُرور نہیں

(م)بے حُضوری میں موت ہے دل کی — (م) زندہ ہو دل تو بے حُضور نہیں[2]

بے حُضوری ہے تیری موت کا راز — زندہ ہو تُو تو بے حُضور نہیں

اک جُنوں ہے کہ باشعور بھی ہے — اک جُنوں ہے باشعور نہیں

(م)ہے یہ منزل ہی دل پذیر ایسی — اے مسافر، ترا قصور نہیں!□[3]

نا صبوری ہے زندگی دل کی — آہ وہ دل کہ نا صبور نہیں!

ہر گُہر نے صدَف کو توڑ دیا — تُو ہی آمادۂ ظُہور نہیں

'اَرِنی'، مَیں بھی کہہ رہا ہوں، مگر یہ حدیثِ کلیمؑ و طُور نہیں!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۴۲	۵۱/ ۳۷۵	ـ
۲	غزل نمبر	۵۲	۲۰	۲۰۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	ـ	۰۱

i۔ تخلیقی محرک: عقل کا دائرہ کار / تہذیبِ نو میں عقل کی کارفرمائی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: وضاحت تصورِ 'عقل و عشق' ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

ا۔ عشق و عقل: عبدالرحمن طارق: (مشمولہ) پیامِ اقبال، ص ۹۳۔۱۱۳

ب۔ عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق: فرمان فتح پوری: (مشمولہ) اقبال ۸۶، ص ۲۳۵۔۲۴۲

(۱) نقش اول میں خطابیہ لفظ 'تجھے' حذف کر دیا گیا۔ اور عمومیت کے مفہوم کا حامل نقشِ متداول تخلیق کیا گیا۔

(۲) نقش اول کا شعر خوب ہے۔ یہاں شاعر کا مخاطب 'دل' نہیں ہے اس لیے انھوں نے اسے غزل کا حصہ بنانے سے گریز کیا ہے۔

(۳) یہ شعر اچھا ہے۔ لفظ 'منزل' کا تذکرہ غزل کے سیاق وسباق میں نہیں ملتا۔ اس شعر میں بھی اس کی وضاحت کی گنجایش پیدا نہ ہو سکی۔ غزل سے ربط کے فقدان کے باعث شاعر نے اسے اپنے کلام کا حصہ بنانا مناسب نہ سمجھا۔

(۱۹)

کمالِ تَرک نہیں آب و گِل سے مہجوری کمالِ تَرک ہے تسخیرِ خاکی و نوری!

میں ایسے فقرؔ سے اے حلقہ باز آیا — تمہارا فقرؔ ہے بے دَولتی و رنجوری!
.... — (م) وہ قوم جس نے لُٹایا متاعِ تیموری![1]
نہ فقرؔ کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے — وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ تیموری!

سُنے نہ ساقیِ مہ وَش تو اور بھی اچھا — عیارِ گرمیِ صحبت ہے حرفِ معذوری!

حکیم و عارف و صوفی، تمام مستِ ظہور — کسے خبر کہ تجلّی ہے عینِ مستوری!

(م) وہ مُلتفت ہو تو کُنجِ قفَس میں آزادی — (م) نہ ہو تو صَحنِ چمن بھی مقامِ مجبوری![1]
وہ مُلتفت ہوں تو کُنجِ قفَس بھی آزادی — نہ ہوں تو صَحنِ چمن بھی مقامِ مجبوری!

بُرا نہ مان، ذرا آزما کے دیکھ اسے — فرنگ دل کی خرابی، خرَد کی معموری!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۰	۴۱	۳۷۵/۵۱	ـ
۲	غزل نمبر	۵۴	۱۹	۱۹ـ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	۰۱
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: فرنگی اندازِ فکر۔

ii۔ مدعائے تخلیق: اسلامی تصورِ ’فقر‘ کی وضاحت کرنا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا تصورِ فقر: صفدر محمود: (مشمولہ) اقبال ۸۴، ص ۴۷۲-۴۸۱

ب۔ اقبال کا تصورِ فقر: حسن رضوی: (مشمولہ) اقبال کے فکری آئینے، ص ۲۲۴-۲۳۰

(۱) نقش اول میں لفظ ’لٹایا‘ اصلاحِ شاعر کی زد میں آیا۔ نقش دوم میں متبادل لفظ ’گنوایا‘ استعمال کیا۔ اول الذکر لفظ پر مؤخر الذکر لفظ کے ادبی حسن کی برتری نے خالقِ غزل کو اصلاح پر مائل کیا۔

(۲) مصرع اول، نقش اول میں 'ہو' اور 'میں' کے بے محل الفاظ ترکِ مصرع کا باعث بنے۔ مصرع ثانی، نقش اول میں لفظ 'ہو' کا انتخاب درست نہ تھا۔ اس لیے شاعر نے اس مصرعے کو قلم زد کر دیا۔

(م)شعر

نمود اس سے نمود تیری، نمود تیری نمود اس کی
خدا تجھے بے حجاب کر دے، خدا کو تُو بے حجاب کر دے![۱]

i۔ تخلیقی محرک: قوم کی بے راہ روی۔
ii۔ مدعاے تخلیق: خودی اختیار کرنے کی تلقین کرنا۔

بیاض پنجم، ص۲۱

(۱) اس شعر کو مجلہ کارواں، سال نامہ ۱۹۳۴ء میں معمولی اختلافِ متن کے ساتھ شائع کیا گیا۔ مذکورہ مجلہ کے شعر کا متن حسبِ ذیل ہے:

نمود تیری نمود اس کی، نمود اس کی نمود تیری
خدا کو تُو بے حجاب کر دے، خدا تجھے بے حجاب کر دے!

(م) زمین وزمانہ

(زمین)

جہاں میرے اسرار سے بے خبر ہے
حوادث کی مَیں اک لحد ہوں پرانی

کوئی حد ہے میری شکم خواریوں کی
مرا لقمہ ہر امّتِ باستانی

مری خاکِ خاموش میں مل گئے ہیں
ستم ہاے تدریجی و ناگہانی

مری خاک میں نادری کا زمانہ
مری خاک میں قبرِ چنگیز خانی

اِدھر سرنگوں کاخ و کُو رومیوں کے
اُدھر سرنِگوں رایتِ گوگانی

لپیٹے ہوئے اپنے اپنے کفن میں
یہ فرعونِ اول، وہ فرعونِ ثانی

وہ انبارِ جمشید کی استخوانی
یہ مشتِ گِل، رستمِ سیستانی

برونِ زمیں جلوۂ چند روزہ
درونِ زمیں، ظلمتِ جاودانی![(۱)]

حواشی و تعلیقات

i۔ تخلیقی محرک: دنیاوی جاہ و جلال کا انجام کیا ہے؟
ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ اہلِ دنیا کو ثبات نہیں ہے۔ جاہ و حشمت سب عارضی ہیں۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
اقبال کی نظر میں انسانی زندگی کا مقصد: ڈاکٹر نذیر احمد؛ (مشمولہ) تفسیرِ اقبال (مرتبہ بہار الہٰ آبادی)، ص ۲۹۲۔۲۹۶
(۱) بیاض پنجم، ص ۲۱

زمانہ

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہو گا، یہی ہے اک حرفِ محرمانہ!
قریب تر ہے نُمود جس کی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ!

مِری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
مَیں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ!

(م) حکیمِ ناداں کی خود فریبی، رصد نشینی، ستارہ بینی
ضمیر میرا وہ جانتا ہے، نگاہ ہے جس کی عارفانہ!□[۱]

ہر ایک سے آشنا ہوں، لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب، کسی کا مَرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ!

شفَق نہیں مغربی اُفق پر، یہ جُوئے خوں ہے، یہ جُوئے خوں ہے!
طلوعِ فردا کا منتظِر رہ کہ دوش و امروز ہے فسانہ!

(م) وہ عِلم و حکمت کہ آشکارا کیے ہیں فطرت کے راز جس نے
فرنگ کے حربہ گر کہ بادل سے کھینچ لائے بجلیوں کو[۲]

وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
(م)۱۔ [اسی کی پُرفریب بجلیوں سے خطَر میں ہے اس کا آشیانہ!
۲۔ اسی کی چالاک بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ![۳]
اسی کی بے تاب بجلیوں سے خطَر میں ہے اس کا آشیانہ!

ہوائیں اُن کی، فضائیں اُن کی، سمندر اُن کے، جہاز اُن کے
(م) گرۂ بھنور کیا کبھی ہوا پیدا؟ بھنُور ہے تقدیر کا بہانہ![۴]
گِرہ بھنُور کی کھُلے تو کیوں کر، بھنُور ہے تقدیر کا بہانہ!

جہانِ نَو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالَمِ پیر مر رہا ہے
(م)یہ شیشہ سازوں کا مے خانہ، مقامروں کا قمار خانہ[۵]
جسے فرنگی مُقامِروں نے بنا دیا ہے قِمار خانہ!

ہَوا ہے گو تُند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ!

مِرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے
ہدف سے بے گانہ تیر اس کا، نظر نہیں جس کی عارفانہ!

(م)۱۔ مری سحَر اپنے ساتھ لائی ہے اپنا سامانِ سوز و مستی
۲۔نہ تھا اگر تُو شریکِ محفل، تو اس میں میرا قصور کیا ہے؟(۲)

نہ تھا اگر تُو شریکِ محفل، قصور میرا ہے یا کہ تیرا؟
مِرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئ شبانہ

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۱	۱۰۹	۴۵۸/۱۳۴	
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۲۰	
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۴	×	ـ	
۴	متروکہ اشعار	۰۲	×	ـ	

i۔ تخلیقی محرک: اقوامِ عالم کا بدلتا ہوا منظر نامہ۔

ii۔ مدعائے تخلیق: زمانے کی صفات، عصرِ حاضر کی سیاسی صورتِ حال پر تبصرہ اور بعض پیش گوئیاں کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا تصورِ زماں: سید بشیر الدین احمد: (مشمولہ) اقبال با کمال، ص ۵۷۷۔۵۸۶

ب۔ آج کی دنیا سے اقبال کا ارتباط: جری تبریزی / سید مظفر علی؛ (مشمولہ) اقبال شناسی اور فنون، ص ۱۴۷۔۱۶۸

(۱) نظم کے متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۲) اس شعر سے مدعائے شاعر واضح نہ ہوتا تھا اس لیے خالقِ نظم نے اسے متداول کلام میں شامل نہیں کیا۔

(۳) نقش اول اور دوم میں بالترتیب ''پر فریب'' اور ''چالاک'' کی تراکیب شاعر نے استعمال کیں جو بے محل تھیں۔ اس لیے شاعر نے نقش سوم متداول تخلیق کیا۔

(۴) اس نقش میں ''گرہ پیدا ہونا'' کی نامانوس ترکیب استعمال کی گئی ہے اس لیے شاعر نے اسے نقش دوم متداول سے بدل دیا ہے۔

(۵) نقش اول، مصرع اول میں ''شیشہ سازوں کا مے خانہ'' کی ترکیب ناقص تھی اس لیے شاعر نے اس نقش کو متداول کلام کا درجہ نہیں دیا۔

(٦) نقش اول میں لفظ ''ہے'' حشو ہے۔ مصرع کو مدعاے شاعر پر پورانہ اترنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔ نقش دوم کے مصرع کا جزوِ آخر نظم سے زیادہ نثر کا تاثر پیش کرتا تھا، اس جزو میں ترمیم کر کے شاعر نے نقش سوم متداول تخلیق کیا ہے۔

فرشتے آدم کو جنت سے رُخصت کرتے ہیں

.... (م) خبر اے مردِ تن آساں، اے روحِ سیمابی![1]

عطا ہوئی ہے تجھے روز و شب کی بے تابی
خبر نہیں کہ تُو خاکی ہے یا کہ سیمابی

(م) اگرچہ خاک سے تیرے وجود کی ہے نُمود
(م) تری نہاد میں ہے کوکبی و مہ تابی[2]

سُنا ہے خاک سے تیری نُمود ہے، لیکن
تِری سرِشت[3] میں ہے کوکبی و مہ تابی

جمال اپنا اگر خواب میں بھی تُو دیکھے
ہزار ہوش سے خوش تر تِری شُکَر خوابی

گراں بہا ہے ترا گریۂ سحَرگاہی
اسی سے ہے ترے نخلِ کُہَن کی شادابی

تِری نَوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر
کہ تیرے ساز کی فطرت نے کی ہے مِضرابی

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۱	۱۱۱	۱۳٦/۴٦۰	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۲۱	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: کائنات میں آدم کی ترقی کے کیا امکانات ہیں؟

ii۔ مدعاے تخلیق: انسانیت کو اس کی فطری صلاحیتوں کو بروے کار لانے کی ترغیب دینا ہے۔

(۱) نقش اول میں ”مردِ تن آساں“ کی ترکیب حسبِ حال نہ تھی اس لیے اس نقش کو ترک کر دیا گیا۔

(۲) نقش اول میں تجسس کا پہلو نہ نکلتا تھا اس لیے اس کو حذف کر دیا گیا۔

(۳) یہاں متروکہ مصرع کا لفظ ”نہاد“ بیاض اور مسودہ ہر دو جگہ موجود ہے شاعر نے اسے قلم زد نہیں کیا، طبعِ اول میں اسے لفظ ’سرِشت‘ سے بدل دیا گیا ہے۔

قطعہ (م)

غافل مری نوائے پریشاں میں ڈوب جا
میں نے دیا ہے تیری خودی کا تجھے سراغ

دل تیرا کر دیا متزلزل فرنگ نے
لرزا ہُوا ہے تُو صفَتِ شعلۂ چراغ[۱]

حواشی وتعلیقات

i۔ تخلیقی محرک: نژادِ نو کی فرنگ زدگی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: خودی کو اپنانے کی ترغیب دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

خودی کے ہمہ گیر اثرات: ڈاکٹر ابوسعید نور الدین؛ (مشمولہ) اسلامی تصوف اور اقبال، ص ۳۲۳۔۳۳۰

(۱) بیاض پنجم، ص ۲۱

(۲)

اگر کج رَو ہیں انجُم، آسماں تیرا ہے یا میرا — مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا؟

اگر ہنگامہ ہاے شوق سے ہے لامکاں خالی — خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟

اسے صبحِ ازل انکار کی جرات ہوئی کیوں کر — مجھے معلوم کیا، وہ رازداں تیرا ہے یا میرا؟

محمدؐ بھی ترا، جبریلؑ بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجُماں تیرا ہے یا میرا؟

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۲	۵	۳۴۶/۲۲	۔
۲	غزل نمبر	۔	۰۲	۲۔ حصہ اول	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	

i۔ تخلیقی محرک: مظاہر کائنات پر غور و فکر۔

ii۔ مدعاے تخلیق: تسلیم و رضا کا درس دینا۔

(شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۸۹)

خوشحال(۱) خاں☆ کی وصیّت

(م) مَحبّت آفریدیوں سے ہے مجھے
کہ ہے آسماں پر ان کی کمند(۲)

مَحبّت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

مغل سے کسی طرح کم تر نہیں
قہستاں کا یہ بچۂ ارجُ مند؟

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم
کہ ہو نام افغانیوں کا بلند

کہوں تجھ سے اے ہم نشیں دل کی بات
وہ مدفن ہے خوشحال خاں کو پسند

☆ خوشحال خاں خٹک پشتو زبان کا مشہور وطن دوست شاعر تھا جس نے افغانستان کو مغلوں سے آزاد کرانے کے لیے سرحد کے افغانی قبائل کی ایک جمعیت قائم کی۔ قبائل میں صرف آفریدیوں نے آخر دم تک اس کا ساتھ دیا، اس کی قریباً ایک سو نظموں کا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۲ء میں لندن میں شائع ہوا تھا۔(۳)

اُڑا کر نہ لائے جہاں بادِ کوہ
مغل شاہ سواروں کی گردِ سمند!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۲	۱۳۱	۱۶۰/ ۴۸۴	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۳۶	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: اتحادِ ملت کا فقدان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: اتحاد و یکجہتی کی برکات واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال و خوشحال: زین الدین، (مشمولہ) اقبال شناسی اور بلوچستان کے کالج میگزین (جلد دوم) ص ۴۳۔۴۶

ب۔ خوشحال خان خٹک اور اقبال: اختر راہی، مجلہ الحق۔ نومبر ۱۹۷۴ء، ص ۵۰۔۵۷

(۱) اسمِ عِلَم ہونے کے باعث مخلوط اندازِ املا کو قائم رکھا گیا ہے۔

(۲) مصرع اول کے نقش اول میں آفریدیوں کا نام آیا ہے شاعر پوری قوم کے جوانوں سے مخاطب ہونا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے مصرع میں ترمیم کرنا ضروری سمجھا۔

مصرع ثانی کے نقش اول میں ''آسماں پر کمند ڈالنا'' کی ترکیب استعمال کی گئی جو کہ خلافِ واقعہ ہے اس لیے نو تخلیق شدہ مصرعے میں ''ستاروں'' کے لفظ کا انتخاب کیا گیا۔

(۳) بیاض میں یہ نوٹ نظم کے شروع میں تحریر کیا گیا مسودہ میں بھی نظم کے آغاز میں یہ نوٹ تحریر ہے اور متداول کلام کا حصہ ہے۔ واضح رہے کہ نقش اول (بیاض) متداول نوٹ سے درج ذیل اختلافِ متن پایا جاتا ہے۔

ا۔ پہلے جملے میں 'وطن دوست' کی جگہ ''محبِ وطن'' تحریر کیا گیا۔

۲۔ 'سردار عامل خان' اور 'دریا خان' کے نام نقش اول میں شامل ہیں۔ نقش دوم متداول میں انھیں حذف کر دیا گیا۔

خطاب بہ فرزندِ آدم (م)

تری نَے میں ہے نغمۂ جبریلؑ
ترا دل کلیمؑ و مسیحؑ و خلیلؑ

ترا دل کشایندۂ کائنات
ترا دل ربایندۂ کائنات

ستاروں سے اونچی تیری مشتِ خاک
متاعِ دو عالم تری جانِ پاک

تُو ہے حاصلِ پیچ و تابِ وُجود
مفسّر ہے تیری کتابِ وُجود

جہاں باجہات اور تُو بے جہات
جہاں بے ثبات اور تُو با ثبات(۱)

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۲۳	ـ	ـ	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	ـ	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	ـ	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	۵	ـ	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: دل (عشق) کی حقیقت کیا ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ عشق حدود و قیود کا محتاج نہیں ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق: فرمان فتح پوری؛ (مشمولہ) اقبال ۸۶ء، ص ۲۳۵۔ ۲۴۲

(۱) بیاض پنجم، ص ۲۳

ذوق و شوق

(ان اشعار میں سے اکثر فلسطین میں لکھے گئے)

دریغ آمدم زاں ہمہ بوستاں تہی دست رفتن سوے دوستاں [۱]

(۱)

م ت: بند پنجم [۲]

تیری نظر میں ہیں تمام میرے گزشتہ روز و شب
مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے عِلم، نخیلِ بے رُطَب

(م)عِلم کی انتہا خبر، عشق کی انتہا نظر! [۳]
گاہ بحیلہ می برد، گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتدا عجب، عشق کی انتہا عجب!

(م)عشقِ غیور اگر اسے ذوقِ خودی عطا کرے
سنگِ گراں کو توڑ دے ریزۂ شیشۂ حَلَب□

(م:ا) عجمیانِ بے زباں، عشق کے فیض سے کلیم
(م:ث)۱۔ فرد کو عشق نے دیا سوزِ دورنۂ عرب
۲۔ترک و تتار کو دیا اس نے درونۂ عرب□

(م)غفلتِ یک نفَس خطا، دوریِ جاوداں سزا
میرے گناہ بھی عجب، میرے عذاب بھی عجب□ [۴]

تازہ مِرے ضمیر میں معرکۂ کُہن ہُوا
عشق تمام مصطفیٰؐ، عقل تمام بُولہَب

(م)عقل کی خودفریبیاں، عشق کی ناشکیبیاں
تیری نظر میں ہیں مِرے تمام شب و روز [۵]

عالَمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
وصل میں مرگِ آرزو، ہجر میں لذتِ طلب

(م) روزِ وصل میں بھی مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا[۶]

عینِ وصال میں مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا
گرچہ بہانہ جُو رہی میری نگاہِ بے ادب!

گرمیِ آرزو فراق، شورشِ ہائے و ہُو فراق
موج کی جستجو فراق، قطرے کی آبرُو فراق!

(۲)

م ت: بند دوم

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مئے حیات
کہنہ ہے بزمِ کائنات، تازہ ہیں میرے واردات

(م:ا)۱۔قوم تہی ضمیر کا چارۂ کار کچھ نہیں
(م:ث)۱۔ قوم تہی غمیں کا چارۂ کار کچھ نہیں
۲۔اس کی نگاہ نا بصیر، اس کی حیات بے ثبات!□[۷]

کیا نہیں اور غزنوی کارگہِ حیات میں ×
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات!

م ع: بند ہفتم[۸]

(م:ا)۱۔راہ نشیں فقیر کو عظمتِ قیصرانہ دے
۲۔مشرقیوں کو پھر وہی جذبِ قلندرانہ دے□
(م:ث)۱۔عظمتِ قیصرانہ دے، طبعِ قلندرانہ دے
۲۔عظمتِ قیصرانہ دے، خوے قلندرانہ دے
۳۔جذبِ قلندرانہ دے، زورِ غضنفرانہ دے□

(م)معجزۂ نگاہ سے پست کو پھر بلند کر
طفلکِ خیمہ دوز کو ہیبتِ نادرانہ دے□

(م)چوبِ کلیمؑ کر عطا، سِحرِ فرنگیانہ توڑ
سوزِ دروں زیادہ کر، قوّتِ قاہرانہ دے□

(م)غرب میں فتنۂ یہود، شرق میں جنبشِ ہنود
مومنِ پاک باز کو، عزمِ پیمبرانہ دے□

(م:ا)ا۔ہیں جو فسونِ فرنگ، ان سے نگہ نہ کر دریغ
۲۔ہیں جو فسونِ فرنگ، ان سے نگہ نہ رکھ دریغ
(م:ث)اور فقیہِ شہر کو شیوۂ دل برانہ دے□

(م) فقر سے ننگ و عار کچھ مردِ غیور کو نہیں
نانِ جویں قبول ہے، ضربتِ حیدرانہ دے□

(م)آب و ہوائے شہر سے شعلۂ زندگی ضعیف
خوگرِ کوہ و دشت کو طبعِ غضنفرانہ دے□

(م)چشمِ کرشمہ ساز کھول، معجزۂ نگاہ دیکھ
بزم میں ایک بار پھر گرمیِ لَا اِلٰہ دیکھ!□[۹]

(۳)

م ت: بند اول

قلب و نظر کی زندگی، دشت میں صبح کا سماں
(م) فکر و سکوت کا جہاں، نور کا بحر بے کراں!○[۱۰]
چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں

(م:ا)ا۔ پردگیانِ نہہ سپہر کہتے ہیں ہو کے بے نقاب
۲۔پردگیانِ ہست و بود کہتے ہیں ہو کے بے نقاب
۳۔زیرِ حجاب و آشکار پردگیانِ ہست و بود○
(م:ث)مایہ صد ہزار سُود ایک نگاہ کا زیاں ○[۱۱]

حسنِ ازل کی ہے نُمود، چاک ہے پردۂ وُجود
دل کے لیے ہزار سُود ایک نگاہ کا زیاں

سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحابِ شب
کوہِ اِضم کو دے گیا رنگ برنگ طَیلساں!

گرد سے پاک ہے ہوا، برگِ نخیل دُھل گئے
ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں!

(م) ہیزمِ نیم سوز اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر ○
آگ بجھی ہوئی اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
(م) اُکھڑے ہوئے خیام کے باقی ہیں اب تلک نشاں! ○[۱۲]
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں!

(م)شوقِ یگانہ رو مِرا، ہم سفروں سے بے نیاز
آپ ہی کارواں ہوں میں، آپ ہی میر کارواں □

(م)منزلِ یار سامنے اور یہ کیفیت مری
خونِ دل و جگر میں ہے ڈوبی ہوئی مری فُغاں □

(م)از غمِ دل حکایتے است، از غمِ دِیں حکایتے است
آہِ جگر گداز من، سوزِ درونِ ملّتے است□[۱۳]

آئی صدائے جبرئیلؑ، تیرا مقام ہے یہی
اہلِ فراق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی

(۴)

م ت: بندِ چہارم

لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وُجود الکتاب
گُنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حَباب

(م)۱۔عالَم کائنات میں تیرے ظہور سے فَروغ
۲۔عالَمِ آب و گِل میں ہے تیرے ظہور سے فَروغ[۱۴]
عالَمِ آب و خاک میں تیرے ظُہور سے فَروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تُو نے طُلوعِ آفتاب!

(ع) تیرا کلام مرضیِ ناظر، اُمّی و دارد کتاب
(ع) عِلْم البیان تُو، لوح و قلم کی جان تُو[۱۵]

(م)سطوتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی جھلک
۲۔سطوتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نُمود+
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نُمود
(م) فقرِ جُنیدؒ، بایزیدؒ ترا ہے جمالِ بے حجاب(۱۶)
فقرِ جُنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نَماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سُجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حُضور و اضطراب!

تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے
طبعِ زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے

(م) عِلم و ہنر کی جدّتیں، پا برکاب ہیں تمام
ذکر ہے سوز سے تہی، فکر سفینہ در سراب□

(م) عِلم کے زخم خوردہ کو عِلم سے بے نیاز کر
عقل کو مے گسار کر، عشق کو نَے نواز کر□

(م) فیضِ نظر کہاں کہ جو نقشِ کُہن ابھار دے
محو دلوں سے ہو گیا، حرف جو تھا درونہ تاب!□

(م۱)مَحبّت بزمِ راز میں گرمیِ ہاے و ہُو نہیں
(م) حلقۂ بزمِ راز میں گرمیِ ہاے و ہُو نہیں
میرے سوا یہاں کوئی رندِ کُہن سُبو نہیں □(۱۷)

(۵)

م ت: بند ششم

(م:ا) صورتِ ریگِ بادیہ، میرے غموں کا کیا حساب

(م:ث)۱۔ دستِ کرم دراز کر، قدر کی داستاں نہ پوچھ
۲۔ درد کی داستاں نہ پوچھ، دستِ کرم دراز کر□

(م) پیرِ حرم خدا فروش، مفتیِ دیں حرم فروش
رندِ دہن دریدہ کو محرمِ حرفِ راز کر□

(م) چرخ کی آستیں میں ہیں بدر و حنین اور بھی
خواجۂ اقبالؔ شرق! اپنی سپاہ ساز کر

(م:ا) ارض و سما کی طاقتیں، تیرے جُنود ہیں تمام
(م:ث)۱۔ میرِ مہامِ شرق و غرب! اپنی سپاہ ساز کر
۲۔میرِ عساکرِ اُمَم! اپنی سپاہ ساز کر□

(م) طبعِ زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے
شب کو سبک رکاب کر، روز کو دیر باز کر□

(م) اپنی سپاہ ساز کر، ایک بھی شہرِ دل نہ چھوڑ
ایک بھی شہرِ دل نہ چھوڑ، سینوں میں ترک تاز کر□

(م) تجھ کو خبر بھی ہے کہ ہے ربطِ دل و نظر میں کیا!
یا لبِ بام اٹھا نقاب، یا درِ بستہ باز کر□

(م:ا) جامِ جہاں نما بھی دے، دستِ جہاں کشا بھی دے
(م:ث)۱۔ فقرِ ابوذریؓ کے ساتھ قوتِ مرتضیٰؓ بھی دے
۲۔صدق بھی دے،صفا بھی دے،وحدتِ مدّعا بھی دے□(۱۸)

(۶)

م ت: بند دوم

کس سے کہوں کہ زہر ہے مِرے لیے مئے حیات
بزمِ کائنات میں تار تار ہیں میرے واردات!

عشق کے ہاتھ سے گیا سلسلۂ تجلّیات
راہ زنِ دِینِ غزنوی مغربیوں کے سومنات!□(۱۹)

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوے دجلہ و فرات!

(م)ذکرِ عرب کے سوز میں، فکرِ عرب کے ساز میں □[۲۰]

ذکرِ عرب کے سوز میں، فکرِ عجم کے ساز میں
نَے عربی مشاہَدات، نَے عجمی تخیّلات!

حلقۂ ذوق و شوق میں آج وہ دیدہ ور کہاں
جن کی نظر میں تھے کبھی پردگیانِ کائنات!□

(م:ا) ۱۔ جس کی دو رکعت صلوٰۃ، شرحِ نظامِ کائنات
۲۔ ملتِ بے نظام ہے آج وہ ملتِ نجیب□
۳۔جس کی صلوٰۃ باامام، شرحِ نظامِ کائنات
(م:ث)جس کی نماز تھی کبھی عکسِ نظامِ کائنات!□[۲۱]

ع: حلقۂ نوری، مسجد و خانقاہ میں آج وہ دیدہ ور کہاں [۲۲]

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں ہے عشق
(م)۱۔عشق نہ ہو تو قوم کی سب حسنات، سیئات!○[۲۳]
۲۔عشق نہ ہو ہو تو عِلم و فن تیغ بدست راہ زان! ○
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصوّرات!

(م) عشق نہ ہو تو عقل سے رہ بری کی کیا امید
عشق کی آگ کے بغیر مردہ تمام کلّیات□[۲۴]

(م۱)۱۔حکمتِ بوعلیؒ بھی عشق، ضربِ حسینؓ بھی عشق
۲۔عِلمِ بوعلیؒ بھی عشق، ضربِ حسینؓ بھی عشق[۲۵]
صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق، صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وُجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق!

(۷)

م ت: بند سوم

(م) دَیر و مغاں سے اٹھ گئے رند جو تھے کُہن سبُو
خانقہوں میں رہ گئی اہلِ ہوس کی ہاے و ہُو□

(م:۱) جلوتیانِ مدرَسہ، خلوتیانِ مے کدہ
(م:ث)۱۔ میں بھی لاہوتی تھا، یہ بھی ہیں سب تہی سبُو
۲۔ میں ہوں کسی شمار میں، یہ بھی ہیں سب تہی سبُو

وارث عِلمِ انبیا لیتے ہیں دہریوں سے درس
اب ہے خدا کے ہاتھ میں اہلِ حرم کی آب رُو○□

اس کا گناہ گار ہوں، تجھ سے بھی شرمسار ہوں
صاحب اختیار ہے میرے معاملے میں تُو!□

گرچہ نواے شوق بھی رخصتِ شب کی ہے دلیل
صُبح الم کی ہے شفق مردِ شہید کا لہو□[۲۶]

(م)بادِ صبا کی موج سے نشوو نَماے رنگ و نم[۲۷]
بادِ صبا کی موج سے نشوونَماے خار و خس
میرے نفَس کی موج سے نشوونَماے آرزو

(م:۱) مری موج جاے رنگ و نم، وہ بھی نُمودِ یک سحَر
(م:ث)۱۔ مری نواے شوق سے نشوونَماے آرزو
۲۔ سازِ سَخُن کی رگ میں ہے صاحب ساز کا لہو[۲۸]

(م) مِرے خونِ دل و جگر سے ہے میری نَوا کی پرورش[۲۹]
خونِ دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگِ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

(م)اے کہ ترا وُجود جوہرِ معنیِ حیات[۳۰]
آیۂ کائنات کا معنیِ دیریاب تُو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہاے رنگ و بُو

(م) تو ہے تجلّیِ وجود، تو ہے تجلّی شہود
راز و نیاز 'مارمیت' سوز و گداز 'عبدہٗ'□[۳۱]

جلوَتیانِ مدرَسہ کور نگاہ و مُردہ ذوق
خلوَتیانِ مے کدہ کم طلب و تہی کدُو

مَیں، کہ مری غزل میں ہے آتَشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

'فرصتِ کش مکش مدہ ایں دلِ بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کُن گیسوے تاب دار را'(۳۲)

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۹۳۔ ۹۷	۴۳۸/۱۱۴	ـ
۲	نظم نمبر	×	ـ	۰۹	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۱۳	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	۳۹	ـ	متروکہ مصرعے: ۰۳

۱۔ تخلیقی پسِ منظر: علامہ اقبال کی زندگی سوز و ساز اور گداز کی کیفیات سے لب ریز تھی۔ اکثر عبادتِ الٰہی میں آہ وزاری اور رقت کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ یورپ سے واپسی پر علامہ اور زیادہ شدت سے پابندِ صوم و صلوٰۃ ہو گئے۔ اکثر راتیں شب بیداری میں گزرنے لگیں۔ اپنے ۱۱ جون ۱۹۱۸ء کے ایک خط میں مہاراجا سر کشن پرشاد کو لکھتے ہیں۔

"بندہ روسیاہ کبھی کبھی تہجد کے لیے اٹھتا ہے سو خدا کے فضل و کرم سے تہجد سے پہلے بھی اور بعد میں بھی دعا کروں گا اس وقت عبادتِ الٰہی میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے، کیا عجب کہ دعا قبول ہو جائے۔"

وقت کے ساتھ ساتھ علامہ کے مذہبی اشغال میں خلوص، جذباتی شدت اور باقاعدگی آتی گئی چنانچہ زندگی کے آخری برسوں میں نمازِ تہجد ان کا شعار بن گئی۔ اور رسول اکرمؐ کے

روزۂ مطہرہ کی زیارت کی خواہش میں اقبال تڑپتے رہے۔ آخری سالوں کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ اقبال کس جذب وشوق سے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے پروگرام مرتب کرتے۔

۲۔ تخلیقی محرک: علامہ مرحوم ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لندن گئے۔ سید نذیر نیازی لکھتے ہیں:

" ۱۹۳۲ء میں انگلستان سے واپس آتے ہوئے جب آپ مؤتمر اسلامی کی شرکت کے لیے بیت المقدس تشریف لے گئے تو اس وقت سفر حجاز کا سامان تقریباً مکمل ہو چکا تھا لیکن پھر جیسا کہ انھوں نے خود مجھ سے فرمایا: اس بات سے شرم آتی تھی کہ میں گویا ضمناً دربارِ رسول ﷺ میں حاضر ہوں، خیر اس وقت تو یہ ارادہ پورا ہونے سے رہ گیا مگر ان کے تاثرات دب نہ سکے اور ان کا اظہار اس نظم میں ہوا جو ذوق وشوق کے عنوان سے بالِ جبریل میں موجود ہے۔"

یہ نظم علامہ اقبال نے مدینہ منورہ کے تصور میں کہی جیسا کہ اس کے اکثر اشعار سے ظاہر ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کی طویل نظمیں: رفیع الدین ہاشمی؛ ص ۱۵۵۔۱۶۸

ب۔ اقبال کا ذہنی ارتقاء: غلام حسین ذوالفقار؛ ص ۱۶۱

ج۔ اقبال شاعر و مفکر: نور الحسن نقوی؛ ص ۳۹۔۴۰

د۔ بالِ جبریل کا تنقیدی مطالعہ: صدیق جاوید، ص ۱۵۹۔۱۶۰

ر۔ زندہ رود۔ ج ۳: جاوید اقبال، ص ۴۷

س۔ سفر نامۂ اقبال: (مرتبہ) محمد حمزہ فاروقی، ص ۱۶۰۔۱۸۳

ص۔ مکاتیب شاد اقبال: (مرتب) محی الدین قادری زور، ص ۸۵

۳۔ مدعاے تخلیق: زیارت گنبدِ خضرا کے لیے ذوق وشوق کے جذبات کا اظہار کرنا۔

(۱) اس شعر کو شاعر نے شیخ سعدی کی کتاب "بوستانِ سعدی" سے من و عن تضمین کیا ہے۔ (بوستان سعدی، ص ۱۰)

(۲) ابتداءً بیاض میں شاعر نے اسے بند ششم قرار دیا تھا۔

(۳) نقش اول میں "عِلم" کی اصطلاح کا تذکرہ بے محل تھا جس کے باعث شاعر نے اس نقش کو ترک کر دیا۔

(۴) شعر تین، چار اور پانچ کا تخیل نظم کے دوسرے اشعار سے فروتر تھا جس کے باعث ان اشعار کو ترک کر دیا گیا۔

(۵) اس متروکہ شعر کا مصرع اول، شعر نمبر ۶ بند چہارم متداول کے مصرع ثانی کا نقش اول معلوم ہوتا ہے، متداول مصرع کا تخیل زیرِ بحث مصرع سے بہت اعلیٰ ہے۔

مصرع ثانی، شعر اول کے مصرع اول کا نقش ثانی معلوم ہوتا ہے، شعر اول کا نقش زیادہ معیاری ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر اس متروکہ شعر کی متداول کلام میں جگہ نہ بنتی تھی لہٰذا شاعر نے اسے ترک کر دیا۔

(۶) نقش اول کی ترکیب ''روزِ وصل'' غیر مانوس تھی۔ علاوہ ازیں اس میں وقت کا حتمی تعین نہ تھا، ان دو وجوہات کے باعث اس نقش کو قلم زد کر دیا گیا۔

(۷) یہ شعر، متداول شعر نمبر ۱۱ کا نقش اول معلوم ہوتا ہے، متداول شعر سے فروتر تخیل کے باعث اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۸) ابتداءً شاعر نے بیاض میں اسے بند ششم قرار دیا تھا۔

(۹) اس بند کے جملہ اشعار نظم کے متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث ترک کر دیے گئے۔

(۱۰) نقش اول، مصرع ثانی کو ''فکر و سکوت'' کی غیر مانوس ترکیب کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۱۱) اس شعر کو تخلیق کرنے کے لیے شاعر نے خاصی شعوری کاوش کی۔ مصرع اول کے تین اور مصرع ثانی کا ایک نقش تحریر کیا۔ یہ تمام نقوش خالقِ نظم کے تنقیدی معیار پر پورا نہ اترنے کے باعث ترک کر دیے گئے۔ تاہم اس متروکہ شعر کا تخیل شاعر اس سے اگلے شعر میں احسن انداز سے پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

(۱۲) مصرع اول، نقش اول کو ''ہیزمِ نیم سوز'' کی نامانوس ترکیب کے باعث ترک کر دیا گیا۔ مصرع دوم، نقش اول کا تخیل مصرع اول میں بیان کیا جا چکا تھا، اسے شاملِ کلام کرنا محض تکرارِ لفظی تھا اس لیے شاعر نے اسے قلم زد کر دیا۔

(۱۳) شعر سات، آٹھ اور نو کا معیار متداول کلام سے کم تر درجے کا تھا جس کے باعث شاعر نے انھیں متداول کلام میں شامل نہیں کیا۔

(۱۴) مصرع اول تخلیق کرنے کے لیے شاعر نے کل تین نقش تحریر کیے۔ ابتدائی نقش مدعاے شاعر سے مطابقت نہ رکھتا تھا، نقش دوم میں ''عالمِ آب و گِل'' کی ترکیب شاعر کو متاثر نہ کر سکی۔ ان وجوہ کی بنا پر ابتدائی دونوں نقوش ترک کر دیے گئے۔

(۱۵) یہ دونوں متروکہ مصرعے بلحاظِ مفہوم بالترتیب اسی بند کے شعر اول کا نقش ثانی اور ثالث معلوم ہوتے ہیں۔ ایک ہی خیال کو ایک نظم میں ایک سے زائد بار پیش کرنے کا کوئی جواز نہ تھا اس لیے شاعر نے ان کو ترک کر دیا۔

(۱۶) مصرع اول کا نقش اول خوب تھا۔ شاعر کے ذہنِ رسا سے بیک وقت دو مصرعے تخلیق ہو گئے تو نقش ثانی کو شاعر نے اپنے متداول کلام کا جزو بنا دیا۔

مصرع ثانی میں لفظ ''ہے'' حشو ہے اور لفظ ''بے حجاب'' شاعر کے مدعا کے مطابق یہاں موزوں نہ ہونے کے باعث پورا مصرع ترک کر دیا گیا۔

(۱۷) شعر نو تا بارہ کے اشعار متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث ترک کر دیے گئے۔

(۱۸) بند ششم کے جملہ اشعار متداول کلام کے معیار پر پورا نہ اترنے کے باعث ترک کر دیے گئے۔

(۱۹) شعر ایک اور دو کا تخلیقی معیار اس نظم کے متداول کلام سے مطابقت نہ رکھتا تھا اس لیے شاعر نے انھیں قلم زد کر دیا۔

(۲۰) نقش اول کے مصرع میں لفظ ''عرب'' کا دوبارہ استعمال مناسبِ حال نہ تھا۔ اس لیے شاعر نے اس مصرع کو ترک کر دیا۔

(۲۱) شعر پانچ اور چھ متداول کلام کے معیار پر پورا نہ اترتے تھے، اس لیے شاعر نے انھیں نظم کا حصہ نہیں بنایا۔

(۲۲) اس مصرع کا تخیل معمولی تغیر کے ساتھ شاعر نے شعر پانچ میں باندھا ہے اس لیے اسے ترک کر دیا۔

(۲۳) نقش اول میں لفظ ''قوم'' کا استعمال مدعاے شاعر پر پورا نہیں اترتا تھا۔ اس مصرع کے جزوِ آخر کے الفاظ ''حسنات'' اور ''سیئات'' بھی متداول کلام کے معیار سے مطابقت نہ رکھتے تھے۔ نقش دوم خوب تھا۔ مدعاے شاعر سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔ شاعر نے نقش سوم میں عام فہم الفاظ استعمال کرتے ہوئے اپنا مدعا فصاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

(۲۴) اس شعر کے مصرع ثانی، جزوِ آخر میں شاعر نے ''کلیات'' کی مبہم اصطلاح استعمال کی۔ منشاے شاعر کی وضاحت نہ ہو سکنے کے باعث اس شعر کو متداول کلام کا حصہ نہیں بنایا گیا۔

(۲۵) مصرع اول کے نقش اول اور دوم میں ''حکمتِ بو علی'' اور ''علمِ بو علی'' کی تراکیب سے عشق کا تصور واضح نہ ہو سکتا تھا اس لیے شاعر نے ان دونوں نقوش کو قلم زد کر دیا۔

(۲۶) شعر ایک تا پانچ متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث نظم کا حصہ نہ بن سکے۔

(۲۷) نقش اول میں "رنگ ونم" کی غیر مانوس ترکیب کے باعث اس مصرع کو ترک کر دیا گیا۔
(۲۸) نقش اول، مصرع اول شعر ۶ کا نقش ثالث معلوم ہوتا ہے۔ مصرع دوم کے نقش اول اور دوم شعر ۸ کے مصرع ثانی اور ثالث معلوم ہوتے ہیں۔ شاعر نے متبادل بہتر نقش تخلیق کر لینے کے باعث ان (متروکہ) نقوش کو اپنے کلام کا جزو نہیں بنایا۔
(۲۹) نقش اول میں لفظ 'مِرے' حشو ہونے کے باعث مصرع کو ترک کر دیا گیا۔
(۳۰) نقش اول کا مصرع خوب تھا، تاہم نقش ثانی زیادہ بہتر ہونے کے باعث متداول کلام کا جزو بنادیا گیا اور ابتدائی نقش ترک کر دیا گیا۔
(۳۱) شاعر اس متروکہ شعر میں تصوراتِ تصوف (وحدت الوجود اور وحدت الشہود) کی وضاحت کرنا چاہتے تھے۔ اپنی کاوش کے معیار سے مطمئن نہ ہونے کے باعث اس شعر کو قلم زد کر دیا۔
(۳۲) شاعر نے "زبورِ عجم" [غزلیات (حصہ اول)] کی غزل نمبر اڑتالیس کے مطلع کے شعر کو یہاں بلاترمیم تضمین کیا ہے۔

ابلیس کی عرض داشت

م ع: قطعہ [۱]

کہتا تھا عزازیل خداوندِ جہاں سے
پرکالۂ آتش ہوئی آدم کی کفِ خاک!

جاں لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب
دل نزع کی حالت میں، خرَد پختہ و چالاک!

ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ ہَے پاک!

تجھ کو نہیں معلوم کہ حورانِ بہشتی
ویرانیِ جنت کے تصوّر سے ہیں غم ناک؟

جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۱	۔	۱۶۸/ ۴۹۲	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۴۷	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: سیاست دانوں کا منفی (ابلیسی) طرزِ عمل۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو سیاست دانوں کے ابلیسی طریق کار سے آگاہ کرنا۔

(۱) متروکہ عنوان سے واضح ہوتا ہے کہ شاعر ابتداءً قطعہ کی ہیئت میں یہ مضمون بیان کرنا چاہتے تھے۔ بعد ازاں اپنا ارادہ بدلتے ہوئے نظم تخلیق کر دی۔

لہو

م ع: قطعہ (۱)

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہِراس
اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس

جسے مِلا یہ متاعِ گراں بہا، اس کو
نہ سیم و زر سے محبّت ہے، نَے غمِ اِفلاس!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۱	۔	۱۶۹/ ۴۹۳	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۴۸	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: نوجوانانِ قوم کا جذبۂ آزادی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: قوم کو عزم، ہمت اور حوصلہ کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

(۱) قیاس ہے کہ شاعر کو ابتداءً موزوں عنوان نہ سوجھا ہو گا اس لیے انھوں نے ان اشعار پر لفظ قطعہ لکھ دیا ہو گا۔

پرواز

م ع: قطعہ (۱)

کہا درخت نے اِک روز مرغِ صحرا سے
ستم پہ غم کدۂ رنگ و بو کی ہے بنیاد!

خدا مجھے بھی اگر بال و پر عطا کرتا
شگِفتہ اور بھی ہوتا یہ عالَمِ ایجاد!

دیا جواب اسے خوب مرغِ صحرا نے
غضب ہے، داد کو سمجھا ہُوا ہے تو بے داد!

(م) ۱۔جہاں میں طاقتِ پرواز اسی کو دیتے ہیں
۲۔جہاں میں لذتِ پرواز اسے نہیں دیتے
جہاں میں لذتِ پرواز حق نہیں اس کا
(م) وُجود جس کا ہوا نہیں جذبِ خاکی سے آزاد! (۲)
وُجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۱	ـ	۱۶۹/ ۴۹۳	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۴۹	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مسلم معاشرہ میں مادہ پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو روحانیت کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

(۱) ابتداءً شاعر نے قطعہ لکھنے کا ذہن بنایا بعد ازاں زیادہ اشعار موزوں ہو جانے کے باعث انھوں نے اسے نظم میں بدل دیا۔

(۲) مصرع اول کے ابتدائی دو نقوش متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث ترک کر دیے گئے۔ مصرع ثانی کے ابتدائی نقش کو لفظ ''ہوا'' کے حشو ہونے کی بنا پر حذف کر دیا گیا۔

شیخِ مکتب سے

شیخِ مکتب ہے اک عمارت گر جس کی صنعت ہے روحِ انسانی

نکتۂ دل پذیر تیرے لیے کہہ گیا ہے حکیمِ قاآنیؔ

''پیشِ خورشید برمکش دیوار
خواہی از(۱) صحنِ خانہ نورانی''(۲)

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۱	۔	۱۷۰/ ۴۹۴	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۵۰	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: نوجوانانِ ملت کی بہتر تعلیم و تربیت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: اساتذہ کو ان کے فرضِ منصبی کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

(۱) جمیل رقم نے اس لفظ کو ''ار'' کتابت کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ ان کے پیش رو کاتبین نے یہ لفظ درست کتابت کیا ہے۔ بیاضِ ششم صفحہ ایک پر بھی ''از'' تحریر ہے۔

(۲) علامہ اقبال نے یہ شعر قاآنی سے منسوب کیا ہے۔ تاہم کلیات قاآنی شیرازی؛ (مرتب) محمد جعفر محجوب میں یہ شعر موجود نہیں ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبالیات چند نئی جہات: خواجہ محمد زکریا، ص ۷۲

ب۔ اقبال کے کلام میں تضمین اور تراکیب: سید حامد (مشمولہ) اقبال کا فن: گوپی چند نارنگ، ص ۷۷

فلسفی

م ع: قطعہ[۱]

بلند بال تھا، لیکن نہ تھا جسور و غیور
(م) حکیم رمز محبّت سے بے نصیب رہا![۲]
حکیم سرِّ محبّت سے بے نصیب رہا!

پھرا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں وار
شکارِ زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۱	ـ	۱۷۰/۴۹۴	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۵۱	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: فلسفی کے کردار کا دائرہ کار۔

ii۔ مدعائے تخلیق: وضاحت کرنا کہ فلسفی کا تخیل بہت بلند ہے لیکن وہ دلیر اور غیور نہیں ہوتا۔

(۱) قیاس ہے کہ شاعر کو ابتداءً اس قطعہ کا موزوں عنوان سجھائی نہ دیا ہو گا۔

(۲) نقش اول میں 'رمزِ محبّت' کی ترکیب استعمال کی گئی ہے۔ شاعر اپنے مدعا کو پُر زور انداز میں پیش کرنا چاہتے تھے۔ محبّت کے لیے 'رمز' کی علامت ان کے معیار پر پورا نہ اترتی تھی۔ اس

لیے انھوں نے ابتدائی مصرع کو قلم زد کر دیا۔ نقش دوم متداول کے لیے انھوں نے متبادل ترکیب 'سرِّ محبّت' کا انتخاب کیا۔

ستارے کا پیغام

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی — مِری سرشت میں ہے پاکی و دُرخشانی

تُو اے مسافرِ شب! خود چراغ بن اپنا — کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۱	۔	۱۵۳/۷۷/۴	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۲۷	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مثالی انسانی زندگی کا تصور۔

ii۔ مدعائے تخلیق: ایمان کی اہمیت واضح کرنا۔

علامہ اقبال کے نزدیک نورِ ایمان جس دل میں ہوتا ہے وہ نہ راستہ بھٹکتا ہے اور نہ اللہ کے غیر کا خوف کھاتا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: عبدالرشید فاضل، ص ۳۸۹

شاہیں

کِیا میں نے اس خاک داں سے کنارا — جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ!

بیاباں کی خلوَت خوش آتی ہے مجھ کو — ازل سے ہے فطرت مری راہبانہ!

نہ بادِ بہاری، نہ گُل چیں، نہ بلبل — نہ بیماریِ نغمۂ عاشقانہ!

.... (م) کہ ان کی ادائیں ہیں ماہرانہ![1]

خیابانیوں سے ہے پرہیز لازم ادائیں ہیں ان کی بہت دلبرانہ!

(م) ہوائے بیاباں سے ہوتی ہے محکم (م) تریناک کی خصلتِ غازیانہ[2]

ہوائے بیاباں سے ہوتی ہے کاری جواں مرد کی ضربتِ غازیانہ!

(م) مرض مجھ کو فکرِ شکم کا نہیں ہے[3] ....

حَمام و کبوتر کا بھوکا نہیں مَیں کہ ہے زندگی باز کی زاہدانہ!

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ!

یہ پُورب، یہ پچھم چکوروں کی دنیا مِرا نیل گوں آسماں بے کرانہ!

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں مَیں کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ!

(م) تریناک بہت دفعہ گُریز کھایا ہوا باز
مِرا واسطہ تجھ آزمودہ کار سے ہے[4]

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۲	۔	۱۷۱/۴۹۵	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۵۲	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۳	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مومنانہ صفات کی حامل قوم کی آرزو۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو اسلامی فقر کی ترغیب دینا۔

اس نظم میں علامہ اقبال نے شاہین کی وہ خصوصیات بیان کی ہیں جو اسلامی فقر سے مشابہت رکھتی ہیں۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شاہین: ڈاکٹر عبد المغنی؛ (مشمولہ) اقبال کا نظامِ فن، ص ۳۳۰۔ ۳۴۴

(۱) اس مصرع میں ''ماہرانہ'' کی اصطلاح موزوں نہ تھی اس لیے شاعر نے نقش ثانی تخلیق کیا۔

(۲) ابتدائی نقش میں لفظ ''محکم'' بے محل ہونے کے باعث اس مصرع کو ترک کر دیا گیا۔ نقش اول کا مصرع ثانی مجہول ہونے کے باعث قلم زد کر دیا گیا۔

(۳) فکرِ شکم مرض نہیں ہے اس لیے مصرع کو خلافِ حقیقت ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۴) مبہم ہونے کے باعث اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔ اس شعر کے ساتھ پانچ کا ہندسہ لکھا ہوا ہے غالباً شاعر اسے شعر نمبر ۵ کے طور پر نقل کرنا چاہتے تھے۔

باغی مرید

ہم کو تو میسّر نہیں مِٹّی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن!

شہری ہو، دہاتی(۱) ہو، مسلمان ہے سادہ
مانندِ بُتاں پُجتے ہیں کعبے کے برہمن!

نذرانہ نہیں، سود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن!

میراث میں آئی ہے انھیں مسندِ ارشاد
زاغوں(۲) کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۔	۔	۴۹۶/۱۷۲	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۵۳	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: معاشرے کے اندر پیروں کے متعلق پائی جانے والی بے زاری۔

ii۔ مدعائے تخلیق: مکار اور جعلی پیروں کی زندگی کو بے نقاب کرنا۔

(۱) اصل لفظ "دیہاتی" ہے۔ شاعر نے ضرورتِ شعری کے تحت اسے "دہاتی" لکھا ہے۔

(۲) جمیل رقم نے اس لفظ میں حرف "غ" پر نقطہ نہیں ڈالا۔ کاتب نے اس لفظ کو "زاعوں" کتابت کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ قبل ازیں یہ لفظ درست کتابت ہو تا رہا ہے۔

ہارون[(۱)] کی آخری نصیحت

ہاروں نے کہا وقتِ رحیل اپنے پسر سے
جائے گا کبھی تُو بھی اسی راہ گزر سے!

(م) ۱۔ ہر چند طبیبوں کی نگاہوں سے پنہاں
۲۔ پنہاں ہے کافر کی نظر سے مَلَکُ المَوت[(۲)]
پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے مَلَکُ المَوت
(م) پوشیدہ نہیں موت مسلماں کی نظر سے![(۳)]
لیکن نہیں پوشیدہ مسلماں کی نظر سے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۲	۔	۱۷۲/۴۹۶	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۵۴	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: تصور حیات بعد الموت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: موت کے بارے میں مومن اور کافر کے نظریے کا فرق واضح کرنا۔

(۱) ہارون الرشید: ہارون الرشید عباسی خاندان کا پانچواں فرماں روا تھا۔ ۷۸۶ء میں تخت نشین ہوا اور ۸۰۹ میں وفات پائی۔ اقبال مندی، فتوحات اور سطوت و شوکت کے لحاظ سے اس کا شمار دنیا کے نامور سلاطین میں ہوتا ہے۔ اس کی عظمت و جلالتِ شان کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب قیصرِ روم نے اسے اس مضمون کا خط بھیجا کہ

’’ جس قدر خراج تم میرے پیش رو سے وصول کر چکے ہو سب واپس کر دو ورنہ تلوار فیصلہ کرے گی۔‘‘

تو ہارون نے اسی خط کی پشت پر یہ جواب لکھ کر واپس کر دیا تھا کہ

’’ بسم اللہ الرحمن الرحیم، امیر المومنین ہارون الرشید کی طرف سے روم کے کتے نقفور کو معلوم ہو کہ میں نے تجھ کافر بچہ کا خط پڑھا اس کا جواب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔‘‘

ہارون عِلم پرور، ہنر دوست اور عیش و عشرت کا دل دادہ تھا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تلمیحاتِ اقبال: سید عابد علی عابد، ص ۲۵۰۔۲۵۱

ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۲۷۱۔۲۷۲

ج۔ مطالعہ تلمیحات و اشاراتِ اقبال: اکبر حسین قریشی، ص ۱۸۸۔۱۸۹

(۲) نقش اول میں ’’طبیبوں‘‘ کی اصطلاح غیر متعلقہ ہونے کے باعث نقش دوم تخلیق کیا گیا۔ دوسرے نقش میں لفظ ’’پنہاں‘‘ عام فہم نہ ہونے کے باعث اس کو بھی حذف کر دیا۔ تیسرے متداول نقش میں لفظ ’’پوشیدہ‘‘ کا انتخاب کیا گیا۔

(۳) نقش اول کا مصرع خوب تھا۔ مصرع اولیٰ سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث اسے ترک کر دیا گیا۔

آزادیِ افکار☆

م ع: قطعہ (۱)

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلؑ امیں کا
ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کا صیّاد!

جو دُونیِ فطرت سے نہیں لائقِ پرواز
(م) اس مرغِ فرومایہ کی قسمت میں ہے اُفتاد! (۲)

☆ آزادیِ افکار: فکری آزادی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک فکرِ خداداد، جس سے دنیا میں خیر کی صفات پھلتی پھولتی ہیں۔ دوسری فکرِ ابلیسی، جو مادر پدر آزادی کہلاتی ہے جس سے معاشرے میں بے راہ روی پھیلتی ہے۔ ہمیں فکرِ خداداد کو اپنانا چاہیے اور ابلیسی فکر کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔

اس مرغکِ بے چارہ کا انجام ہے اُفتاد!

اس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک
(م) جس قوم کے افراد ہوں ہر قید سے آزاد![۳]
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد!

گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیِ افکار ہے اِبلیس کی ایجاد!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۲	ـ	۴۹۸/۱۷۴	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۵۷	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۲	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: آزادیِ افکار کا مغربی تصور۔

ii۔ مدعاے تخلیق: آزادیِ افکار کے مفہوم کی وضاحت کرنا۔

(۱) شاعر ابتداءً قطعہ لکھنا چاہتے تھے، بعدازاں انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہو گا اور اس موضوع پر نظم تخلیق کر دی۔

(۲) نقش اول میں لفظ ''فرومایہ'' موزوں انتخاب نہ تھا۔ یہ لفظ غیر مانوس ہے۔ بلحاظِ مفہوم بھی مدعاے شاعر سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے شاعر نے اسے ترک کر دیا۔

(۳) نقش اول کو لفظ ''قید'' کے غریب المعانی ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔ متداول نقش میں متبادل لفظ ''بند'' کا انتخاب کیا گیا۔

ماہرِ نفسیات سے

(م) جرات ہے تو افکار کے عالَم سے گزر جا[۱]
جرات ہے تو افکار کی دنیا سے گزر جا
ہیں بحرِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے!

کھلتے نہیں اس قُلزُمِ خاموش کے اسرار
جب تک تُو اسے ضربِ کلیمی سے نہ چیرے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۲	-	۱۷۳/۴۹۷	-
۲	نظم نمبر	-	-	۵۵	-
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	-	-
۴	متروکہ اشعار	×	×	-	-

i۔ تخلیقی محرک: ماہرینِ نفسیات کے لیے تصورِ خودی کی اہمیت۔

ii۔ مدعاے تخلیق: ماہرین نفسیات کو خودی کے اسلامی نظریہ کی طرف متوجہ کرنا۔

(۱) اس نقش کے ترک کیے جانے کا باعث لفظ "عالم" ہے۔ عالم سے گزرنا ناممکنات میں سے ہے۔ کیوں کہ عالَم کا اطلاق جس طرح عالَم دنیوی پر ہوتا ہے اسی طرح عالَمِ اخروی پر بھی ہوتا ہے۔ اس لیے متبادل مصرع میں شاعر نے لفظ "دنیا" کا انتخاب کیا ہے۔

یورپ

(م) منتظر بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سودخوار[۱]

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سودخوار
جن کی رُوباہی کے آگے ہیچ ہے زورِ پلنگ!

خود بخود گرنے کو ہے پکّے ہوئے پھل کی طرح
دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ!

(ماخوذ از نطشہ)

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۲	-	۱۷۳/۴۹۷	-
۲	نظم نمبر	-	-	۵۶	-

۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: یورپ میں یہودیوں کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ۔

ii۔ مدعائے تخلیق: یورپ کے خلاف یہودی سازش کو بے نقاب کرنا۔

اس قطعے میں علامہ اقبال نے نطشے (فلسفی) کے اس اندیشے کی تائید کی ہے کہ یورپ کے ممالک تو آپس میں لڑتے رہیں گے اور یہودی اپنی دولت کے بل بوتے پر حکومتوں پر قبضہ جمالیں گے۔

(۱) نقش اول لفظ "منتظر" کے باعث ترک کر دیا گیا۔" منتظر بیٹھنا "عمومی نوعیت کا معاملہ ہے۔ "تاک میں بیٹھنا" گویا موقع کے انتظار میں بیٹھنا ہے۔ واضح رہے کہ شکاری تاک میں بیٹھا کرتے ہیں۔

خانقاہ(۱)

م ع: خانقاہیں(۲)

رمز و اِیما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں
اور آتا بھی نہیں مجھ کو سُخن سازی کا فن

"قُم بِاِذنِ اللہ" کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکَن!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۲ *	۔	۴۹۱/۱۶۷	* صفحہ ۲ پر نظم قلم زد کر دی گئی اور دوبارہ صفحہ ۳

۲	نظم نمبر	-	-	۴۶	پر لکھی گئی۔ شعر میں اصلاح صفحہ ۲ پر کی گئی۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۱	×	-	
۴	متروکہ اشعار	×	×	-	

i۔ تخلیقی محرک: خانقاہوں کا تاریخی کردار۔

ii۔ مدعائے تخلیق: مجاوروں کی بداعمالیوں سے قوم کو آگاہ کرنا۔

(۱) خانقاہ: صوفیا، درویشوں اور مشائخ کے رہنے کی جگہ۔

صوفیا مختلف سلسلوں میں منقسم ہیں۔ ہر سلسلے کی مختلف شاخیں ہیں لیکن ہر شاخ اصلاً ایک سلسلے سے منسوب ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ برصغیر ہند میں صوفیا نے اسلام کو پھیلانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تلمیحاتِ اقبال: سید عابد علی عابد، ص ۲۱۵

ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۰۸۔۴۰۹

ج۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۳۰۵

(۲) متروکہ عنوان سے ذہن ہر خانقاہ کا احاطہ کر لیتا تھا۔ ہر خانقاہ ایک جیسی نہیں ہوتی۔ شاعر قدیم خانقاہوں اور طریقِ خانقہی کے معترف ہیں۔ وہ تو صرف ان خانقاہوں کے نقاد ہیں جن کے گدی نشیں اس طریق کی بدنامی کا باعث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر نے ابتدائی عنوان کو بدل کر متداول عنوان خانقاہ کر دیا ہے۔

سیاست

اس کھیل میں تعیینِ مراتب ہے ضروری — شاطر کی عنایت سے تُو فرزیں، مَیں پیادہ!

بے چارہ پیادہ تو ہے اک مُہرۂ ناچیز — فرزیں سے بھی پوشیدہ ہے شاطر کا ارادہ!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۱۶۵/۴۸۹	ـ
۲	نظم نمبر	×	×	۴۲	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: سیاست دانوں کی شاطرانہ چالیں۔

ii۔ مدعائے تخلیق: سیاست کے کھیل سے عوام الناس کو آگاہ کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

۱۔ اقبال کے حضور: سید نذیر نیازی، ص ۲۸۸

۲۔ اقبال نامہ (حصہ اول): شیخ عطاء اللہ، ص ۱۸۱

۳۔ حرفِ اقبال: (مترجم) لطیف احمد شروانی، ص ۶۰

(۱)

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں ——— غُلغلہ ہائے الاماں بت کدۂ صفات میں!

حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیّلات میں ——— میری نگاہ سے خلل تیری تجلّیات میں!

گرچہ ہے میری جستجو دَیر و حرم کی نقش بند ——— میری فغاں سے رست خیز کعبہ و سومنات میں!

گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وُجود ——— گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں!

تو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا

میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۰۴	۲۱/۳۴۵	ـ

۲	غزل نمبر	۔	۔	۱۰۔ حصہ اول	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	

i۔ تخلیقی محرک: فلسفۂ عقل و وجدان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: ۱۔ نظریہ 'وحدت الوجود' کی وضاحت کرنا۔
(مجدد الف ثانی کا نظریہ 'ہمہ از اوست')
۲۔ واضح کرنا کہ انسانی جوہر کا ظہور وجدان سے ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
حضرت مجدد اور اقبال میں فکری مماثلت: محمد مسعود احمد؛ (مشمولہ) مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال، ص ۲۲۔۴۶

(۳)

گیسوے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر
ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر!

عشق بھی ہو حجاب میں، حسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو، یا مجھے آشکار کر!

تو ہے محیطِ بے کراں، میں ہوں ذرا سی آب جُو
یا مجھے ہم کَنار کر، یا مجھے بے کَنار کر!

میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گُہر کی آب رُو
میں ہوں خزَف تو تُو مجھے گوہرِ شاہ وار کر!

نغمۂ نَو بہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو
اس دمِ نیم سوز کو طائرکِ بہار کر!

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر!

روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل
آپ بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار کر!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۶	۲۳/ ۳۴۷	ـ
۲	غزل نمبر	×	۰۳	۳۔ حصہ اول	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: ظرفِ انسانی کی ماہیت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: خالقِ کائنات سے لطف و کرم کی التجا کرنا۔

(۱۶)☆

....
(م) پردیس میں ہے خوار و زبوں مردِ ہنر مند[1]

یارب! یہ جہانِ گزَراں خوب ہے، لیکن
کیوں خوار ہیں مردانِ صفا کیش و ہنر مند؟

گو اس کی خدائی میں مہاجَن کا بھی ہے ہاتھ
دنیا تو سمجھتی ہے فرنگی کو خداوند!

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مئے گُل گُوں
مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظ و پند!

فردوس جو تیرا ہے، کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانَند!

مدت سے ہے آوارۂ افلاک مرا فکر
کر دے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند!

(م ۱)ا۔اللہ نے جوہر مجھے بخشے ملکوتی
....

☆ تصحیحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے یہ غزل سب سے پہلے مسودہ پر ہی رقم کی۔

۲۔ بخشے مجھے اللہ نے جوہر ملکوتی [۲] ....

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی — خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند!

درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی — گھر میرا نہ دلّی، نہ صفاہاں، نہ سمرقند

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق — نے ابلَہِ مسجد ہُوں، نہ تہذیب کا فرزند!

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بے گانے بھی ناخوش — مَیں زہرِ ہَلاہِل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

ہر حال میں میرا دلِ بے قید ہے خُرّم — کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوقِ شکر خند!

چپ رہ نہ سکا حضرتِ یزداں میں بھی اقبالؔ — کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند!

(م)تو پارہ ہے مذہبی اہلِ خرَد را [۳] ....

تو برگِ گیا ہے مذہبی اہلِ خرَد را — اُوکِشتِ گُل و لالہ بہ بخشد بہ خرے چند!

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسّر — تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند!

(م) سپہ ہاں مسلماں ہوں نِکوبیں و کم آزار [۴] ....

پرسوز و نظر باز و نِکوبین و کم آزار — آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خُورسند!

مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش — خاشاک کے تودے کو کہے کوہِ دماوند!

ہُوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
میں بندۂ مومن ہوں، نہیں دانۂ اسپند!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۸	۳۵۶/۳۲	۔
۲	غزل نمبر	×	۱۶	۱۶۔حصہ اول	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۴	۔	۔

۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مسلمان قوم پر تہذیبِ یورپ کے اثرات۔

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ تہذیبِ یورپ کے مصنوعی حسن سے متاثر نہ ہوں حسنِ حقیقی کو دل میں جگہ دیں اور اس مقصد کے لیے کلامِ اقبال سے استفادہ کریں۔

(۱) مصرع ثانی کے نقش اول کا جزوِ اول 'پردیس میں ہے' تخصیص کا اظہار ہے جو مدعاے شاعر کے خلاف ہے اس لیے اس مصرع کو ترک کر دیا گیا۔

(۲) نقش اول خوب ہے لیکن مصرع ثانی سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔ نقش دوم اول الذکر کا پرتو معلوم ہوتا ہے۔ نقش سوم تخلیق کرتے وقت شاعر کے ذہن میں لفظ 'فطرت' سمایا جو کہ لفظ 'خاک' سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس نو تخلیق شدہ مصرع کو شاعر نے اپنے متداول کلام کا جزو بنا دیا۔

(۳) نقش اول میں "پارہ" کی ترکیب استعمال کی گئی جو کہ موضوع سے غیر متعلق تھی چنانچہ اس نقش کا یہ نقص اس کے قلم زد کیے جانے کا باعث بنا۔

(۴) نقش اول کو محدود تخیل کا حامل ہونے کے باعث شاعر نے ترک کر دیا۔

(۱)

اعلیٰ حضرت شہید امیر المومنین نادر شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے لطف و کرم سے نومبر ۱۹۳۳ء☆ میں مصنّف کو حکیم سنائی[۱] غزنویؒ کے مزارِ مقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ چند افکارِ پریشاں جن میں حکیم ہی کے ایک مشہور قصیدے کی پیروی کی گئی ہے، اس روزِ سعید کی یادگار میں سپردِ قلم کیے گئے:

'ما از پیِ سنائیؔ و عطّارؔ آمدیم'[۲]

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلَط تھا اے جُنوں شاید ترا اندازۂ صحرا!

☆ سید سلمان ندوی کے مطابق حکیم سنائی کے مزار کی زیارت کا واقعہ ۱۳۰ اکتوبر کا ہے۔ (سیر افغانستان، ص ۲۸) یہاں علامہ اقبال نے یاداشت سے نومبر لکھ دیا ہے۔

خودی سے اس طِلِسمِ رنگ و بُو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تُو سمجھا، نہ مَیں سمجھا!

نِگہ پیدا کر اے غافل، تجلّی عینِ فطرت ہے
کہ اپنی موج سے بے گانہ رہ سکتا نہیں دریا!

رقابت عِلم و عرفاں میں غلَط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلّاج کی سُولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

(م) یہی ہے رمزِ درویشی کہ مومن کو غلامی میں [۳]
خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں
زِرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا!

نہ کر تقلید اے جبریلؑ، میرے جذب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اَولیٰ!

بہت دیکھے ہیں مَیں نے مشرق و مغرب کے مے خانے
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا

(م) نظر آئی نہ مجھ کو بو علی سینا کے دفتر میں
وہ حکمت جو کبوتر کو شاہیں سے کرے بے پروا!□ [۴]

نہ ایراں میں رہے باقی، نہ تُوراں میں رہے باقی
وہ بندے فقرُ تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ

یہی شیخِ حرَم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بُوذرؓ و دَلقِ اوَیسؓ و چادرِ زہراؓ!

حُضورِ حق میں اسرافیلؑ نے میری شکایت کی
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مَے 'لا' سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ 'اِلّا'

ندا آئی کہ آشوبِ قیامت سے یہ کیا کم ہے
'گرفتہ چینیاں احرام و مکّی خفتہ در بطحا!'☆(۵)

سنائیؔ کے ادب سے میں نے غوّاصی نہ کی، ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لُولوے لا لا

فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہو گئے پانی
مری اِکسیر نے شیشے کو بخشی سختیِ خارا

(م)۱۔بدن کو اصلِ جاں سمجھے ہیں دانایانِ فرنگی
۲۔بدن کو اصلِ جاں سمجھا حکیمانِ فرنگی نے
۳۔بدن کو تن پرستانِ فرنگی اصلِ جاں سمجھے
حکیمِ غزنوی کہتا ہے 'آں دون است و ایں والا' □(۶)

دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے
بہت نیچے سُروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا

(م) وہ طوفاں پرورش دریا کی گہرائی میں
اِسی دریا سے اُٹھتی ہے وہ موجِ تُند جولاں بھی
(م) نہنگوں کے نشیمن جن سے ہوتے ہیں تہ و بالا(۷)
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حُسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا

بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا

(م)ملوکیت سے کیا امید اے ساحل نشیں تجھ کو
نہنگ اپنے نشیمن کو نہیں کرتا تہ و بالا[۸]

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

(م)غلاموں کے لیے دستورِ جُمہوری! معاذ اللہ
غرض یہ ہے غلام اپنی غلامی سے ہو بے پروا □[۹]

رہے ہیں، اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا

(م)خودی کو گرچہ قدرت نے چھپا رکھا ہے پردوں میں
کسی مردِ خدا میں ہو بھی جاتی ہے کبھی پیدا □[۱۰]

(م)۱۔ وہ چنگاری خس و خاشاک میں گم ہو نہیں سکتی
۲۔وہ چنگاری خس و خاشاک کو کب چھوڑ سکتی ہے[۱۱]

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کِیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

(م) مَحبّت جملہ آگاہی، مَحبّت بے سپہ شاہی
مَحبّت خویشتن بینی، مَحبّت خویشتن داری
(م) مَحبّت آستانِ سنجر و طغرل سے بے پروا[۱۲]
مَحبّت آستانِ قیصر و کسریٰ سے بے پروا

(م)۱۔پہنچ سکتے نہیں صیاد میری گردِ پا تک بھی
۲۔عجب کیا ہے گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں[۱۳]
عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں
'کہ بر فتراکِ صاحب دولتے بستم سرِ خُود را'[۱۴]

وہؐ دانائے سُبُل، ختم الرُّسُل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سِینا

(م)نگاہِ عشق و مستی میں وہی قُرآں، وہی فُرقاں
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
(م)وہی طارق، وہی کوثر، وہی یٰسؔ، وہی طٰہٰ[۱۵]
وہی قُرآں، وہی فُرقاں، وہی یٰسؔ[۱۶]، وہی طٰہٰ

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۲۱	۴۰/۳۶۴	۔
۲	غزل نمبر	×	۰۳	۳۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۲	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	۔	۔

i۔ تخلیقی پسِ منظر: یہ نظم ان جذبات کی آئنہ دار ہے جو اقبال کے دل میں حکیم سنائیؒ کے مزار کی زیارت ۱۹۳۳ء کے موقع پر طاری ہوئے۔ علامہ مرحوم کو حکیم موصوف سے بہت عقیدت تھی چنانچہ جب وہ مزار پر حاضر ہوئے تو بقول علامہ سید سلیمان ندوی ان پر رقّت طاری ہوگئی اور ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر بڑی دیر تک زور زور سے روتے رہے۔

(شرح بالِ جبریل، ص ۲۰۲)

ii۔ مدعائے تخلیق: عشق کی مختلف خصوصیات، مشرق کی حالتِ زار، مغرب کی مذہبی اور سیاسی کیفیت، غلامی پر حریت کی فضیلت اور عشقِ رسولؐ اپنانے کی ترغیب دینا ہے۔

(۱) حکیم سنائی: پورا نام ابوالمجد مجدود سنائی غزنویؒ ہے۔ پانچویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔ فارسی کے مشہور شاعر اور مثنوی 'حدیقۃ الحقیقۃ' (تصوف) کے مصنف ہیں۔ سلطان بہرام شاہ غزنوی کے درباری شاعر تھے۔ ازاں بعد شیخ ابویوسف ہمدانیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ فیضانِ شیخ سے تصوف میں بلند مقام حاصل کر لیا۔ ۱۳۳۱ء میں باسٹھ (۶۲) سال کی عمر میں وفات پائی۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ فرہنگِ اقبال (اردو)؛ نسیم امروہی، ص ۲۹۳

ب۔ شرح بالِ جبریل؛ یوسف سلیم چشتی، ص ۲۰۴

ج۔ مشاہیر مشرق: نظامی بدایونی، ص۲۷۸

(۲) یہ مولانا رومیؒ کے ایک شعر کا مصرع ثانی لفظی تغیر کے ساتھ تضمین کیا ہے۔ پورا شعر یوں ہے:

عطارؒ روح بود و سنائیؒ دو چشمِ او
ما قبلۂ سنائیؒ و عطارؒ آمدیم

(دیوان سلطان ولد، ص۲۷۶)

(۳) نقش اول خوب ہے لیکن مدعائے شاعر پر پورا نہ اترنے کے باعث ترک کیا گیا۔

(۴) ڈاکٹر صابر کلوروی لکھتے ہیں کہ لفظ 'بے پروا' کا استعمال محلِ نظر تھا۔ اس کی بجائے لفظ 'بے خوف' یا شاہین کا مترادف کوئی لفظ لایا جاتا تو لفظی مناسبت پیدا ہو سکتی تھی۔ مضمون عمدہ تھا مگر فنی وجوہ کے پیشِ نظر ترک کر دیا گیا۔

(باقیاتِ شعرِ اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر کلوروی، ص۲۵۶)

(۵)☆ یہ مصرح حکیم سنائیؒ کا ہے شاعر نے سے گہری ارادت کے پیش نظر ان کے قصیدے "در نعت رسول اکرمؐ و مدح عارف زرگر" کے آٹھویں شعر کے مصرع ثانی کو موضوع کی مناسبت سے تضمین کیا ہے۔ سنائی کا مکمل شعر حسبِ ذیل ہے۔

چو علت ہست خدمت کن چو دانایان کہ زشت آید
گرفتہ چینیاں احرام و مکی خفتہ در بطحا!

(دیوان حکیم سنائی: (مرتب) مظاہر مصفا، ص۲۸)

(۶) ان نقوش کا نفسِ مضمون خوب ہے اس میں فلسفۂ روح و بدن کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ حکیم غزنوی سے مراد حکیم سنائی ہے، مصرع ثانی کا جزوِ آخر حکیم سنائی کے ذیل کے شعر سے لیا گیا ہے۔

مکن در جسم و جاں مسکن کہ آں دون است و ایں والا
قدم زین ہر دو بیروں یہ نہ آنجا باش و نے ایں جا

(۷) نقش اول مصرع اول سے سے کوئی واضح پیغام نہیں ملتا اس لیے شاعر نے اسے ترک کر دیا، تاہم اس مصرع کا تخیل متداول شعر میں موجود ہے۔ نقش اول، مصرع ثانی، مصرع اول متداول سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۸) اس شعر کے مصرع اول کے جزو اول کے تخیل سے شاعر مطمئن نہ ہوئے۔ نقش اول کھل کر مسکرانے کی لذت سے آشنا نہ ہو سکا۔ خود اس کے خالق نے اس پر سیاہی پھیر دی، مصرع

ثانی معمولی تغیر کے ساتھ قبل ازیں شعر نمبر ۱۸ کی زینت بن چکا تھا لہٰذا تکرارِ لفظی مناسب نہ تھی۔

(۹) نقش اول کا مصرع اول مصرع ثانی سے مطابقت نہیں رکھتا۔ علامہ اقبال جُمہوریت اور جُمہوری دستور کے حق میں نہ تھے۔ وہ انسانیت کی فلاح کے لیے اسلامی شوریٰ نظام کے حامی تھے۔ غالباً اس بنا پر یہ شعر شاعر سے اپنی لطافت کی داد پانے سے محروم رہا۔

صابر کلوروی کے مطابق جمہوریت کی حقیقت کے بارے میں علامہ کا شعر خوب صورت تھا، اسے حذف کرنے کی وجہ سمجھ نہیں آتی۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر کلوروی، ص ۲۵۹)

(۱۰) اس شعر میں بلحاظِ مفہوم لفظ 'پیدا' کا استعمال مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اس شعر میں علامہ کے معروف فلسفۂ خودی سے تضاد پیدا ہو گیا تھا۔ انھوں نے اکثر مقامات پر 'خودی' کو 'فاش' لکھا ہے لیکن یہاں کچھ اس طرح کا مفہوم بر آمد ہوتا ہے کہ 'خودی' پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور کبھی کبھی کسی مردِ خدا کے اندر ظاہر بھی ہو جاتی ہے۔

(باقیاتِ شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر کلوروی، ص ۲۵۶)

(۱۱) نقش اول اور دوم مدعائے شاعر سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیے گئے۔

(۱۲) مصرع اول اور ثانی کے ابتدائی نقوش متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث ترک کر دیے گئے۔

(۱۳) نقش اول کا مصرع معیاری ہے۔ شاعر کے معیارِ تنقید پر یہ مصرع پورا نہ اترا۔ نقش دوم کا ایک مختصر جملہ کہا، پھر لفظ 'ہی۔' کو حذف کرتے ہوئے نقش سوم تخلیق کیا۔

نقش اول میں رفعت کا احساس تھا۔ نقش دوم نامکمل رہا۔ نقش سوم میں رفعت، قوت، ہیبت، کامرانی، غلبہ اور مہارت کی جھلک نمایاں ہے۔ تخیل کی اس عظمت نے مؤخر الذکر مصرع کو متداول کلام سے متعارف کرایا۔

(۱۴) یہ مصرع مرزا صائب کا ہے شاعر نے صائب تبریزی کی غزل کے اس مصرع کو لفظی تغیر کے ساتھ تضمین کیا ہے۔ اصل شعر حسبِ ذیل ہے ؎

از آں خورشید بر گرد جہاں سرگشتہ می گردد
کہ بر فتراک صاحب دولتی بندد سر خود را

(کلیاتِ صائب: (مرتب) امیر فیروز کوہی، ص ۱۰۱)

(۱۵) نقش اول کا لفظی پھیلاؤ بہت زیادہ تھا، مختصر مفہوم کے حامل اس مصرع میں شاعر نے ترمیم کو ضروری سمجھا۔ نقش دوم میں 'وہی طارق'، 'وہی کوثر' کے اسما کو حذف کیا۔ مصرع اول میں 'وہی اول، وہی آخر' کے الفاظ کو سمونے سے شعر کا ایک نیا نقش سامنے آیا۔ جو جامعیت اور وسعتِ معانی کے اعتبار سے موزوں ترین تھا۔ خالقِ غزل نے اسے متن کا جزو بنا دیا۔

مذکورہ بالا شعر، شعر نمبر ۲۷ کے قریب المعنی ہونے کی بنا پر متداول کلام کا حصہ نہ بن سکا۔

(۱۶) یٰس یا یاسین: اگر 'طٰہٰ' کو یوں (طٰہٰ) املا کیا جائے تو 'یٰس' یوں (یٰس) املا ہو گا۔ اور اگر 'طٰہٰ' کو نطقی ادائیگی کے ساتھ لکھا جائے تو پھر 'یٰس' اور 'طٰہٰ' کا املا 'یاسین' اور 'طاہا' ہو گا۔ رشید حسن خان کے مطابق اردو میں اس کا املا 'یٰسٓ' ماننا چاہیے۔ (اردو املا، ص ۶۳) تدوین نو میں عربی تراکیب و اصطلاحات کو عربی رسم الخط میں درج کیا گیا ہے۔

(۳)

(م) وہ حرفِ شوق کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جُنوں ○[۱]
....

وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جُنوں
خدا مجھے نَفَسِ جبرئیلؑ دے تو کہوں!

عجب مزا ہے، مجھے لذّتِ خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں!

حیات کیا ہے، خیال و نظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناں گوں!

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے خوار و زبُوں!

(م) مہ و ستارہ پہ ناداں کمند ڈال اپنی
کہ تیری خاکِ پریشاں کی زد میں ہے گردوں! ○□[۲]

(م) سبق دیا ہے معراجِ مصطفیٰؐ نے مجھے ○[۳]
....

سبق مِلا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشَرِیت کی زد میں ہے گردوں!

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے 'کُنْ فَیَکُوْں'!

علاج آتشِ رومیؒ کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فُسوں!

ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیِ شوق
نہ مال و دولتِ قاروں، نہ فکرِ افلاطوں!

اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اسی کے فیض سے میرے سُبو میں ہے جیحوں!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۲۱	۴۰/۳۶۴	ـ
۲	غزل نمبر	×	۰۳	۳۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۲	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: عقل و مادیت کا شکار معاشرت۔

ii۔ مدعائے تخلیق: فکرِ اقبال، درسِ خودی اور فیضانِ رہبر کامل کی اہمیت واضح کرنا۔

(۱) نقش اول میں جزوِ اول کے تین الفاظ 'وہ حرفِ شوق' نقل کیے۔ لفظ 'شوق' ان کے محلِ نظر تھا۔ اس لیے انھوں نے نقش دوم لفظ 'راز' کے بدل کے ساتھ تخلیق کرتے ہوئے متداول کلام میں شامل کر لیا۔

(۲) اس شعر کو مسودہ میں تخلیق اور خارج کیا گیا۔ اس کے اخراج کی وجہ شعر نمبر ۶ میں اس کا نفسِ مضمون زیادہ بہتر انداز میں پیش کیا جانا ہے۔ تکرارِ مضمون سے شاعر غزل کے معیار کو متاثر نہ کرنا چاہتے تھے۔

(۳) نقش اول میں صرف دو الفاظ 'سبق دیا' ثبت کیے۔ نقش دوم میں لفظ 'دیا' کو 'ملا' سے بدل دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے لفظ 'دیا' کا استعمال نفسِ مضمون کے پیشِ نظر یہاں مناسب نہ سمجھا۔

(۴)☆

☆ یہ غزل رسالہ 'فردوس' لاہور کے صفحہ تین (۳) پر متداول کلام سے قدرے اختلافِ متن کے ساتھ 'اردو کلام سر محمد اقبال' کے عنوان سے فروری ۱۹۳۳ء کو شائع ہوئی۔ اختلافِ متن کو ذیل کے گوشوارے سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عالمِ آب و خاک و باد! سِرِّ عیاں ہے تُو کہ مَیں؟
وہ جو نظر سے ہے نہاں، اس کا جہاں ہے تُو کہ مَیں؟

وہ شبِ درد و سوز و غم، کہتے ہیں زندگی جسے
اس کی سحَر ہے تو کہ میں، اس کی اذاں ہے تُو کہ مَیں؟

(م) کس کی نُمود کے لیے شام و سحَر ہیں سخت کوش ○□
کس کی نُمود کے لیے شام و سحَر ہیں گرمِ سَیر
(م) مرکزِ روزگار پر بارِ گرَاں ہے تو کہ میں؟ ○□[1]
شانۂ روزگار پر بارِ گرَاں ہے تُو کہ مَیں؟

تُو کفِ خاک و بے بصر، مَیں کفِ خاک و خود نگر!
کِشتِ وُجود کے لیے آبِ رواں ہے تُو کہ مَیں؟

حواشی و تعلیقات

اختلاف متن کا گوشوارہ

شعر نمبر	وضاحت متن (ترمیم، بلاترمیم، متروکہ)	ترتیبِ اشعار
۱	بلاترمیم (متداول کلام کے مطابق) ہے	متداول کلام کے مطلع کا شعر ہے
۲	(م) عرشۂ محشر میں میری خوب رسوائی ہوئی	متداول اور متروکہ کلام (بیاض اور مسودہ) میں شامل نہیں
۳	بلاترمیم ہے۔	متداول کلام کا شعر نمبر ۲ ہے
۴	ایضاً	متداول کلام کے مقطع شعر ہے۔
۵	مصرع اول شعر نمبر ۳ متداال نقش اول ہے	متداول کلام کا شعر نمبر ۴ ہے۔
۶	بلاترمیم	متداول کلام کا شعر نمبر ۵ ہے۔

درج بالا گوشوارہ سے اختلافِ متن کے بارے میں درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

۱۔ ترتیبِ اشعار میں فرق ہے۔
۲۔ شعر نمبر ۲ متروکہ ہے (واضح ہے کہ یہ شعر بیاض اور مسودہ میں شامل نہیں)
۳۔ شعر نمبر ۵ کا مصرع اول متروکہ کلام کا نقش اول ہے۔

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۲۲	۳۶۵/۴۱	ـ
۲	غزل نمبر	×	۰۴	۴۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	

i۔ تخلیقی محرک: مغربی اندازِ فکر غیر آفاقی اور مادیت پرستانہ ہے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: (ا) مادہ پرستی کا ابطال کرنا۔

علامہ اقبال کا مسلمانانِ عالم کو یہ پیغام ہے کہ وہ مثبت اندازِ فکر اپناتے ہوئے مغرب کے غیر آفاقی اندازِ فکر اور مادیت پرستانہ کمزوریوں سے بالاتر ہو جائیں۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۱۴۹

ب۔ اقبال کی شاعری میں مادیت اور روحانیت کا تصور: افضل حسین اظہر: (مشمولہ) خیابانِ داناے راز، ص ۱۴۷۔۱۵۳

(۱) مصرع اول، نقش اول میں 'شام و سحر' کے لیے 'سخت کوش' کی بے محل ترکیب ترکِ مصرع کا باعث بنی۔

مصرع ثانی، نقش اول میں لفظ 'روز گار' کے ساتھ 'مرکز' کا سابقہ بے محل تھا۔ واضح رہے کہ اس لفظ (مرکز) کو صابر کلوروی نے کلیاتِ باقیاتِ اقبال میں 'مرکب' نقل کیا ہے۔ اور ان مصرعوں کو الگ سے شعر کے طور پر درج کیا ہے۔ (کلیاتِ باقیاتِ اقبال ؛ صابر کلوروی، ص ۴۸۶) نقش دوم متد اول میں شاعر نے اسے لفظ 'شانہ' سے بدل دیا ہے۔

(۶)

امینِ راز ہے مردانِ حُر کی درویشی   کہ جبرئیلؑ سے ہے اس کو نسبتِ خویشی!

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے   فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی!

نگاہِ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اڑ جائیں   نہ آہِ سرد کہ ہے گو سفندی و میشی!

طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا ترا مرَض ہے فقط آرزو کی بے نیشی!

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے
یہ رنگ و نم، یہ لہو، آب و ناں کی ہے بیشی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۲۴	۳۶۶/۴۲	۔
۲	غزل نمبر	×	۶	۶۔حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	×
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	×

i۔ تخلیقی محرک: قوم اور راہ نمایانِ قوم کی مادیت پرستی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: قوم کو مادیت سے گریز اور درویشی اختیار کرنے کی ترغیب دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کی شاعری میں مادیت اور روحانیت کا تصور: افضل حسین اظہر؛ (مشمولہ) خیابان داناے راز، ص ۱۴۷۔۱۵۳

(۷)

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن — مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن

.... — (م) اور اس موتی کو چمکاتی ہے سورج کی کرن [1]

برگِ گُل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح — اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی — تُو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن!

(م) من کی دنیا میں ہوائیں خوش گوار و بے غبار — اور اس مٹی کی دنیا میں نہ شہر اچھا نہ بَن! □ [2]

(م) من کی دنیا میں نہ دیکھا میں نے افرنگی کا راج [3] — ....

من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج — من کی دنیا میں نہ دیکھے مَیں نے شیخ و برہمن

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے، نہ من تیرا نہ تن!

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اُودے اُودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے، پیر ہن

(م) حسن کو اپنی تجلی ہائے پیہم کے لیے [۴]
....
حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہر اچھے کہ بَن

(م) من کی دنیا! عشق و مستی کا مقامِ ارجمند
(م) تن کی دنیا! میر و سلطاں، سود و سودا، فکر و فن [۵]
من کی دنیا! من کی دنیا سوز و مستی، جذب و شوق
تن کی دنیا! تن کی دنیا سُود و سودا، مکر و فن

(م) من کی دنیا دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں [۶]
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے، آتا ہے دَھن جاتا ہے دَھن!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۲۹	۴۳/۳۶۷	ـ
۲	غزل نمبر	×	۷	۷۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۴	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	ـ	×

i۔ تخلیقی محرک: مادیت پرست یورپی تہذیب۔

ii۔ مدعائے تخلیق: دنیائے من و تُو کا فرق واضح کرنا ہے۔

i۔ من سے مراد دنیائے عشق ہے جس میں سوز و مستی، جذب اور شوق ہے۔

ii۔ تن سے مراد دنیائے مال و زر ہے جس میں نفع، نقصان، عیاری اور چالا کی ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ مطالب بالِ جبریل: غلام رسول مہر، ص ۴۷۔۴۸

ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۲۵۶۔۲۶۴

(۱) شاعر نے فنی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے مصرع ثانی کے نقش اول میں الفاظ کی نشست کو بدل کر نقش دوم متداول تخلیق کیا۔

(۲) شعر نمبر ۴ کا نفسِ مضمون زیادہ بہتر انداز میں شعر نمبر ۸ میں آگیا تھا اس لیے شاعر نے شعر نمبر ۴ کو تکرارِ مضمون کا باعث سمجھتے ہوئے اپنے کلام سے خارج کر دیا۔

(۳) نقش اول لفظ 'دیکھا' کا محل نہ ہونے کی بنا پر ترک کر دیا گیا۔ نقش دوم متد اول میں دیکھا کی جگہ 'پایا' کے لفظ کا انتخاب کیا گیا۔

(۴) نقش اول میں 'تجلی ہائے پیہم' کی ترکیب نامانوس ہونے کی بنا پر ترک کر دیا۔

(۵) نقش اول خوب ہے۔ نقش دوم خوب تر ہے۔ شاعر نے 'خوب' پر 'خوب تر' کو فضیلت دیتے ہوئے نقش اول کو ترک کر دیا ہے۔

(۶) نقش اول کے جزوِ اول کا جملہ 'من کی دنیا دولت' مہمل ہونے کی باعث ترک کر دیا گیا۔

(۹)

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دم بہ دم!

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گُل میں جس طرح بادِ سحَر گاہی کا نم!

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ مُلوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم!

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم!

اے مسلماں! اپنے دل سے پوچھ، مُلّا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۳۱	۳۶۸/۴۴	۔
۲	غزل نمبر	×	۹	۹۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: معاشرت کا مادیت کی طرف بڑھتا ہوا رجحان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: 'قوتِ عشق' کی وضاحت ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کا تصورِ عشق: ڈاکٹر وزیر آغا: (مشمولہ) حکیم الامت علامہ اقبال، ص ۵۸۔۷۰

(۱۰)

دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے
پھر اِس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے!

کیا صوفی و مُلّا کو خبر میرے جُنوں کی
ان کا سرِ دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے!

....
(م) یا میں نہیں، یا پردۂ افلاک نہیں ہے! ○ [۱]

کب تک رہے محکومیِ انجُم میں مری خاک
یا مَیں نہیں، یا گردشِ افلاک نہیں ہے!

(م) بجلی ہُوں، نظر کاخِ سلاطیں پہ ہے میری ○ [۲]
....

بجلی ہُوں، نظر کوہ و بیاباں پہ ہے میری
میرے لیے شایاں خس و خاشاک نہیں ہے!

ہے ذوقِ تجلّی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تُو نِرا صاحبِ ادراک نہیں ہے

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن
پُرکار و سَخُن ساز ہے، نم ناک نہیں ہے!

عالَم ہے فقط مومنِ جاں باز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۳۲	۴۵/۳۶۹	۔
۲	غزل نمبر	×	۱۰	۱۰۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۲	۔	۰۲
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: الحادو فرنگیت کے زیرِ اثر مسلمان عورتوں میں بے پردگی کا بڑھتا ہوا رجحان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: یہ واضح کرتے ہوئے کہ علامہ اقبال کس مقام و مرتبے کا شاعر ہے قوم کو 'اسلام کے تصورِ پاکیزگی نگاہ' کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

(۱) نقش اول میں 'پردۂ افلاک' کی نامانوس اصطلاح استعمال ہونے کی بنا پر اسے ترک کر دیا گیا۔ نقش دوم متداول میں 'پردہ' کو 'گردش' میں بدل کر معیاری مصرع تخلیق کیا گیا۔

(۲) نقش اول میں 'نظر کاخِ سلاطیں پہ ہونا' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ شاعر نے اسے وسعتِ نظر کے خلاف سمجھا اور مصرع کو رد کر دیا۔ نقش دوم میں متضاد کے طور پر 'نقشِ کوہ وبیاباں' پر ہونا کو تخلیق کیا گیا اور اسے متداول کلام کا جزو بنا دیا۔

(۱۲)

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی　　تُو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی!

کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی، نہ فقیری　　مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی!

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا　　مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!

کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیر مسلماں　　مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الٰہی!

میں نے تو کِیا پردۂ اَسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرضِ کور نگاہی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۳۴	۴۶/ ۳۷۰	ـ
۲	غزل نمبر	×	۱۲	۱۲۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: دولتِ یقیں سے مسلمان کی محرومی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: کافر و مومن مسلمان کے فرق کی وضاحت کرنا۔
(کافر ومومن مسلمان: بھٹکا ہوا اور ہدایت یافتہ مسلماں)

(۱۴)

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کرّاری
مِسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری!

دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری!

مَشامِ تیز سے مِلتا ہے صحرا میں نشاں اس کا
ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوے تاتاری!

اس اندیشے سے ضبطِ آہ مَیں کرتا رہوں کب تک
کہ مُغ زادے نہ لے جائیں تری قسمت کی چنگاری!

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیّاری ہے، سلطانی بھی عیّاری!

مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری!

تُو اے مولاے یثربؐ! آپ میری چارہ سازی کر
مِری دانش ہے افرنگی، مِرا ایماں ہے زُنّاری!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۳۶	۳۷۱/۴۷	ـ
۲	غزل نمبر	×	۱۴	۱۴۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: تہذیبِ حاضر کے عِلم و دانش اور آزادی پر مرتب ہونے والے اثرات۔

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ تہذیبِ حاضر مکر و فریب سے عبارت ہے اس سے انسان خواہشات کا غلام بن جاتا ہے لہٰذا مسلمانانِ عالم کو اس تہذیب کی بجائے عشقِ رسولؐ میں پناہ لینی چاہیے۔ وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال اور مَحبّتِ رسول: ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی، ۱۹۸۸ء

ب۔ اقبال اور عشقِ رسول: غلام مصطفی خان: (مشمولہ) تعارف اقبال، ص ۱۰۲۔۱۶۱

(۱۵)

خودی کی شوخی و تُندی میں کِبر و ناز نہیں
جو ناز ہو بھی تو بے لذّتِ نیاز نہیں

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے
شکارِ مردہ سزاوارِ شاہ باز نہیں

مِری نوا میں نہیں ہے ادائے محبوبی
کہ بانگِ صورِ سرافیل دل نواز نہیں

سوالِ مے نہ کروں ساقیِ فرنگ سے مَیں
کہ یہ طریقۂ رِندانِ پاک باز نہیں

ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق
سبب یہ ہے کہ مَحبّت زمانہ ساز نہیں

اک اضطرابِ مسلسل، غِیاب ہو کہ حُضور
میں خود کہوں تو مری داستاں دراز نہیں

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم
فُغانِ نیم شبی بے نوائے راز نہیں

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۳۷	۳۷۲/۴۸	ـ
۲	غزل نمبر	×	۱۵	۱۵۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مسلمانانِ عالم کا امداد و تعاون کے لیے اہلِ یورپ سے رجوع کرنا۔

ii۔ مدعائے تخلیق: 'تصورِ خودی' کی وضاحت ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ خودی: الطاف حسین: (مشمولہ) اقبال اور اسلامی معاشرہ، ص۱۷۔۲۹

ب۔ خودی کے ہمہ گیر اثرات: ابوسعید نور الدین: (مشمولہ) اسلامی تصوف اور اقبال، ص۳۲۳۔۳۳۰

(۱۶)

میرِ سپاہ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف
آہ! وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف!

تیرے[(۱)] محیط میں کہیں گوہرِ زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف!

عشقِ بُتاں سے ہاتھ اٹھا، اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگارِ دَیر میں خونِ جگر نہ کر تلف!

کھول کے کیا بیاں کروں سِرّ مقامِ مرگ و عشق
عشق ہے مرگِ باشرف، مرگ، حیاتِ بے شرف[(۲)]!

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہُوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سَر بجیب، ایک کلیمؑ سر بکف!

مثلِ کلیمؑ ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طُور سے آتی ہے بانگِ 'لَاتَخَفْ'[(۳)]

خِیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۳۸	۴۹/ ۳۷۳	ـ
۲	غزل نمبر	×	۱۶	۱۶۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: قومِ مسلم پر یورپی افکار و نظریات کے اثرات۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو 'خودی' اختیار کرنے کا درس دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا تصورِ خودی: ڈاکٹر سید عابد حسین، س ن

ب۔ حکمتِ اقبال: محمد رفیع الدین، س ن

(۱) مسودہ میں شاعر نے یہ لفظ ''ترے'' لکھا ہے جملہ کاتبین نے اسے ''تیرے'' نقل کیا ہے۔ لفظ ''ترے'' یہاں مناسب نہ تھا۔

(۲) شاعر نے "مرگ" کے بعد سکتہ [،] کا اہتمام نہیں کیا۔ طبعِ اول کے کاتب نے "مرگ" کے حرف "گ" کے نیچے اضافت کی زیر دی جو کہ لفظ "حیات" کے حرف "ت" کے نیچے دی جانی تھی۔ پروین نے لفظ "مرگ" کے بعد سکتہ [،] کا اہتمام نہیں کیا۔ صدیقی نے حیات کے نیچے اضافت کی زیر نہیں دی۔ جمیل رقم نے "مرگ" کے بعد سکتہ [،] کی علامت نہیں ڈالی اور "بے شرف" کے بعد استعجابیہ علامت [!] ترک کر دی جو کہ منشائے شاعر کے خلاف ہے۔

(۳) شاعر نے اس لفظ پر اعراب کا اہتمام نہیں کیا۔ جمیل رقم نے "لا" پر زبر کی علامت نہیں ڈالی۔ تدوینِ نو میں اس کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ ماسوائے جمیل رقم کے جملہ کاتبین نے "لا" پر زبر کا اہتمام کیا ہے۔ (پروین، ص ۶۱، صدیقی، ص ۴۰)

(۱۸)

یہ دیرِ کُہن ہے، انبارِ خس و خاشاک
مشکل ہے گزر اس میں بے نالۂ آتش ناک!

نخچیرِ مَحبّت کا قصّہ نہیں طُولانی
لطفِ خلشِ پیکاں، آسودگیِ فتراک!

کھویا گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملّت میں
سمجھے گا نہ تُو جب تک بے رنگ نہ ہو ادراک!

اک شرعِ مسلمانی، اک جذبِ مسلمانی
ہے جذبِ مسلمانی سرِّ فلکُ الافلاک!

اے راہ روِ فرزانہ! بے جذبِ مسلمانی
نَے راہِ عمل پیدا، نَے شاخِ یقیں نم ناک

رمزیں ہیں مَحبّت کی گستاخی و بے باکی
ہر شوق نہیں گستاخ، ہر جذب نہیں بے باک!

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جُنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک، یا دامنِ یزداں چاک!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۴۰	۵۰/۳۷۴	۔

۲	غزل نمبر	×	۱۸	۱۸۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: دنیاوی محبّت میں گرفتار بے عمل مسلمان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: تصورِ عشقِ الٰہی کی وضاحت ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

عشقِ حقیقی: سید سیار محمد قادری: (مشمولہ) اقبال اور نظریۂ خودی، ۵۸۔۶۵

(۳۸)

یہ پیرانِ کلیسا و حرم، اے وائے مجبوری!
صلہ ان کی کد و کاوش کا ہے سینوں کی بے نوری

یقیں پیدا کر اے ناداں! یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

کبھی حیرت، کبھی مستی، کبھی آہِ سحَر گاہی
بدلتا ہے ہزاروں رنگ میرا دردِ مہجوری
کوئی تقدیر کی منطِق سمجھ سکتا نہیں ورنہ
نہ تھے ترکانِ عثمانی سے کم ترکانِ تیموری

فقیرانِ حرم کے ہاتھ اقبالؔ آ گیا کیوں کر
میسّر میر و سُلطاں کو نہیں شاہینِ کافوری

(م) وطن کے سومناتی کو بتوں کا کام دیتے ہیں
کہیں اخبارِ 'فرعونی' کہیں آثارِ 'شاپوری' □[1]

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دُوری

وہ اپنے حسن کی مستی سے ہیں مجبورِ پیدائی
مری آنکھوں کی بینائی میں ہیں اسبابِ مستوری

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۱۱	٦۰	٦۴/۳۸۸	۔
۲	غزل نمبر	۲۳	۳۸	۳۸۔حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	۰۱	×	۔	۰۱

i۔ تخلیقی محرک: ہندی مسلمانوں پر روحانیت سے دوری کے اثرات۔
ii۔ مدعائے تخلیق: فقر کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال کا تصورِ فقر: اسلوب احمد انصاری: (مشمولہ) مطالعہ اقبال کے چند پہلو، ص ٦۲۔۷۸
ب۔ فقر، کلامِ اقبال کی روشنی میں: پروفیسر محمد منور؛ (مشمولہ) ایقانِ اقبال، ص ۲۱۵۔۲۳٦
(۱) شعر میں درج علامتوں کی مناسبت و وضاحت نہ کی جاسکنے کی بنا پر اس کو ترک کر دیا گیا۔

(۴۹)

فِطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشۂ چالاک — رکھتی ہے مگر طاقتِ پروازِ مری خاک!
وہ خاک کہ ہے جس کا جُنوں صَیقلِ ادراک — وہ خاک کہ جبریلؑ نے کی ہے جس کی قبا چاک!
اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو — کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرق ناک!
(م) وہ خاک کہ پروائے نشیمن نہیں جس کو — (م) چنتی نہیں جو صحنِ چمن سے خس و خاشاک!+[۱]
وہ خاک کہ پروائے نشیمن نہیں رکھتی — چنتی نہیں پہنائے چمن سے خس و خاشاک!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۷۱	۷۱/۳۹۵	ـ
۲	غزل نمبر	×	۴۹	۴۹۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	×

i۔ تخلیقی محرک: قوم کی کلامِ اقبال سے بے توجہی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: اقبال کا خود کو ودیعت کردہ قوتِ عشق سے قوم کو آگاہ کرنا۔

(۱) مصرع اول کے نقش اول کے جزوِ آخر 'جس کو' اور مصرع ثانی کے نقش اول میں 'صحنِ چمن' کو متداول شعر کے الفاظ بالترتیب 'نہیں رکھتی' اور 'پہنائے چمن' سے بدل دیا گیا۔ لفظ 'جس کو' کو مصرع ثانی کے لفظ 'چنتی' کے باعث 'نہیں رکھتی' میں بدلا گیا۔ 'صحنِ چمن' میں ترمیم کا باعث 'خس و خاشاک' بنے۔ یہاں 'کس چیز کے خس و خاشاک' کا جواب درکار تھا جو کہ 'پہنائے چمن' کی ترکیب سے بدلا گیا۔ گویا نقش اول شاعر کی اپنی ہی تنقید کا نشانہ بن گیا۔

(۵۳)

گرمِ فُغاں ہے جرَس، اٹھ کہ گیا قافلہ ۔۔۔ وائے وہ رہ رَو کہ ہے منتظرِ راحلہ!

(م) خرَد کا غلام، غلامِ خرَد یا کہ امامِ خرَدا![1] ۔۔۔ ....

دل ہو غلامِ خرَد یا کہ امامِ خرَد ۔۔۔ سالکِ رہ ہوشیار! سخت ہے یہ مرحلہ

(م) اس کی خودی ہے ابھی شام و سحَر کی غلام[2] ۔۔۔ ....

اس کی خودی ہے ابھی شام و سحَر میں اسیر ۔۔۔ گردشِ دَوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہِ

تیرے نفَس سے ہوئی آتشِ گُل تیز تر ۔۔۔ مرغِ چمن! ہے یہی تیری نوا کا صلہ!

تیری طبیعت ہے اور، تیرا زمانہ ہے اور ۔۔۔ تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۷۵	۷۳/ ۳۹۷	ـ
۲	غزل نمبر	×	۵۳	۵۳۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۲	ـ	۰۲
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	×

i۔ تخلیقی محرک: مسلمان قوم پر یورپین افکار کے اثرات۔

ii۔ مدعائے تخلیق: جدوجہد، عشق اور خودی کی اہمیت واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا پیغامِ عمل: ڈاکٹر جمیل جالبی: (مشمولہ) معاصر ادب، ص۹۷۔۱۹۵

ب۔ خودی، عشق اور قوت: یوسف حسین خان: (مشمولہ) روحِ اقبال: ص۴۲۴۔۴۹۸

(۱) متروکہ مصرع میں 'خرد' کی قوتِ محرکہ 'دل' کا تذکرہ نہ تھا۔ اس سقم کو متداول مصرع تخلیق کر کے دور کر دیا گیا۔

(۲) متروکہ مصرع میں لفظ 'غلام' بے محل تھا، متداول مصرع میں شاعر نے اس کو لفظ 'اسیر' سے بدل دیا ہے۔ 'غلام' اور 'اسیر' بظاہر دونوں آزادی سے محروم ہوئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ 'غلام' آزادی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہے اور 'اسیر' محدود مدت کے لیے۔ غلام کی آزادی سلب ہونے میں اس کی اپنی ذات کا دخل نہیں۔ وہ پیدایشی غلام بھی ہو سکتا ہے۔ 'اسیر' اپنی آزادی سے خود اپنی کمزوری کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا بحث سے شاعر کی اصلاح کا جواز بخوبی سمجھ آجاتا ہے۔

(۵۵)

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نَو — کمال کس کو میسّر ہُوا ہے بے تگ و دَو!

نفَس کے زور سے وہ غنچہ وا ہُوا بھی تو کیا — جسے نصیب نہیں آفتاب کا پرتو!

(م) نگاہ پاک اگر ہے تو پاک ہے دل بھی ○[1] — ....

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی — کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پَے رَو

پنَپ سکا نہ خیاباں میں لالۂ دل سوز   کہ سازگار نہیں یہ جہانِ گندم و جَو

(م) خدا سے روٹھ گیا مَیں کہ قاسمانِ ازل   مجھے بھی دیتے تھے فرِّقباد و کے خسرو! ○□(۲)

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمۂ خسروؔ!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۷۷	۷۵/ ۳۹۹	۔
۲	غزل نمبر	×	۵۵	۵۵۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مسلمان قوم میں پائی جانے والی بے حسی اور مادہ پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان۔

ii۔ مدعاے تخلیق: جدوجہد، مرشدِ کامل اور عشق کی اہمیت واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ پیغمبرِ حرکت و عمل: مولانا صلاح الدین احمد: (مشمولہ) اقبال شناسی اور ادبی دنیا، ص ۲۷۔ ۴۲

ب۔ اقبال کا تصورِ عقل و عشق: فرمان فتح پوری: (مشمولہ) اقبال سب کے لیے، ص ۲۳۵۔ ۲۶۴

(۱) نقش اول میں مخاطب کی وضاحت نہ تھی۔ متداول مصرع میں اس کا ازالہ کر دیا گیا۔ اول الذکر مصرع کو اس عیب کے باعث ترک کر دیا گیا۔

(۲) اس شعر کے مصرع اول کے جزوِ اول 'خدا سے روٹھ گیا' اور مصرع ثانی کے جزوِ آخر 'فرِ قباد و کے خسرو' کے جملے غزل کے مجموعی لہجے سے ہم آہنگ نہ تھے۔ علاوہ ازیں 'قاسمانِ ازل' کی ترکیب بھی انتہائی غریب ہونے کے باعث یہ شعر متداول کلام کا حصہ نہ بن سکا۔

کھو نہ جا اس سحَر و شام میں اے صاحب ہوش!
اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش!

(م)ہے کوئی اور جگہ منزلِ ہنگامۂ شوق
خانقاہیں بھی ہیں خاموش، مساجد بھی خموش!○□[۱]

کس کو معلوم ہے ہنگامۂ فردا کا مقام
مسجد و مکتب و مے خانہ ہیں مدت سے خموش!

میں نے پایا ہے اسے اشکِ سحَر گاہی میں
جس دُرِ ناب سے خالی ہے صدف کی آغوش!

نئی تہذیب تکلّف کے سوا کچھ بھی نہیں
چہرہ روشن ہو تو کیا، حاجتِ گُل گُونہ فروش!

صاحب ساز کو لازم ہے کہ غافل نہ رہے
گاہے گاہے غلَط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۷۷	۷۵/۳۹۹	ـ
۲	غزل	×	۵۶	۵۶۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	×
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	ـ	۰۱

i۔ تخلیقی محرک: مسلمان قوم میں پایا جانے والا فکری انحطاط۔

ii۔ مدعاے تخلیق: تہذیبِ نو کی حقیقت اور رموزِ تصوف سے قوم کو آگاہ کرنا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اسلام اور مسلکِ تصوف: غلام عمر خان: (مشمولہ) روحِ اسلام (اقبال کی نظر میں) ص ۱۳۶۔۱۶۸

ب۔ تہذیبِ جدید: خالد علوی: (مشمولہ) اقبال اور احیاے دین: ص ۳۴۔۴۷

(۱) ترکِ شعر کی وجہ بیان کرتے ہوئے صابر حسین کلوروی لکھتے ہیں:

"ہے کوئی اور جگہ' کا ٹکڑا مبہم تھا۔ 'منزل ہنگامۂ شوق' کی تصریح کے بغیر بات بھی نہیں بنتی تھی۔ مصرع اولیٰ استفہامیہ بھی بن سکتا تھا جس سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا۔"

(باقیاتِ شعرِ اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: صابر حسین کلوروی، ص ۲۶۰)

(۵۷)

تھا جہاں مدرسۂ شیری و شاہنشاہی — آج ان خانقاہوں میں ہے فقط روباہی!

نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں — وہ شبانی کہ ہے تمہیدِ کلیم اللّٰہی!

(م) میں مُروّت سے رفیقِ رہِ جبریلؑ رہا — وہ یہ سمجھا، مری پرواز میں ہے کوتاہی! ○□[1]

لذّتِ نغمہ کہاں مرغِ خوش الحاں کے لیے — آہ، اس باغ میں کرتا ہے نفَس کوتاہی!

(م) ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا ظلمت ○[2] — ....

ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک — ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی

صفَتِ برق چمکتا ہے مرا فکرِ بلند
کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمتِ شب میں راہی

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیاتِ اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۷۷	۷۶/۴۰۰	۔
۲	غزل نمبر	×	۵۷	۵۷۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: خانقاہی نظام کا زوال اور راہ نماؤں کی کوتاہیاں۔
ii۔ مدعائے تخلیق: فلسفہ اور عشق کا تقابل اور کلامِ اقبال کی اہمیت سے آگاہی۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال اور ان کا فلسفہ: آلِ احمد سرور، ص ۱۰۵۔۱۵۹
ب۔ عقل و عشق (ترجمانِ حقیقت کی نظر میں): ابوالخیال عبداللہ الاثری، ص ۱۱۴۔۱۶۹

(۱) اس شعر کے مصرع اول کی ترکیب 'رفیقِ رہِ جبریلؑ' غیر مانوس تھی۔ مصرع دوم کی ردیف 'کوتاہی' شعر نمبر ۴ میں آچکی تھی۔ تکرارِ لفظی سے بچنے کی خاطر شاعر نے اس شعر کو ترک کرنا بہتر سمجھا۔

(۲) نقشِ اول کا جزوِ آخر 'سراپا ظلمت' متداول نقش کی تخلیق کا باعث بنا۔ 'ظلمت' کا تذکرہ شعر نمبر ۶ میں آگیا تھا اس لیے شاعر نے متذکرہ ترکیب کو 'سراپا تاریک' میں بدل دیا۔

(۵۸)

(م) دنیا نہیں مردانِ بلاکش کے لیے تنگ — عالَم کا ہے انداز کبھی صلح، کبھی جنگ[۱]

جی سکتے ہیں بے روشنیِ دانش و فرہنگ — چیتے کا جگر چاہیے، شاہیں کا تجسّس

دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لیے تنگ — ہے یاد مجھے نکتۂ سلمانؔ☆ خوش آہنگ

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ — بلبل فقَط آواز ہے، طاؤس فقَط رنگ!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۷۸	۷۷/۴۰۱	۔
۲	غزل نمبر	×	۵۸	۵۸۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۳	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

☆ سلمان: مسعود سعد سلمانؔ، غزنوی دور کا نامور شاعر جو غالباً لاہور میں پیدا ہوا۔

i۔ تخلیقی محرک: فکرِ فرنگ سے متاثرہ مسلمان قوم۔
ii۔ مدعاے تخلیق: فلسفۂ قوت و جرات کی اہمیت واضح کرنا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ دین اور قوت: پروفیسر شفیق الرحمن ہاشمی: (مشمولہ) اقبال کا تصورِ دین: ص ۹۴۔۱۰۰
ب۔ قوت و طاقت: سعید احمد رفیق: (مشمولہ) اقبال کا نظریۂ اخلاق: ص ۱۰۱۔۱۰۲

(۱) اس شعر کا مصرع اول معمولی ترمیم کے بعد شعر نمبر ۳ کا مصرع ثانی بنا دیا گیا۔ مصرع ثانی خوب تھا لیکن اس کا مصرع اول تخلیق نہ ہو سکا۔ ان وجوہات کی بنا پر شاعر نے اس شعر کو ترک کر دیا۔

(۵۹)

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

عِلم کا مقصود ہے پاکیِ عقل و خرَد
فقر کا مقصود ہے عفّتِ قلب و نگاہ

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغِ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ!

(م) تیری کفِ خاک اگر زندہ و بیدار ہو△[۱]
....

دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نِگہ توڑ دے آئنۂ مہر و ماہ!

(م) رہ رَوِ جاں باز کی غیرتِ مردانہ دیکھ
کر نہیں سکتا قبول راحلہ و زادِ راہ!○□[۲]

عِلم فقیہ و حکیم، فقر مسیحؑ و کلیمؑ
عِلم ہے جویاے راہ، فقر ہے داناے راہ

فقر مقامِ نظر، عِلم مقامِ خبر
فقر میں مستی ثواب، عِلم میں مستی گناہ!

عِلم کا 'موجود' اور، فقر کا 'موجود' اور
اَشْهَدُ اَن لَآ اِلٰه، اَشْهَدُ اَن لَآ اِلٰه

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۷۹	۷۷/۴۰۱	ـ
۲	غزل نمبر	×	۵۹	۵۹۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مسلمان قوم کی فقرِ اسلامی سے بے توجہی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: علم و فقر [عقل و عشق] کا موازنہ۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ عشق اور عقل: طارق عبد الرحمن: (مشمولہ) پیامِ اقبال، ص ۹۳۔ ۱۱۳

ب۔ عقل و عشق (ترجمانِ حقیقت کی نظر میں): ابو الخیال عبد اللہ الاثری، س ن

(۱) نقش اول کی ترکیب 'کفِ خاک' کو متحرک نہ کیا جا سکا۔ متداول مصرع میں لفظ 'دل' کا اضافہ کر کے 'خاک کے زندہ و بیدار' ہونے کا جواز فراہم کر دیا گیا ہے۔

(۲) یہ شعر خوب ہے۔ 'راہ' کی ردیف شعر نمبر ۶ کا حصہ بن گئی تھی۔ تکرارِ ردیف شاعر کو ناپسند ہونے کے باعث اس شعر کو ترک کر دیا گیا۔

(۶۰)

تڑپ رہا ہے افلاطوں میانِ غیب و حضور
ازل سے اہلِ خرَد کا مقام ہے اعراف!

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گِرہ کُشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشّاف

سُرور و سوز میں ناپائے دار ہے، ورنہ
مئ فرنگ کا تہِ جرعہ بھی نہیں ناصاف!

(م) ا۔ کِیا نہ اہلِ حرم نے مجھے شریکِ طواف
۲۔ کِیا نہ پیرِ حرم نے مجھے شریکِ طواف
(م) مرے جُنوں کی نگاہوں میں تھا حرم کا غلاف![1]
....

کمالِ جوشِ جُنوں میں رہا مَیں گرمِ طواف
خدا کا شکر، سلامت رہا حرم کا غلاف

(م) حرم کے حق میں مری کافری مبارک ہو
یہ اتّفاق مبارک ہو مومنوں کے لیے
(م) کہ متفق ہیں فقیہانِ حرم میرے خلاف![۲]
کہ یک زباں ہیں فقیہانِ شہر میرے خلاف!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۷۹	۷۸/۴۰۲	ـ
۲	غزل نمبر	×	۶۰	۶۰۔ حصہ دوم	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	۰۲	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: یورپی تہذیب پر عقل کی کارفرمائی۔
ii۔ مدعائے تخلیق: مقامِ عشق سے آگاہی دلانا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال کے کلام میں عشق کا تخیل: ضیاء احمد بدایوانی: (مشمولہ) نقدِ اقبال حیاتِ اقبال میں، ص ۳۵۷۔۳۷۱
ب۔ فکرِ اقبال میں عشق کا مقام: ڈاکٹر وزیر آغا: (مشمولہ) تصوراتِ عشق و خرَد (اقبال کی نظر میں) ص ۱۵۵۔۲۲۸

(۱) مصرع اول کے نقش اول و دوم میں بالترتیب 'اہلِ حرم' اور 'پیر حرم' کی تراکیب استعمال کی گئی ہیں۔ ان تراکیب سے تخلیق پانے والے مصرعے سطحی قسم کے ہیں۔
متداول نقش میں 'کمالِ جوشِ جنوں' اور 'گرمِ طواف' کی تراکیب نے مصرع کے معیار کو بہت بلند کر دیا ہے۔ بہترین مصرع تخلیق کیے جانے کے بعد عمومی نوعیت کا مصرع شاعر کی طرف سے ترک کیا جانا فطری بات ہے۔
مصرع دوم کے نقش اول کو رد کیے جانے کا باعث 'جنوں' کی ترکیب ہے جو کہ مصرع اول متداول میں آچکی تھی۔ علاوہ ازیں بہتر تخیّل کے حامل متداول مصرع کی اختراع میں کامیابی کے بعد شاعر نے اول الذکر مصرع کو حذف کر دیا۔

(۲) مصرع اول کے نقش اول کا مخاطب شاعر کی ذات یعنی واحد متکلم ہے۔ شاعر نے مصرع میں آفاقیت پیدا کرنے کے لیے جمع متکلم کا صیغہ 'مومنوں' استعمال کیا ہے۔
مصرع ثانی کے نقش اول میں 'متفق' کا لفظ شاعر نے استعمال کیا۔ 'اتفاقِ رائے' میں ایک حد تک 'اختلافِ رائے' کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے خواہ تعداد میں کتنا قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے شاعر نے مذکورہ بالا لفظ کو بدل کر متد اول مصرع میں 'یک زبان' کا استعمال کیا جس سے درج بالا نقص کی تلافی ہو گئی۔

(۶۱)

شعور و ہوش و خرَد کا معاملہ ہے عجیب — مقامِ شوق میں ہیں سب دل و نظر کے رقیب!
میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا — مسائلِ نظری میں الجھ گیا ہے خطیب!
اگرچہ میرے نشیمن کا کر رہا ہے طواف — مری نوا میں نہیں طائرِ چمن کا نصیب!
سنا ہے میں نے سَخُن رس ہے تُرکِ عثمانی — سنائے کون اسے اقبالؔ کا یہ شعرِ غریب!

سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جِوار[۱] اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۸۰	۸۷/۴۰۲	۔
۲	غزل نمبر	×	۶۱	۶۱۔ حصہ دوم	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	۔	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: تہذیبِ مغرب سے متاثرہ تُرک قیادت۔
ii۔ مدعائے تخلیق: موازنۂ عقل و عشق اور یورپ سے توقعات کی حقیقت واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال اور موازنہ عقل و عشق: نواب عالم بارہوی: (مشمولہ) بصیرتِ اقبال، ص۱۰۸۔۱۱۹

ب۔ مغرب پرستوں پر اقبال کی تنقید: عبدالمغنی فاروق، ص۱۲۷۔۱۳۳

(۱) لفظ "جُوار" ہندی لفظ ہے جس کے معنی غلہ کی ایک جنس کے ہیں۔ "جِوار" عربی لفظ ہے جس کے معنی ہمسائیگی یا آس پاس کی فضا کے ہیں۔ نفسِ مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں حرف "ج" کے نیچے زیر کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(فرہنگِ تلفظ: شان الحق حقی، ص۳۷۶)

طارق کی دعا☆(۱)

(اَندَلُس کے میدانِ جنگ میں)

یہ غازی، یہ تیرے پُراَسرار بندے جنھیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سِمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دوعالَم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو عجب چیز ہے لذتِ آشنائی!
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن نہ مالِ غنیمت نہ کِشور کُشائی!

خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے!

کِیا تُو نے صحرا نشینوں کو یکتا خبر میں، نظر میں، اذانِ سحَر میں!
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو وہ سوز اس نے پایا انھی کے جگر میں
کُشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں!
دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے وہ بجلی کہ تھی نعرۂ 'لَاتَذَر'(۲) میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے!

☆ یہ نظم مجلہ 'تاج' لاہور میں جولائی ۱۹۳۴ء کو شائع ہوئی۔

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	ـ	۸۷	۱۰۸/۴۳۲	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۰۶	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: رجب ۹۲ھ میں موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیاد کو بارہ ہزار غازیانِ اسلام کا لشکرِ جرّار دے کر ہسپانیہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ راڈرک شاہِ ہسپانیہ نے ایک لاکھ کی ٹڈی دل فوج سے مقابلہ کیا۔ طارق نے اپنے لشکر کے سامنے ایک شجاعت آفرین اور زندگی بخش تقریر کرنے کے بعد بارگاہِ خداوندی میں فتح و نصرت کے لیے دعا مانگی۔ اقبال نے القاے ربانی سے طارق کے دلی جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تفہیم بالِ جبریل: خواجہ محمد زکریا، ص ۲۸۰

ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۵۱۹

ج۔ مطالب بالِ جبریل: غلام رسول مہر، ص ۱۳۸۔۱۴۱

د۔ موجِ سلسبیل (شرح بالِ جبریل): ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، ص ۲۱۸

ii۔ مدعاے تخلیق: مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد کو ابھارنا۔

(۱) طارق بن زیاد: اصل و نسل کے اعتبار سے بربر تھے۔ جب بربر قوم حلقۂ اسلام میں داخل ہوئی تو طارق کے والد مسلمان ہوئے اور دمشق میں سکونت اختیار کر لی۔ سلطنتِ امیہ کے مشہور سپہ سالار موسیٰ بن نصیر نے طارق کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ موسیٰ بن نصیر مغربِ اقصیٰ کا گورنر بنا۔ اندلس سے ایک جماعت اس کے پاس راڈرک شاہِ ہسپانیہ کے ظلم و ستم کی فریاد لے کر آئی۔ مسلمان گورنر نے طارق بن زیاد کو شاہِ ہسپانیہ کی سرکوبی کے لیے بھیجی جانے والی مہم کا سربراہ مقرر کیا۔

(۲) لاتذر: کلامِ پاک کی سورہ نوح کی آیت ۲۶ کے الفاظ ہیں، شاعر نے بلا اعراب تحریر کیے ہیں، کاتبین میں صرف صدیقی نے درست اعراب تحریر کیے ہیں۔ جمیل رقم نے صرف حرف "ذ" پر زبر دی ہے۔ تدوینِ نو میں مکمل اعراب کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔

(قرآنِ حکیم: (مطبوعہ) تاج کمپنی لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۵۱۸)

پروانہ اور جگنو

پروانہ

پروانے کی منزل سے بہت دور ہے جگنو کیوں آتشِ بے سوز پہ مغرور ہے جگنو

جگنو

اللہ کا سَو شکر کہ پروانہ نہیں مَیں دریُوزہ گرِ آتشِ بے گانہ نہیں مَیں

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۔	۔	۱۱۸/ ۴۴۲	
۲	نظم نمبر	۔	۔	۲۰	
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	

i۔ تخلیقی محرک: امداد و تعاون کے لیے مسلمانوں کا دوسری اقوام کی طرف دیکھنا۔

ii۔ مدعاے تخلیق: فلسفۂ خودی کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ پروانہ اور جگنو: قاضی محمد عدیل عباسی: (مشمولہ) اقبال کا فلسفۂ حیات وشاعری، ص۵۷۔۶۰

ب۔ پروانہ، جگنو: توقیر احمد خان؛ (مشمولہ) اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی، ص۱۸۹۔۱۹۴

گدائی

م ع: خِراج(۱)

مے کدے میں ایک دن اک رندِ زیرک نے کہا
ہے ہمارے شہر کا والی گداے بے حیا!

تاج پہنایا ہے کس کی بے کُلاہی نے اسے؟
کس کی عریانی نے بخشی ہے اسے زرّیں قبا؟

اس کے آبِ لالہ گُوں کی خونِ دہقاں سے کشید
تیرے میرے کھیت کی مِٹّی ہے اس کی کیمیا!

اس کے نعمت خانے کی ہر چیز ہے مانگی ہوئی
دینے والا کون ہے، مردِ غریب و بے نوا!

(م)۱۔ ایک ہی شے کے کوئی دس نام اگر رکھ دے تو کیا!+
۲۔مانگنے والا گدا ہے! عشر مانگے یا خِراج(۲)

مانگنے والا گدا ہے، صدقہ مانگے یا خِراج
کوئی مانے نہ یا نہ مانے، مِیر و سلطاں سب گدا!

(ماخوذ از انوریؔ)(۳)

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	ـ	۹۸	۱۲۰/ ۴۴۴	
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۱۲	
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	

i۔ تخلیقی محرک: مسلمان قوم میں جاہِ دنیا کی تمنّا۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم کو یہ احساس دلانا کہ گدائی خودی کو مجروح کر دیتی ہے۔

(۱) متروکہ عنوان ''خراج'' کے مقابل متداول عنوان ''گدائی'' وسیع المعانی لفظ ہے اس کی وضاحت مقطع کے شعر سے بھی ملتی ہے۔ اس سے ہم بجا طور پر قیاس کر سکتے تھے کہ شاعر نے نظم تخلیق کرنے کے بعد عنوان میں ترمیم کی ہو گی۔

(۲) متروکہ دونوں مصرعے ایک شعر معلوم ہوتے ہیں، نقش اول کا تخیل سطحی ہونے کے باعث شاعر نے اسے قلم زد کر دیا، نقش دوم کے الفاظ ''عشر'' اور ''خراج'' میں فکری مشابہت ہونے کے باعث شاعر نے اسے ترک کر دیا۔ متداول مصرع میں ''صدقہ'' کی اصطلاح کا انتخاب کیا، اس ترمیم نَو سے مدعائے شاعر واضح ہو گیا۔

(۳) یہ نظم ایران کے ایک مشہور شاعر انوری سے ماخوذ ہے۔ انوری کی نظم کا عنوان ’مذمت اہلِ اقتدار‘ ہے، اس کے اشعار حسبِ ذیل ہیں۔

آن شنیدی؟ کہ روزی زیر کی با ابلہی
گفت کین دانی شہر ما گدای بی حیاست
گفت چون باشد گدا؟ آن کز کلا ہش تکمہ ای
صد چومارا سالہا و روز ہا برگ و نواست
گفتش: ای مسکین، غلط اینک، ازیں جا کردہ ای

(دیوانِ انوری: انوری؛ (مرتبہ) سعید نفیسی، ص۳۳۹)

لالۂ صحرا

یہ گنبدِ مینائی، یہ عالَمِ تنہائی
مجھ کو تو ڈراتی ہے اس دشت کی پہنائی[1]

بھٹکا ہوا راہی مَیں، بھٹکا ہوا راہی تُو
منزل ہے کہاں تیری اے لالۂ صحرائی!

خالی ہے کلیموں سے یہ کوہ و کمر ورنہ
تُو شعلۂ سینائی، مَیں شعلۂ سینائی!

تُو شاخ سے کیوں پھوٹا، مَیں شاخ سے کیوں ٹوٹا
اک جذبۂ پیدائی، اک لذتِ یکتائی!

غوّاصِ محبّت کا اللہ نِگہ باں ہو
ہر قطرۂ دریا میں دریا کی ہے گہرائی!

اس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

ہے گرمیِ آدم سے ہنگامۂ عالَم گرم
سورج بھی تماشائی، تارے بھی تماشائی

اے بادِ بیابانی! مجھ کو بھی عنایت ہو
خاموشی و دل سوزی، سرمستی و رعنائی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	ـ	۱۰۵ـ ۱۰۴	۴۴۸/۱۲۴	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۱۸	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: جس طرح علامہ اقبال کو شاہین میں مردِ مومن کی صفات نظر آتی ہیں اسی طرح گلِ لالہ میں انھیں عاشق کی زندگی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ گلِ لالہ کے جگر میں داغ شاعر کو اپنے جگر کے داغ کا پرتو معلوم ہوتا ہے۔ گویا دونوں میں قدرِ مشترک عاشقانہ زندگی ہے۔
گلِ لالہ کی یہی خوبی اس نظم کا تخلیقی محرک ثابت ہوئی ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
ا۔ اقبال کی شاعری میں 'لالہ' کی علامت: اسلوب احمد انصاری: (مشمولہ) اقبال شناسی اور اوراق، ص ۵۲۔۶۵
ب۔ کلامِ اقبال میں 'لالے' کی علامتی حیثیت: سید عابد علی عابد (مشمولہ) نفائس اقبال، ص ۱۰۸۔۱۱۷

ii۔ مدعائے تخلیق: نوجوانانِ قوم کو عشقِ حقیقی اختیار کرنے کی ترغیب دینا۔

(۱) جمیل رقم نے اس لفظ کو غلط "یہنائی" املا کیا ہے، کاتب کو حرف "ی" کی جگہ "پ" لکھنا چاہیے تھا۔

ساقی نامہ

م ع: تمہید

ہُوا خیمہ زن کاروانِ بہار ارَم بن گیا دامنِ کوہسار
(م) ۱۔ صبا فرشِ نسریں بچھانے لگی ....
۲۔ فضا فرشِ مخمل بچھانے لگی زمیں سے ستارے اگانے لگی □(۱)
فَضا نیلی نیلی، ہَوا میں سُرور ٹھہَرتے نہیں آشیاں میں طُیور
(م) پرندوں کی چہ کار میں مستیاں ہواؤں میں آباد ہیں بستیاں (۲)
(م) گُل و سَوسن و نرگس و نَسترن (۳) ....
گُل و نرگس و سَوسن و نَسترن شہیدِ ازل لالہ خونیں کفن
جہاں چھپ گیا پردۂ رنگ میں لہو کی ہے گردش رگِ سنگ میں
.... ۱۔ پہاڑوں کے چشمے ہیں سیماب ریز
(م) زمیں، یاسمیں سے ہے مہ تاب خیز ۲۔ پہاڑوں کے چشمے ہیں سیماب خیز☆ □(۴)

☆ شعر نمبر ۱ تا ۷ بیاض میں صفحہ ۵ پر 'تمہید' کے عنوان سے تحریر کیے بعد ازاں انھیں مسودہ میں ساقی نامہ کا حصہ بنا دیا۔

بیاض بانگِ درا صفحہ ۱۳ پر کچھ اشعار فنی اور فکری اعتبار سے 'ساقی نامہ' کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں سے تین اشعار کو علامہ اقبال نے ساقی نامے کا جزو بھی بنا یا دیا ہے۔ اس سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ 'ساقی نامے' میں پیش کردہ خیالات کا بیج 'بانگِ درا' کے دور سے شاعر کے دل و دماغ میں نمو پا چکا تھا۔ وقت کے ساتھ یہ افکار جلا پاتے رہے اور پھر تناور درخت بن کر بالِ جبریل میں ظاہر ہوئے۔ مذکورہ بالا اشعار درج ذیل ہیں۔

وہ پانی چمکتا دمکتا ہوا
اٹکتا، لچکتا، سرکتا ہوا
لپٹتا، اچٹتا، سمٹتا ہوا
بڑے چھوٹے نالوں میں بٹتا ہوا
اچھلتا، پھسلتا، سنبھلتا ہوا
بڑے پیچ کھا کر نکلتا ہوا

.... (م) اٹکتی، سرکتی، لچکتی ہوئی (۵)

وہ جوئے کُہستاں اچکتی ہوئی
اٹکتی، لچکتی، سرکتی ہوئی

اچھلتی، پھسلتی، سنبھلتی ہوئی
بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی☆

رکے جب تو سِل چیر دیتی ہے یہ
پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ

ذرا دیکھ اے ساقیِ لالہ فام!
سناتی ہے یہ زندگی کا پیام

پلا دے مجھے وہ مئے پردہ سوز
کہ آتی نہیں فصلِ گُل روز روز

وہ مے جس سے روشن ضمیرِ حیات
وہ مے جس سے ہے مستیِ کائنات

وہ مے جس میں ہے سوز و سازِ ازل
وہ مے جس سے کُھلتا ہے رازِ ازل

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے!

زمانے کے انداز بدلے گئے
نیا راگ ہے، ساز بدلے گئے

ہُوا اس طرح فاش رازِ فرنگ
کہ حیرت میں ہے شیشہ بازِ فرنگ

پرانی سیاست گری خوار ہے
زمیں مِیر و سلطاں سے بے زار ہے

گیا دورِ سرمایہ داری، گیا
تماشا دکھا کر مداری، گیا

گراں خواب چینی سنبھلنے لگے
ہمالہ کے چشمے ابلنے لگے

دلِ طُورِ سینا و فاراں دو نیم
تجلّی کا پھر منتظر ہے کلیمؑ

☆ بالِ جبریل کی نظم ساقی نامہ کے چار شعر رسالہ فردوس بابت دسمبر ۱۹۲۷ء میں 'عشق کی آگ' کے عنوان سے شائع ہوئے ان میں بالِ جبریل سے قدرے اختلافِ متن ہے۔(اقبال سے متعلق کچھ تحقیق: ڈاکٹر گیان چند [مشمولہ] اقبال ۸۶؛ ڈاکٹر وحید عشرت، ص ۴۰)

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش — مگر دل ابھی تک ہے زُنّار پوش

تمدُّن، تصوّف، شریعت، کلام — بتانِ عجم کے پجاری تمام!

حقیقت خُرافات میں کھو گئی — یہ امت رِوایات میں کھو گئی

لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب — مگر لذتِ شوق سے بے نصیب!

بیاں اس کا منطق سے سلجھا ہوا — لغت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا

وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد — مَحبّت میں یکتا، حمیّت میں فرد

عجم کے خیالات میں کھو گیا — یہ سالک مقامات میں کھو گیا

بجھی عشق کی آگ، اندھیر ہے
مسلماں نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے☆

☆ درج ذیل اشعار رسالہ 'فردوس' لاہور، دسمبر ۱۹۲۸ء 'عشق کی آگ' کے عنوان سے شائع ہوئے۔

تمدّن، تصوّف، شریعت، کلام — بتانِ عجم کے پجاری تمام

طِلسمِ معانی، بیانِ خطیب — مگر لذّتِ شوق سے بے نصیب

حقیقت روایات میں کھوگئی — یہ امت خرافات میں کھو گئی

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے

مذکورہ بالا اشعار میں متداول کلام سے درج ذیل اختلافِ متن ہے۔

(۱) شعر نمبر ۲ مصرع اول کا متداول مصرع حسبِ ذیل ہے۔

ع لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب

(۲) شعر نمبر ۳ مصرع اول میں لفظ 'رویات' کی جگہ متدول کلام میں لفظ 'خرافات' درج ہے۔
مصرع دوم میں لفظ 'خرافات' کی جگہ متداول کلام میں لفظ 'روایات' درج ہے۔

درج بالا چار اشعار جنوری ۱۹۳۷ء کو رسالہ 'ہمایوں' لاہور سالگرہ نمبر کے صفحہ ۵ پر زندگی کے عنوان سے شائع ہوئے۔ یہ اشعار (از شعرِ اثر کر جہاں ...) شاعر کے خود نوشت تھے۔ متداول کلام سے ان کا کوئی اختلافِ متن نہیں۔ رسالہ 'زمانہ' نے انہیں اشعار کو دوبارہ اپنی اشاعت اپریل ۱۹۲۸ء صفحہ تین سو چوالیس (۳۴۴) پر شائع کیا۔

شرابِ کُہَن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا!
مجھے عشق کے پَر لگا کر اُڑا
مری خاک جگنو بنا کر اُڑا
خرَد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پِیروں کا استاد کر
ہری شاخِ ملّت ترے نم سے ہے
نفَس اس بدن میں ترے دَم سے ہے
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰؓ، سوزِ صدیقؓ دے!
جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سِینوں میں بیدار کر
ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر
زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر!
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مِرا عشق، میری نظر بخش دے!
(م) بھنور سے مری ناؤ کو پار کر
(م) ذرا میرے ثابت کو سیّار کر○[۲]
مری ناؤ گِرداب سے پار کر
یہ ثابت ہے تُو اس کو سیّار کر!
بتا مجھ کو اَسرارِ مرگ و حیات
کہ تیری نگاہوں میں ہے کائنات!
مِرے دیدۂ تَر کی بے خوابیاں
مِرے دل کی پوشیدہ بے تابیاں
مِرے نالۂ نیم شب کا نیاز
مری خلوَت و انجُمن کا گداز
امنگیں مری، آرزوئیں مری
امیدیں مری، جُست جوئیں مری
مری فطرت آئینۂ روزگار
غزالانِ افکار کا مَرغ زار
مِرا دل، مری رزم گاہِ حیات
گمانوں کے لشکر، یقیں کا ثبات
یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر!
اسی سے فقیری میں ہُوں مَیں امیر

مِرے قافلے میں لُٹا دے اِسے
لُٹا دے، ٹھکانے لگا دے اِسے!

دمادم رواں ہے یمِ زندگی — ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
بہت اس نے دیکھے ہیں پست و بلند — سفر اس کو منزل سے بڑھ کر پسند
سفر زندگی کے لیے برگ و ساز — سفر ہے حقیقت، حضَر ہے مجاز
فریبِ نظر ہے سکون، ثبات — تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
یہ عالَم، یہ بت خانۂ شش جہات — اِسی نے تراشا ہے یہ سومنات

(م) ٹھہرتا نہیں کاروانِ حیات[۷]

ٹھہرتا نہیں کاروانِ وُجود — کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وُجود
گراں گرچہ ہے صحبتِ آب و گِل — خوش آئی اسے محنتِ آب و گِل
تری آگ اس خاک داں سے نہیں — جہاں تجھ سے ہے، تُو جہاں سے نہیں
یہ ثابت بھی ہے اور سیّار بھی — عناصر کے پھندوں سے بے زار بھی
یہ وحدت ہے، کثرت میں ہر دم اسیر — مگر ہر کہیں بے چگوں، بے نظیر
پسند اِس کو تکرار کی خُو نہیں ہے — کہ تُو مَیں نہیں اور مَیں تُو نہیں
من و تُو سے ہے انجُمن آفریں — مگر عینِ محفِل میں خلوَت نشیں
چمک اِس کی بجلی میں، تارے میں ہے — یہ چاندی میں، سونے میں، پارے میں ہے
اسی کے بیاباں، اسی کے بَبُول — اسی کے ہیں کانٹے، اسی کے ہیں پھول
کہیں اس کی طاقت سے کُہسار چُور — کہیں اس کے پھندے میں جبریلؑ و حُور
کہیں جُرّہ شاہینِ سیماب رنگ — لہو سے چکوروں کے آلودہ چنگ

کبوتر کہیں آشیانے سے دور
پھڑکتا ہوا جال میں ناصبُور

اِسی سے ہوئی ہے بدن کی نُمود — کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دُود
تجسس کی راہیں بدلتی ہوئی — دمادم نگاہیں بدلتی ہوئی
سبک اِس کے ہاتھوں میں سنگِ گراں — پہاڑ اس کی ضربوں سے ریگِ رواں
سفر اِس کا اِنجام و آغاز ہے — یہی اِس کی تقویم کا راز ہے
(م) خرَد اس کے گھر کی پرانی کنیز — خودی کی غلامی سے ناچیز، چیز ○ □ (۷)
کرن چاند میں ہے، شرر سنگ میں — یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں
اِسے واسطہ کیا کم و بیش سے — نشیب و فراز و پس و پیش سے!
(م) سرودِ جہاں کی بم و زِیر یہ — بجاتی ہے طنبورِ تقدیر یہ ○ □ (۸)
ازَل سے ہے یہ کش مکش میں اسیر — ہوئی خاکِ آدم میں صورت پذیر

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تِل میں ہے

خودی کے نگہَ باں کو ہے زہرِ ناب — وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجُ مند — رہے جس سے دنیا میں گردن بلند
فروفالِ محمود سے درگزر — خودی کو نِگہَ رکھ، ایازی نہ کر
وہی سجدہ ہے لائقِ اہتمام — کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام
یہ عالَم، یہ ہنگامۂ رنگ و صوت — یہ عالَم کہ ہے زیرِ فرمانِ موت
یہ عالَم، یہ بُت خانۂ چشم و گوش — جہاں زندگی ہے فقَط خورد و نوش
سمجھتا ہے تُو راز ہے زندگی — فقَط ذوقِ پرواز ہے زندگی
الجھ کر سلجھنے میں لذت اِسے — تڑپنے پھڑکنے میں راحت اِسے

ہُوا جب اسے سامنا موت کا کٹھن تھا بڑا تھامنا موت کا
اتر کر جہانِ مُکافات میں رہی زندگی موت کی گھات میں
مذاقِ دوئی سے بنی زوج زوج اٹھی دشت و کُہسار سے فوج فوج
گُل اِس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے اِسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے
سمجھتے ہیں ناداں اسے بے ثبات ابھرتا ہے مٹ مٹ کے نقشِ حیات
بڑی تیز جولاں، بری زُود رس ازل سے ابد تک رمِ یک نفَس

زمانہ کہ زنجیرِ ایام ہے
دَموں کے الٹ پھیر کا نام ہے

یہ موجِ نفَس کیا ہے، تلوار ہے خودی کیا ہے، تلوار کی دھار ہے!
خودی کیا ہے، رازِ درونِ حیات خودی کیا ہے، بیدارئِ کائنات!
خودی جلوہ بد مست و خلوَت پسند سمندر ہے اک بُوند پانی میں بند
اندھیرے اجالے میں ہے تابناک من وتُو میں پیدا، من وتُو سے پاک
ازَل اِس کے پیچھے، ابد سامنے نہ حد اِس کے پیچھے، نہ حد سامنے
زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی ستم اس کی موجوں کے سہتی ہوئی
خودی کی یہ ہے منزلِ اوّلیں مسافر! یہ تیرا نشیمن نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر طلِسمِ زمان و مکاں توڑ کر
خودی شیرِ مولا، جہاں اس کا صید زمیں اس کی صید، آسماں اس کا صید
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نُمود کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وُجود
ہر اک منتظر تیری یلغار کا تری شوخیِ فکر و کردار کا

یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار   کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار
تُو ہے فاتحِ عالَمِ خوب و زِشت   تجھے کیا بتاؤں تری سرنوِشت!
حقیقت پہ ہے جامۂ حرفِ تنگ   حقیقت ہے آئینہ، گُفتار زنگ
فروزاں ہے سینے میں شمعِ نفَس   مگر تابِ گُفتار کہتی ہے، بس!

اگر یک سرِ مُوے برتر پرَم
فروغِ تجلّی بسوزد پرَم!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۰۵	۱۰۵۔ ۱۰۸	۱۲۶/۴۵۰	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۱۹	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	۰۳	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	۰۳	۰۲	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: مسلم قوم کا انحطاط۔
حضرت علامہ کی زندگی کا بہت سا حصہ اسی اضطراب میں بسر ہوگیا کہ ملت کو کس طرح متحد کیا جائے؟ ملت کو کس طرح غلامی سے نجات دلائی جائے؟ (ایقانِ اقبال: پروفیسر محمد منور، ص۱۷۹)

ii۔ مدعائے تخلیق: پہلے بند میں شاعر نے بطور تمہید موسم بہار کے مناظر کی تصویر کشی کی ہے۔ دوسرے بند میں حالاتِ حاضرہ اور مسلمانانِ عالم کی موجودہ حالت پر تبصرہ کیا ہے۔ تیسرے بند میں شاعر نے نوجوانان ملت کے حق میں ساقی (اللہ) سے دعائیں کی ہیں۔ چوتھے بند میں زندگی کی ماہیت بیان کی ہے۔ پانچویں بند میں زندگی کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ چھٹے بند میں خودی کی ماہیت بیان کی ہے۔ ساتویں بند میں خودی کی صفات بیان کی ہیں

اور آخر میں انسان سے خطاب کیا ہے۔ انھوں نے اپنا فلسفہ اور پیغام دونوں باتوں کو ان چند اشعار میں قلم بند کر دیا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کی تیرہ نظمیں: اسلوب احمد انصاری، ص ۱۶۵۔۱۸۶

ب۔ اقبال شاعر و مفکر: نور الحسن نقوی، ص ۱۲۷

ج۔ اقبال کی طویل نظمیں: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ص ۱۹۷

د۔ بالِ جبریل کا تنقیدی مطالعہ: صدیق جاوید، ص ۱۵۳

ر۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۵۸۴

س۔ لفظیاتِ بالِ جبریل: فرحت ریاض، ص ۶

(۱) متد اول کلام پر پورا نہ اترنا ترکِ شعر کا باعث بنا۔

(۲) ایضاً

(۳) نقش اول میں الفاظ کی نشست موزوں نہ تھی، شاعر نے نقش دوم متد اول میں اس نقص کو دور کر دیا۔

(۴) متد اول کلام پر پورا نہ اترنا ترکِ شعر کا باعث بنا۔

(۵) نقش اول میں الفاظ کی نشست موزوں نہ تھی، شاعر نے نقش دوم متد اول میں اس نقص کو دور کر دیا۔

(۶) نقش اول میں لفظ ''بھنور'' مناسبِ حال نہ تھا اس لیے شاعر نے اسے ترک کر دیا، نقش اول مصرع ثانی کا مہمل ہونا اس کے قلم زد کیے جانے کا باعث بنا۔

(۷) متد اول کلام پر پورا نہ اترنا ترکِ شعر کا باعث بنا۔

(۸) ایضاً۔

پیر و مرید

م ع: اربعینِ رومی[۱-۳]

مریدِ ہندی

چشمِ بِینا سے ہے جاری جُوے خوں　　　عِلمِ حاضر سے ہے دِیں زار و زبوں!

پیرِ رومیؒ

عِلم را بر تن زنی مارے بوَد
عِلم را بر دل زنی یارے بوَد(۲)

مریدِ ہندی

اے امامِ عاشقانِ دردمند! یاد ہے مجھ کو ترا حرفِ بلند

'خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست!'(۳)

دَورِ حاضر مستِ چنگ و بے سُرور بے ثبات و بے یقین و بے حُضور

کیا خبر اس کو کہ ہے یہ راز کیا دوست کیا ہے، دوست کی آواز کیا!

آہ، یورپ با فَروغ و تاب ناک
نغمہ اس کو کھینچتا ہے سوے خاک!

پیرِ رومیؒ

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست
طُعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست!(۴)

مریدِ ہندی

پڑھ لیے مَیں نے علومِ شرق و غرب روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب

پیرِ رومیؒ

دستِ ہر نااہل بیمارت کنَد
سُوے مادر آ کہ تیمارت کنَد(۵)

مریدِ ہندی

اے نگہ تیری مِرے دل کی کشاد! کھول مجھ پر نکتۂ حکمِ جہاد

پیرِ رومیؒ

نقشِ حق را ہم بہ امرِ حق شکن
بر زجاجِ دوست سنگِ دوست زن[6]

مریدِ ہندی

ہے نگاہِ خاوراں مسحورِ غرب　　حورِ جنت سے ہے خوش تر حورِ غرب

پیرِ رومیؒ

ظاہرِ نُقرہ گر اسپید است و نو
دست و جامہ ہم سیہ گردد ازو![7]

مریدِ ہندی

(م)مدرَسہ کا نوجوانِ گرم خوں![8]　　..
آہ، مکتب کا جوانِ گرم خوں!　　ساحرِ افرنگ کا صیدِ زبوں!

پیرِ رومیؒ

مرغِ پَر نارُستہ چُوں پرّاں شود
طُعمۂ ہر گُربۂ درّاں شود[9]

مریدِ ہندی

سِرّ آدم سے مجھے آگاہ کر　　خاک کے ذرّے کو مہر و ماہ کر!

پیرِ رومیؒ

ظاہرش را پشّۂ آرد بچرخ
باطنش آمد محیطِ ہفت چرخ[10]

مریدِ ہندی

خاک تیرے نور سے روشن بصر!　　غایتِ آدم خبر ہے یا نظر؟

پیرِ رومیؒ

آدمی دید است، باقی پوست است
دید آں باشد کہ دیدِ دوست است[11]

مریدِ ہندی

زندہ ہے مشرق تیری گفتار سے — امتیں مرتی ہیں کس آزار سے؟

پیرِ رومیؔ

ہر ہلاکِ امتِ پیشیں کہ بود
زاں کہ بر جندل گماں بردند عود(۱۲)

مریدِ ہندی

اب مسلماں میں نہیں وہ رنگ و بو — سرد کیوں کر ہو گیا اس کا لہو؟

پیرِ رومیؔ

تا دلِ صاحب دلے نامد بہ درد
ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد(۱۳)

مریدِ ہندی

گرچہ بے رونق ہے بازارِ وُجود — کون سے سودے میں ہے مَردوں کا سُود؟

پیرِ رومیؔ

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
زیرکی ظن است و حیرانی نظر(۱۴)

مریدِ ہندی

ہم نفَس میرے سلاطیں کے ندیم — مَیں فقیرِ بے کلاہ و بے گِلیم!

پیرِ رومیؔ

بندۂ یک مردِ روشن دل شوی
بہ کہ برفرقِ سرِ شاہاں رِوی(۱۵)

مریدِ ہندی

اے شریکِ مستیِ خاصانِ بدُر — مَیں نہیں سمجھا حدیثِ جبر و قدُر!

پیرِ رومیؒ

بال بازاں را سوے سلطاں برد
بال زاغاں را بگورستاں برد[۱۶]

مریدِ ہندی

کاروبارِ خسروی یا راہبی کیا ہے آخر غایتِ دینِ نبیؐ؟

پیرِ رومیؒ

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ
مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ[۱۷]

مریدِ ہندی

کس قدر قابو میں آئے آب و گِل کس طرح بیدار ہو سینے میں دل؟

پیرِ رومیؒ

بندہ باش و بر زمیں رَو چوں سمند
چوں جنازہ نَے کہ بر گردن برند[۱۸]

مریدِ ہندی

سِرّ دیں ادراک میں آتا نہیں کس طرح آئے قیامت کا یقیں؟

پیرِ رومیؒ

پس قیامت شو قیامت را ببیں
دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں[۱۹]

مریدِ ہندی

تُو یہ کہتا ہے کہ دل کی کر تلاش 'طالبِ دل باش و در پے کار باش'[۲۰]

(م) جو مِرا دل ہے، مِرے پہلو میں ہے ....

جو مِرا دل ہے، مِرے سینے میں ہے میرا جوہر میرے آئینے میں ہے

پیرِ رومیؒ

تُو ہمی گوئی مِرا دل نیز ہست
دل فرازِ عرش باشد نَے بہ پست![۲۱]

تُو دلِ خود را دلے پنداشتی
جسُت جُوے اہلِ دل بگذاشتی![۲۲]

مریدِ ہندی

آسمانوں پر مِرا فکرِ بلند — مَیں زمیں پر خوار و زار و دردمند!
کارِ دنیا میں رہا جاتا ہوں مَیں — ٹھوکریں اس راہ میں کھاتا ہوں مَیں
کیوں مِرے بس کا نہیں کارِ زمیں — ابلہِ دنیا ہے کیوں دانائے دِیں؟

پیرِ رومیؒ

آں کہ بر افلاک رفتارش بود
بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود[۲۳]

مریدِ ہندی

آسماں میں راہ کرتی ہے خودی — صیدِ مہر و ماہ کرتی ہے خودی
بے حُضور و با فَروغ و بے فراغ — اپنے نخچیروں کے ہاتھوں داغ داغ!

پیرِ رومیؒ

آں کہ ارزد صید را عشق است و بس
لیکن او کے گُنجد اندر دامِ کس![۲۴]

مریدِ ہندی

تجھ پہ روشن ہے ضمیرِ کائنات — کس طرح مُحکم ہو ملت کی حیات؟

پیرِ رومیؒ

دانہ باشی مرغ کانت بر چنند
غنچہ باشی کو دکانت بر کنند![۲۵]

دانہ پنہاں کن، سراپا دام شو
غنچہ پنہاں کن، گیاہ بام شو[۲۶]

مریدِ ہندی

عِلم و حکمت کا مِلے کیوں کر سراغ کس طرح ہاتھ آئے سوز و درد و داغ؟

پیرِ رومیؒ

عِلم و حکمت زاید از نانِ حلال
عشق و رقت آید از نانِ حلال![۲۷]

مریدِ ہندی

ہے زمانے کا تقاضا انجمن اور بے خلوَت نہیں سوزِ سَخُن!

پیرِ رومیؒ

خلوَت از اغیار باید، نَے زیار
پوستیں بہرِ دَے آمد، نَے بہار[۲۸]

مریدِ ہندی

ہند میں اب نور ہے باقی نہ سوز اہلِ دل اس دیس میں ہیں تِیرہ روز!

پیرِ رومیؒ

کارِ مرداں روشنی و گرمی است
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است[۲۹]

مریدِ ہندی

(م)یا کہ ہے کوئی مقامِ پُر خطر جس میں کھو جاتی ہے سالک کی نظر

پیرِ رومیؒ

(م)مار را مانندِ کوراں می زنیم
لاجَرَم قندیل ہا را بشکنیم!□(۳۰)

مریدِ ہندی

تا کجا آویزشِ دین و وطن جوہرِ جاں پر مقدّم ہے بدن!

پیرِ رومیؒ

قلبِ پہلو می زند بازر بشب
انتظارِ روز می دارد ذہب(۳۱)

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۱۳	۱۳۸/۴۶۲	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۲۳	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	۰۲	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: علامہ اقبال قدیم و جدید ادب اور فلسفے پر کامل عبور رکھتے تھے انھوں نے اپنے فلسفۂ حیات کی تعمیر اور تشکیل میں دنیا کے تمام بڑے فلسفیوں، ادیبوں اور شاعروں سے استفادہ کیا تھا۔ آپ کے فلسفہ خودی کے تین بڑے ماخذ قرآن مجید، حدیث شریف اور کلامِ رومی ہیں بقول ڈاکٹر ابو سعید نور الدین۔

"علامہ اقبال مولانا رومیؒ سے اس قدر والہانہ عقیدت رکھتے تھے کہ خداوندِ کریم اور رسولِ پاک کے بعد کوئی ہستی ان کے لیے سب سے زیادہ جاذب توجہ تھی تو وہ مولانا رومی کی تھی۔ علامہ کی زندگی پر مولانا رومی کی شخصیت نے بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ وہ اپنے کلام میں ہر جگہ ان کو اپنا پیر و مرشد تسلیم کرتے ہیں اور اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا رومی سے ان کو روحانی فیضان پہنچا ہے۔"

(اسلامی تصوف اور اقبال، ص ۲۳۱)

اپنے کلام میں جہاں بھی اقبال کو مسائلِ حیات کی تفہیم میں دشواری پیش آتی ہے وہ اپنے مرشد مولانا رومی سے رجوع کرتے ہیں مرشد اپنے مرید کو حقائق سے آگاہ کر کے ان کی تشفی کرتا ہے۔

بالِ جبریل کی نظم ''پیر و مرید'' اس اعتبار سے بڑی اہم ہے کہ اس میں مریدِ ہندی حیات و کائنات کے بعض اسرار و رموز کے بارے میں سوال کرتا ہے اور پیرِ رومی جواب میں مثنوی کے اشعار پیش کرتے ہیں۔ ''پیر و مرید'' کے اس تصوراتی مکالمہ کے مطالعہ سے زندگی کے وہ مسائل سامنے آجاتے ہیں جن کی ترکیب اور ترتیب سے اقبال کے فلسفۂ حیات کی تشکیل ہوئی ہے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: مثنوی رومی کے افکار و نظریات کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کے کلام میں تضمین اور تراکیب: سید حامد؛ (مشمولہ) اقبال کا فن، ص ۷۶

ب۔ اسلامی تصوف اور اقبال: ڈاکٹر ابو سعید نور الدین، ص ۲۳۱

ج۔ بالِ جبریل کا تنقیدی مطالعہ: صدیق جاوید، ص ۸۴۔۱۷۹

د۔ پیر و مرید: محمد شریف بقا، ۱۹۸۸ء

ر۔ تضمیناتِ اقبال: بصیرہ عنبرین، ۲۰۰۲ء

(۱) ابتداءً شاعر اس عنوان کے تحت نظم لکھنا چاہتے تھے بعد ازاں انھیں مکالمہ کے اشعار غیر شعوری طور پر سجھائی دینے لگے اس لیے انھوں نے زیرِ بحث مکالماتی نظم تخلیق کرنے کے بعد اسے متداول عنوان دے دیا۔

(۲) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

علم چون بر دل زند یاری شود
علم چون بر تن زند باری شود

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ا، جلد ا، ص ۲۱۲)

(۳) اس تضمین کا اصل ماخذ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۴) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ا، ج ا، ص ۱۷۰)

(۵) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۲، ج ا، ص ۲۶۵)

(۶) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ا، ج ا، ص ۲۴۴)

(۷) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

ظاہر نقرہ گر اسپیدست و نو
دست و جامہ می سیہ گردد ازو

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ۱، جلد ۱، ص ۲۹)

(۸) اس نقش کو شاعر کا ابتدائی خیال قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۹) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۱، ج ۱، ص ۳۷)

(۱۰) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۴، ج ۲، ص ۵۰۲)

(۱۱) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۱، ج ۱، ص ۸۷)

(۱۲) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

ہر ہلاک امت پیشیں کہ بود
زانکہ (زاں کہ) بر جندل راگماں بردند عود

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ۴، جلد ۲، ص ۳۷۸)

(۱۳) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

تا دل مرد خدا نآمد بہ درد
ہیچ قرنی را خدا رسوا نکرد

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ۲، جلد ۱، ص ۴۲۱)

(۱۴) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۴، ج ۲، ص ۳۶۱)

(۱۵) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۳، ج ۲، ص ۳۷)

(۱۶) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۶، ج ۳، ص ۳۵۵)

(۱۷) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۶، ج ۳، ص ۳۰۰)

(۱۸) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۶، ج ۳، ص ۲۸۹)

(۱۹) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۶، ج ۳، ص ۳۱۶)

(۲۰) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

گر تو اہل دل نۂ بیدار باش
طالب دل باش و در پیکار باش

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ۳، جلد ۲، ص ۷۰)

(۲۱) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۳، ج ۲، ص ۱۲۸)

(۲۲) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

تو دل خود را چو دل پنداشتی
جست و جوی اہل دل بگذاشتی

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ۵، جلد ۳، ص ۵۶)

(۲۳) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۲، ج ۱، ص ۳۲۷)

(۲۴) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

آں کہ ارزد صید را عشقست و بس
لیک او کی گنجد اندر دام کس

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ۵، جلد ۳، ص ۲۷)

(۲۵) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۱، ج ۱، ص ۱۱۱)

(۲۶) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

دانہ پنہان کن بکلی دام شو
غنچہ پنہان کن گیاہ بام شو

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ۱، جلد ۱، ص ۱۱۱)

(۲۷) شاعر نے رومی کے اس شعر کو تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل شعر درج ذیل ہے۔

عِلم و حکمت زاید از لقمۂ حلال
عشق و رقت آید از لقمہ حلال

(مثنوی معنوی؛ مولانا رومی، دفتر ۱، جلد ۱، ص ۱۰۱)

(۲۸) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۲، ج ۱، ص ۲۴۸)

(۲۹) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۲، ج ۱، ص ۲۱)

(۳۰) نظم کے متداول کلام سے فروتر ہونے کے باعث ان اشعار کو ترک کر دیا گیا۔

(۳۱) شاعر نے رومی کے اس شعر کو بلا تصرف تضمین کیا ہے۔ (مثنوی معنوی: دفتر ۱، ج ۱، ص ۲۰۲)

جبریلؑ و ابلیس

جبریلؑ

ہم دمِ دیرینہ! کیسا ہے جہانِ رنگ و بو؟

ابلیس

سوز و ساز و درد و داغ و جستجوے و آرزو!

جبریلؑ

ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفت گو
کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاکِ دامن ہو رفو؟

ابلیس

آہ اے جبریلؑ! تُو واقف نہیں اس راز سے
کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبُو!

اب یہاں میری گزر ممکن نہیں، ممکن نہیں
کس قدر خاموش ہے یہ عالَمِ بے کاخ و کُو!

جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات
اس کے حق میں 'تَقْنَطُوْا' اچھا ہے یا 'لَا تَقْنَطُوْا'؟

جبریلؑ

کھو دیے انکار سے تُو نے مقاماتِ بلند
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آب رُو!

ابلیس

ہے مری جرأت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو
میرے فتنے جامۂ عقل و خرَد کا تار و پو!

دیکھتا ہے تُو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر
کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے، مَیں کہ تُو؟

خِضرؑ بھی بے دست و پا، الیاسؑ بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا، جُو بہ جُو!

گر کبھی خلوَت میسّر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصّۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو!

مَیں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
(م) اور تُو! اللہ ھُو، اللہ ھُو، اللہ ھُو![۱]
تُو فقط! اللہ ھُو، اللہ ھُو، اللہ ھُو![۲]

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۲۰	۱۴۹/۴۷۳	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۲۴	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۱	ـ	
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	

i۔ تخلیقی محرک: بدی کی نمائندہ قوت ابلیس کا مثبت پہلو۔
یہ نظم جبریل اور ابلیس کا مکالمہ ہے جس میں جبریل نے ابلیس کو توبہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ابلیس نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ میری خودی کے منافی ہے۔ دنیا کے لوگوں میں ترقی کرنے کی خواہش میری پیدا کی ہوئی رکاوٹوں کی وجہ سے ہے۔ اس لحاظ سے انسانی کارناموں کا سہرا میرے (ابلیس کے) سر ہے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: اہمیتِ خودی کی وضاحت کرنا۔
اس نظم کے توسط سے شاعر یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ابلیس کو زمین پر بھیجنے میں بھی حق تعالیٰ کی مصلحت پوشیدہ تھی۔ انسان کو چاہیے کہ تخلیق کائنات کے مظاہر کو سمجھے اور سبق حاصل کرے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا نظامِ فن: ڈاکٹر عبدالغنی، ص ۳۰۴۔۳۰۷
ب۔ تفہیم بالِ جبریل: خواجہ محمد زکریا، ص ۳۷۹
ج۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۱۴۳

(۱) اس مصرع کا نقش اول مدعاے شاعر کی بھرپور ترجمانی کرنے سے قاصر تھا اس لیے شاعر نے نقش ثانی میں لفظ ''اور'' کو حذف کر کے ''فقط'' کے اضافے کے ساتھ متداول مصرع تخلیق کیا ہے۔

(۲) دیکھیے نظم 'مسجد قرطبہ'، ص ۱۲۴۔

اذان

م ع: آدم(۱)

اک رات ستاروں سے کہا نجمِ سحَر نے
آدم کو بھی دیکھا ہے کسی نے کبھی بیدار؟

کہنے لگا مرّیخ، ادا فہم ہے تقدیر
ہے نیند ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار

زُہرہ نے کہا اور کوئی بات نہیں کیا؟
اس کرمکِ شب کور سے کیا ہم کو سروکار!

بولا مہِ کامل کہ وہ کوکب ہے زمینی
تم شب کو نُمودار ہو، وہ دن کو نُمودار!

واقف ہو اگر لذتِ بیداریِ شب سے
اونچی ہے ثریّا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار!

آغوش میں اس کی وہ تجلّی ہے کہ جس میں
کھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیّار!

ناگاہ فضا بانگِ اذاں سے ہوئی لب ریز
وہ نعرہ کہ ہِل جاتا ہے جس سے دلِ کُہسار!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۲۲	۱۵۱/ ۴۷۵	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۲۵	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: علامہ اقبال کی سحر خیزی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: سحر خیزی کی اہمیت واضح کرنا۔

شاعر نے تقریباً ہر کتاب میں سحر خیزی کی تعریف کی ہے اور اپنی سحر خیزی کا تذکرہ کیا ہے۔ وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: عبدالرشید فاضل، ص ۳۸۲

(۱) متروکہ عنوان قاری کے ذوقِ تجسس کو جلا نہیں بخشتا تھا اس لیے شاعر نے متبادل عنوان تجویز کیا۔

یورپ سے ایک خط(۱)

ہم خوگرِ محسوس ہیں ساحل کے خریدار — اک بحرِ پُر آشوب و پُر اسرار ہے رومیؔ!
تُو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبالؔ! — جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومیؔ

اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام؟
کہتے ہیں چراغِ رہِ احرار ہے رومیؔ

جواب

کہ نَباید خورد و جَو ہم چوں خراں — آہُوانہ در خُتن چرار غواں

ہر کہ کاہ و جَو خورد قرباں شود   ہر کہ نورِ حق خورد قُرآں شود[۲]

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	ـ	۱۲۶	۱۵۵/۴۷۹	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۳۰	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: یورپ کی مادہ پرستی۔

ii۔ مدعاے تخلیق: مادہ پرستی سے اجتناب برتنے کی تلقین کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ تفہیم بالِ جبریل: عبدالرشید فاضل، ص ۳۹۲

ب۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۸۶۶

(۱) یہ ایک مفروضہ خط ہے۔ اس خط میں اقبال نے اپنے مرشد کا یہ پیغام ناظرین کو یاد دلایا ہے کہ مادہ پرستی کی بجاے خداپرستی کو اپناؤ۔ ورنہ یہ مادے کی پرستش تباہی کا پیش خیمہ بن جائے گی۔

(۲) اپنے عصر کی دگر گونی کے پیشِ نظر شاعر نے مولانا رومی کے فکر انگیز پیغام کو ان کے دو اشعار میں بیان کیا ہے۔ رومی کے تضمین شدہ اشعار ان کی مثنوی میں ''مثل آوردن اشتر در بیان آں کہ در مخبر دولتی فرو اثر آن چون نبینی جای متہم داشتن باشد کہ او مقلد ست در آن'' کے زیر عنوان موجود ہیں، علامہ نے ان اشعار کو بلا ترمیم نقل کیا ہے۔

(مثنوی معنوی؛ دفتر ۵، ج ۳، ص ۱۵۸۔۱۵۹)

سوال

اک مفلسِ خوددار یہ کہتا تھا خدا سے   مَیں کر نہیں سکتا گلۂ دردِ فقیری

لیکن یہ بتا، تیری اجازت سے فرشتے   کرتے ہیں عطا مردِ فرومایہ کو مِیری؟

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	ـ	ـ	۴۸۲/۱۵۸	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۳۳	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مقتدر طبقہ کی نا اہلی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: غریبوں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دینا۔

پنجاب کے دہقان سے

بتا کیا تری زندگی کا ہے راز ہزاروں برس سے ہے تُو خاک باز!
اسی خاک میں دب گئی تیری آگ سحَر کی اذاں ہو گئی، اب تو جاگ!
زمیں میں ہے گو خاکیوں کی برات نہیں اس اندھیرے میں آبِ حیات!
زمانے میں جھوٹا ہے اس کا نگیں جو اپنی خودی کو پرکھتا نہیں!
بتانِ شعوب و قبائل کو توڑ رسومِ کُہن کے سلاسل کو توڑ!
یہی دینِ محکم، یہی فتحِ باب کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب!

بخاکِ بدن دانۂ دِل فشاں
کہ ایں دانہ دارد ز حاصل نشاں!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	ـ	۱۲۹	۴۸۲/۱۵۸	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۳۴	ـ

۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: دہقان کی حالتِ زار۔

ii۔ مدعائے تخلیق: دہقان کو بیداری، ترقی اور سربلندی کا پیغام دینا۔ وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال کا پیغام کسان کے نام: آفتاب احمد قریشی؛ (مشمولہ) علامہ اقبال اپنوں کی نظر میں، ص۱۹۔۲۵

ب۔ دہقان کی حالتِ زار: سید ناصر محمود؛ (مشمولہ) پیام بر اسلامی سوشلزم (اقبال)، ص۸۴۔ ۸۵

نادِر شاہ افغان (۱)

م ع: حبِ وطن (۲)

حُضورِ حق سے چلا، لے کے لولوے لالا
وہ ابر جس سے رگِ گُل ہے مثلِ تارِ نفَس (۳)!

بہشت راہ میں دیکھا تو ہو گیا بے تاب
عجب مقام ہے، جی چاہتا ہے جاؤں برس

صدا بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا
ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس!

سرشکِ دیدۂ نادر بہ داغِ لالہ فشاں!
چناں کہ آتشِ او را دگر فرونہ نشاں!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۔	۱۳۰	۴۸۳/۱۵۹	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۳۵	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی پس منظر: تاج دارِ افغانستان نادر شاہ اپنے ملک کے تعلیمی اداروں کو نئے انداز سے منظم کرنا چاہتے تھے۔ بعض مذہبی امور بھی مشورہ طلب تھے۔ چناں چہ انھوں نے ہندستان کے چند روشن خیال علما اور ماہرینِ تعلیم کو مدعو کرنے کا فیصلہ کیا۔ علامہ اقبال، مولانا سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کو کونسل جنرل افغانستان کی معرفت دعوت نامے بھیجے گئے یہ تینوں بزرگ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں کابل پہنچے۔ نو آباد شہر ’دارالامان‘ کے شاہی مہمان خانے میں ان کا قیام رہا۔ والیِ افغانستان اور اراکینِ سلطنت سے ملاقاتیں ہوئیں۔ نادر شاہ سے اقبال کی تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اس ”بادشاہِ خوش کلام و سادہ پوش“ کے خلوص نے ان کے دل پر اثر کیا۔ افغانستان کے سفر اور اس ملاقات کا ذکر اقبال نے اپنی فارسی مثنوی ”مسافر“ میں کیا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ آفاقِ اقبال: ڈاکٹر محمد ریاض، ص ۱۱۵

ب۔ اقبال شاعر و مفکر: نور الحسن نقوی، ص ۲۸

ج۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۶۹۴

ii۔ مدعائے تخلیق: نادر شاہ افغان کے مجاہدانہ کردار کو نمایاں کرنا۔

(۱) نادر شاہ افغان: شاہ مرحوم کا اصلی نام محمد نادر خان تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ملٹری کالج دہرہ دون (یوپی) میں ہوئی تھی اس کے بعد وہ مزید فوجی تعلیم کے لیے انگلستان گئے اور واپسی پر امیر امان اللہ خان کی فوج کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں جب امان اللہ خان نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تو جنرل نادر خان نے عقل کے معرکے میں بڑی دلیری اور فوجی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد امان اللہ خان ان سے ناراض ہو گئے تو انھیں سفیر بنا کر فرانس بھیج دیا۔ جب ۱۹۲۹ء میں بچہ سقہ نے کابل میں شخصی حکومت قائم کی تو نادر خان افغانستان واپس آئے اور بچہ سقہ کا خاتمہ کر کے خود تخت پر قبضہ جمالیا۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں انھوں نے نصابِ تعلیم مرتب کرانے کے لیے مولانا سلیمان ندوی، ڈاکٹر راس مسعود اور علامہ اقبال کو کابل آنے کی دعوت دی۔ یہ تینوں بزرگ وہاں تشریف لے گئے مگر نادر خان کو ان کے مشورے سے اپنی قوم کو فائدہ پہنچانے کا موقع نہ مل سکا کیوں کہ نومبر ۱۹۳۳ء میں انھیں کسی بدخواہ نے رائفل کی بھال مار کر ہلاک کر دیا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

ا۔ تفہیم بالِ جبریل: خواجہ محمد زکریا، ص ۳۹۸

ب۔ شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۶۹۴
ج۔ فرہنگِ اقبال (اردو): نسیم امروہی، ص ۶۸۷
د۔ مشاہیر اقبال: (نظامی بدایونی، ص ۴۹۵)

(۲) نادر شاہ کے معاملہ میں شاعر زیادہ پرجوش نظر آتے ہیں اس لیے انھوں نے قاری اور نظم کے مدعا کے درمیان تجسس کے پردے کو اپنی روایت کے خلاف حائل نہیں ہونے دیا یہی وجہ ہے کہ ابتدائی عنوان کو ترک کر دیا گیا۔

(۳) جمیل رقم نے حرف 'ر' کے نیچے اضافت کی زیر نہیں ڈالی۔ قبل ازیں یہ حرف درست کتابت ہوتا رہا ہے، واضح رہے کہ شاعر نے بھی مسودہ میں اضافت کی زیر کا اہتمام کیا ہے۔

تاتاری کا خواب

کہیں سجّادہ و عمامہ رہ زن کہیں ترسا بچوں کی چشمِ بے باک!
رِدائے دِین و ملت پارہ پارہ قبائے ملک و دولت چاک در چاک!
مِرا ایماں تو ہے باقی ولیکن نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک!
ہوائے تند کی موجوں میں محصور سمرقند و بخارا کی کفِ خاک!

"بگرداگردِ خود چنداں کہ بینم
بلا انگشتری و من نگینم"☆

یکایک ہِل گئی خاکِ سمرقند اٹھا تیمور کی تربت سے اک نور[1]!
شفَق آمیز تھی اس کی سفیدی صدا آئی کہ مَیں ہوں روحِ تیمور!
اگر محصور ہیں مردانِ تاتار نہیں اللہ کی تقدیر محصور
تقاضا زندگی کا کیا یہی ہے کہ تورانی ہو تورانی سے مہجور؟

☆ یہ شعر معلوم نہیں کس کا ہے۔ نصیر الدّین طوسیؔ نے غالباً 'شرح اشارات' میں اسے نقل کیا ہے۔

"خودی را سوز و تابے دیگرے دہ
جہاں را انقلابے دیگرے دہ!"

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	ـ	۱۳۲۔۱۳۳	۱۶۰/ ۴۸۴	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۳۷	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی پسِ منظر: ترکمانستان کسی زمانے میں ایک بہت بڑا ملک تھا۔ وہاں سے امیر تیمور جیسا فاتح اٹھا جس نے بہت بڑے علاقے کو فتح کر کے ایک عظیم سلطنت قائم کی۔ تیمور ۱۳۳۵ء میں پیدا ہوا۔ ۱۳۶۹ء میں سمرقند کا حکمران بنا پھر پورے وسطِ ایشیا کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد ہندستان پر حملہ آور ہوا۔ دلی تک کا علاقہ فتح کیا۔ یہاں سے وہ بے شمار دولت سمرقند لے گیا جو اس کا پایہ تخت تھا۔ اس کی سلطنت دریاے والگا (موجودہ روس) سے دریاے گنگا تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ۱۴۰۵ء میں فوت ہوا اور سمرقند میں دفن ہوا۔ سمرقند اس وقت ازبکستان میں ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے: تفہیم بالِ جبریل: خواجہ محمد زکریا، ص ۴۰۱

ii۔ تخلیقی محرک: تاتاری قوم کی فطری صلاحیتیں۔

iii۔ مدعاے تخلیق: ترکمانستان کے باشندوں (تاتاریوں) کو وحدت، اتحاد اور تنظیم کا درس دینا۔

(۱) جمیل رقم نے اس لفظ کو "نو" کتابت کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ شاعر کے مسودہ میں یہ لفظ "نور" ہے۔ دیگر کاتبین نے اس کو مسودہ کے مطابق درست نقل کیا ہے۔

حال و مقام

م ع: رباعی (۱)

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور

اَحوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ
ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور، مکاں اور

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فَضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۔	۔	۱۵۸/ ۴۸۲	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۳۸	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: قومی تعمیر وترقی کا جذبہ۔

ii۔ مدعاے تخلیق: مجاہدانہ زندگی گزارنے کی اہمیت واضح کرنا۔

(۱) قیاس ہے کہ شاعر ابتداءً رباعی لکھنا چاہتے تھے بعد ازاں ارادہ ترک کر کے نظم قلم بند کر دی۔

سِنیما(۱)

وہی بت فروشی، وہی بت گری ہے سِنیما ہے یا صنعتِ آزری ہے!

وہ صنعت نہ تھی، شیوۂ کافری تھا یہ صنعت نہیں، شیوۂ ساحری ہے

وہ مذہب تھا اقوامِ عہدِ کُہَن کا یہ تہذیبِ حاضر کی سوداگری ہے!

وہ دنیا کی مِٹی، یہ دوزخ کی مِٹی
وہ بت خانہ خاکی، یہ خاکستری ہے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	ـ	ـ	۱۶۴/۴۸۸	ـ
۲	نظم نمبر	ـ	ـ	۴۰	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: سینما بینی کی طرف معاشرے کا بڑھتا ہوا رجحان۔

ii۔ مدعاے تخلیق: سینما کی صنعت کے مضر اثرات سے قوم کو آگاہ کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

سینما اور اقبال: آغا عبدالحمید (مشمولہ) مقالات یومِ اقبال (۱۹۶۶ء)، ص ۱۴۔۱۵

(۱) یہ لفظ ''سینما'' کتابت ہوتا رہا ہے۔ جمیل رقم نے اکادمی نسخہ میں پہلی مرتبہ درست تلفظ کے ساتھ ''سنیما'' لکھا ہے۔ نسیم امروہی نے اپنی فرہنگ میں اسے ''سِنیما'' تحریر کیا ہے۔
(فرہنگِ تلفظ (اردو): نسیم امروہی، ص ۴۶۴)

پنجاب کے پیرزادوں سے

حاضر ہُوا مَیں شیخ مجددؒ (۱) کی لحَد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفَسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہ باں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقرؔ ہو مجھ کو
آنکھیں مری بینا ہیں، ولیکن نہیں بیدار!

آئی یہ صدا سلسلۂ فقرؔ ہوا بند
(م)۱۔پنجاب نہیں عشق و محبّت کا سزاوار
۲۔پنجاب نہیں رمزِ طریقت کا سزاوار○[۲]
ہیں اہلِ نظر کِشورِ پنجاب سے بے زار

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کُلَہِ فقرؔ سے ہو طُرّۂ دستار!
(م)خرقے میں خدائی ہے، قبا میں ہے گدائی
خِرقہ طلب حق ہے، قبا خدمتِ سرکار![۳]

باقی کُلَہِ فقرؔ سے تھا ولولۂ حق
طُرّوں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	۔	۱۳۵	۴۸۸/۱۶۴	۔
۲	نظم نمبر	۔	۔	۴۱	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۲	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	۰۱	۔	۔

i۔ تخلیقی پسِ منظر: علامہ اقبال چوں کہ ’عارفانہ مذاق‘ اور تصوف کا ذوق رکھتے تھے۔ اس لیے تمام بزرگانِ دین سے انھیں بڑی عقیدت تھی۔ چناں چہ جب آپ ۱۹۰۵ء میں حصولِ تعلیم کے لیے یورپ گئے اس وقت آپ کی عمر ۳۲ سال تھی۔ دہلی پہنچ کر آپ بڑی عقیدت کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ کو حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ نظم ہمارے شاعر کی حضرت موصوف سے عقیدت کا حاصل معلوم ہوتی ہے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: مرشدِ رومیؒ کے بعد اقبال مرحوم حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے روحانی کمالات کے سب سے زیادہ معترف تھے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے خیالات حضرت موصوف کی زبان سے ادا کیے ہیں تاکہ پڑھنے والے غیر معمولی طور پر متاثر ہو سکیں۔

(۱) شیخ مجدّد: حضرت موصوف ۱۵۶۳ء میں بمقام سرہند (مشرقی پنجاب) پیدا ہوئے تھے اور اسی شہر میں ۱۶۲۵ء میں رحلت فرمائی اور حضرت کا مزار مبارک آج بھی مرجع انام بنا ہوا ہے۔

جہانگیر کے عہدِ حکومت میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو حکم دیا گیا کہ بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کریں لیکن انھوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس کی پاداش میں انھیں سخت سزائیں برداشت کرنی پڑیں مگر ان کے قدم متزلزل نہ ہوئے۔ شیخ احمدؒ نے اپنے طرزِ عمل سے ایک ایسی مثال پیش کی جس پر اقبال نے فلسفۂ خودی کی عمارت تعمیر کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

ا۔ اقبال اور مسلم مفکرین؛ حسن اختر ملک، ص ۲۱۳۔ ۲۳۰

ب۔ حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال: محمد مسعود احمد، ص ۸۹۔ ۹۰

ج۔ مجدد الف ثانی۔ احوال و آثار: غلام رسول محمد: (مشمولہ) عِلم کی دستک، اسلام آباد، اپریل تا دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۷۹۔ ۸۳

(۲) نقش اول اور نقش دوم مدعاے شاعر سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث ترک کر دیے گئے۔

(۳) یہ متروکہ شعر مقطع کے شعر کا نقش اول معلوم ہوتا ہے۔ متداول شعر میں مدعاے شاعر بھرپور انداز میں پیش ہو گیا تھا اس لیے ابتدائی کاوش کو شاعر نے نظم میں شامل کرنا مناسب نہ سمجھا۔

قطعہ

فطرت مری مانندِ نسیمِ سحری ہے
رفتار ہے میری کبھی آہستہ کبھی تیز

پہناتا ہوں اطلس کی قبا لالہ و گل کو
کرتا ہوں سرِ خار کو سوزن کی طرح تیز

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات				۔
۲	نظم نمبر				۔
۳	اصلاح شدہ اشعار				۔
۴	متروکہ اشعار				۔

i۔ تخلیقی محرک: روایتی اور حقیقی شاعری کا فرق بیان کرنا۔

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ ۱۔ شاعر (اقبال) بذاتِ خود شاعرِ حقیقت ہے۔ ۲۔ حقیقی شاعری تابع فطرت ہوتی ہے۔

قطعہ

کل اپنے مریدوں سے کہا پیرِ مغاں نے
قیمت میں یہ معنی ہے درناب سے دہ چند

زہر اب ہے اس قوم کے حق میں مئے افرنگ
جس قوم کے بچے نہیں خوددار و ہنرمند

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات				۔
۲	نظم نمبر				۔
۳	اصلاح شدہ اشعار				۔
۴	متروکہ اشعار				۔

i۔ تخلیقی محرک: مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں کی مذہبِ اسلام سے دوری۔

ii۔ مدعاے تخلیق: قوم پر واضح کرنا کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے وقت ان کی (۱) اولین ترجیح اسلامی تعلیمات دینا اور (۲) ثانوی ترجیح مغربی علوم سکھانا ہونی چاہیے۔

قطعہ

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں مری بات!

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مُناجات!

وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ مُلّا و جمادات و نباتات!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۷۹/۴۰۳	ـ
۲	قطعہ نمبر	×	×		ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مذہب اسلام کی دو مختلف تعبیریں۔

ii۔ مدعاے تخلیق: ملت پر مذہبِ اسلام کی درست تعبیر واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۶۶۲۔۶۶۳

کھُلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی   گیا دورِ حدیثِ "لَنْ ترَانیِ"

ہوئی جس کی خودی پہلے نُمودار   وہی مہدیؑ، وہی آخر زمانی!

حواشی وتعلیقات

کیفیت	کلیات اکادمی	مسودہ	بیاض پنجم	عنوانات	نمبر شمار
۔	۴۱۴/۹۰	×	×	نمبر شمار صفحات	۱
۔	۳۸	×	×	رباعی نمبر	۲
۔	۔	×	×	اصلاح شدہ اشعار	۳
۔	۔	×	×	متروکہ اشعار	۴

i۔ تخلیقی محرک: کائنات کے اسرار و رموز کا انسان پہ منکشف ہونا۔

ii۔ مدعائے تخلیق: امت کو حضور ﷺ کی غلامی سے اپنی خودی کو مرتبۂ کمال تک پہنچانے کی ترغیب دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص۵۲۱

دِلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر

جسے نانِ جویں بخشی ہے تُو نے
اسے بازوے حیدرؓ بھی عطا کر

حواشی وتعلیقات

کیفیت	کلیات اکادمی	مسودہ	بیاض پنجم	عنوانات	نمبر شمار
۔	۳۴۹/۲۵	۱۳۸	×	نمبر شمار صفحات	۱
* ابتدا میں نمبر شمار ۲۶ دیا گیا۔	۲	۲۱*	×	رباعی نمبر	۲
۔	۔	×	×	اصلاح شدہ اشعار	۳
۔	۔	×	×	متروکہ اشعار	۴

i۔ تخلیقی محرک: قلبِ اقبال میں عشقِ خدا اور رسول ﷺ کے موجزن جذبات۔

ii۔ مدعاے تخلیق: حق تعالیٰ سے دعا کرنا کہ مسلمانوں کے دلوں میں خالقِ حقیقی اور باہم ایک دوسرے کے لیے محبّت اور وفا کے جذبات عطا کر دے۔

رہ و رسمِ حرم نا محرمانہ — کلیسا کی ادا سوداگرانہ!

تبرّک ہے مرا پیراہنِ چاک — نہیں اہلِ جُنوں کا یہ زمانہ!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۴۲	۸۱/۴۰۵	۔
۲	رباعی نمبر	×	۰۱ (حصہ دوم)	۰۳	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: معاشرہ میں خود غرضی اور مادہ پرستی کا رجحان۔

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ تصورِ خودی کی مشقت عشقِ الٰہیہ سے عبارت ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

خودی اور خدا کا تعلق: سید سیار محمد قادری (مشمولہ) اقبال کا نظریہ خودی، ص ۵۰۔۵۴

ترا جوہر ہے نوری، پاک ہے تُو — فَروغِ دیدۂ افلاک ہے تُو

ترے صیدِ زبوں افرشتہ و حُور — کہ شاہینِ شہِ لولاکؐ ہے تُو!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۵۶	۸۵/۴۰۹	۔

۲	رباعی نمبر	×	۱۸ (حصہ دوم)	۲۰	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: انسان کی حقیقت کیا ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: (۱) مقامِ مردِ مومن کی وضاحت کرنا۔

(۲) انسان کا جسم مادی لیکن جوہر نوری ہے۔ اشرف المخلوقات اور نائبِ خدا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۷۶۔۴۷۷

(م)۱۔وہ عقل و فنوں باقی نہیں ہے ....

۲۔وہ اندازِ جُنوں باقی نہیں ہے[۱] ....

مَحبّت کا جُنوں باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

(م)۱۔ صفیں ٹیڑھی ہیں، قد قامت ہے بے سوز ....

۲۔ صفیں کج، نعرۂ تکبیر بے ذوق[۲] ....

صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق کہ جذبِ اندروں ☆ باقی نہیں ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۵۶	۸۶/۴۱۰	ـ
۲	رباعی نمبر	×	۱۹	۱۲	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۲	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مسلمانوں کی حالتِ زار۔

☆ جذبِ اندروں: مراد عشقِ رسول ﷺ یعنی سچا اسلامی جذبہ ہے

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ مسلمانوں میں جذبِ اندروں کی کمی ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص۴۷۷

(۱) ابتدائی دونوں نقوش کو مہمل ہونے کے باعث شاعر نے ترک کر دیا۔
(۲) نقش اول میں 'قد قامت' کا 'بے سوز' ہونا خلافِ واقع ہونے کے باعث شاعر نے اس پر خطِ تنسیخ پھیر دیا ہے۔ نقش دوم میں 'نعرۂ تکبیر کے بے ذوق ہونے' کا تخیل مدعائے شاعر سے مطابقت نہ رکھنے کے باعث قلم زد کر دیا گیا۔

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا ۔۔۔ مقامِ رنگ و بُو کا راز پا جا
برنگِ بحر ساحل آشنا رہ ۔۔۔ کفِ ساحل سے دامن کھینچتا جا!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۵۸	۸۶/۴۱۰	ـ
۲	رباعی نمبر	×	۲۱	۲۲	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: یورپی فکر کے زیرِ اثر مسلمانوں میں مادیت پرستی کا رجحان۔
ii۔ مدعائے تخلیق: مومنین پر واضح کرنا کہ تسخیرِ کائنات کے لیے مادی آلائشوں سے بچیں اور خودی اختیار کریں۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
اقبال کی شاعری میں مادیت اور روحانیت کا تصور: افضل حسین اظہر، ص۱۴۷۔۱۵۳

چمن میں رختِ گُل شبنم سے تر ہے ۔۔۔ سمن ہے، سبزہ ہے، بادِ سَحَر ہے
مگر ہنگامہ ہو سکتا نہیں گرم ۔۔۔ یہاں کا لالہ بے سوزِ جگر ہے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۵۸	۸۶/ ۴۱۰	ـ
۲	رباعی نمبر	×	۲۰ (حصہ دوم)	۲۳	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مسلمانوں میں پائی جانے والی بے حسی۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ وسائل کے باوجود مسلمان غلاموں کی زندگی گزار رہے ہیں۔
اس زوال کی وجہ ان کا عشقِ رسولؐ سے بے گانہ ہونا ہے۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۷۷۔۴۷۸

خرَد سے راہ رَو روشن بصر ہے　　خرَد کیا ہے، چراغِ راہ گزر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا　　چراغِ راہ گزر کو کیا خبر ہے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۵۸	۸۶/ ۴۱۰	ـ
۲	رباعی نمبر	×	۲۲	۲۴	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: عقل کی حقیقت کیا ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: (۱) تصورِ عقل و عشق کی وضاحت کرنا۔
(۲) عقل مانندِ چراغ ہے۔ راہ نما (گائیڈ) نہیں۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۴۷۹۔۴۸۰

(م)تری دنیا کہاں مرغ و ماہی — (م)مری دنیا نوائے صبح گاہی![1]
تری دنیا جہانِ مرغ و ماہی — مری دنیا فُغانِ صبح گاہی!
(م)تری دنیا میں دل مظلوم و محکوم — (م) مری دنیا میں دل کی پادشاہی![2]
تری دنیا میں مَیں محکوم و مجبور — مری دنیا میں تیری پادشاہی!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۴۰	۸۷/۴۱۱	۔
۲	رباعی نمبر	×	۱۹ * (حصہ اول)	۲۶	* ابتداءً نمبر شمار ۱۸ دیا گیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	۰۲	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: علامہ اقبال پر فُغان صبح گاہی کی اہمیت واضح ہونا۔
ii۔ مدعائے تخلیق: مسئلہ جبر و اختیار کو واضح کرنا۔
وضاحت کے لیے دیکھیے:
خودی اور جبر و اختیار: جاوید اقبال (مشمولہ) افکارِ اقبال (تشریحاتِ جاوید)، ص ۶۵۔۷۲

(۱) مصرع اول کا ابتدائی نقش مہمل ہونے کے باعث ترک کر دیا گیا۔ مصرع ثانی کے نقش اول میں لفظ 'نوا' سے شاعر کے جذبات کی درست عکاسی ممکن نہ تھی۔ لہٰذا متداول نقش میں متبادل لفظ 'فغاں' کا انتخاب کیا گیا۔

(۲) مصرع اول و دوم کے ابتدائی نقوش کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر اپنے تخیل کو واضح کرنے کے لیے 'دل' کو موضوعِ سخن بنانا چاہتے تھے۔ غالباً وہ جو بیان کرنا چاہتے تھے اس کا تعلق دل سے زیادہ حوادثِ زمانہ سے تھا۔ چنانچہ اس فن پارہ کے خالق نے اِن نقوش کو قلم زد کرکے متداول نقوش تخلیق کیے۔

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں مَیں غلامِ طغرل و سنجر نہیں مَیں
جہاں بینی مری فطرت ہے، لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں مَیں

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۸۷/۴۱۱	ـ
۲	رباعی نمبر	×	×	۲۷	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: انسان کی حقیقت کیا ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: انسان، مردِ مومن کے مقام پر فائز ہو تو آزاد و جہاں بیں کی صفات سے مزیّن ہوتا ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

تصورِ بشر اور اقبال کا مردِ مومن: ڈاکٹر حاتم رامپوری، ۱۹۷۹ء

وہی اصلِ مکاں و لا مکاں ہے مکاں کیا شے ہے، اندازِ بیاں ہے!
خضرؑ کیوں کر بتائے، کیا بتائے اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے؟

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۸۷/۴۱۱	ـ

۲	رباعی نمبر	×	×	۲۸	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: فلسفیانہ بحث ’ ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی اور شے کا مستقل وجود نہیں ہے‘۔

ii۔ مدعاے تخلیق: نظریۂ وحدت الوجود کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال اور وحدت الوجود: بشیر احمد ڈار (مشمولہ) اقبال شناسی اور فنون، ص ۹۴۔۱۱۳

کبھی آوارہ و بے خان ماں عشق　　کبھی شاہِ شہاں نوشیرواں عشق

کبھی میداں میں آتا زرہ پوش　　کبھی عریان و بے تیغ و سناں عشق!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۸۸/ ۴۱۲	ـ
۲	رباعی نمبر	×	×	۲۹	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: حقیقتِ عشق کیا ہے؟ یا کیا سب عاشق ایک جیسے ہوتے ہیں؟

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ عشق کا ظہور مختلف صورتوں میں ہوتا ہے یا عاشقوں کی متعدد انواع واقسام ہیں۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کے کلام میں عشق کا تخیل: ضیاء احمد بدایوانی (مشمولہ) نقد اقبال حیات اقبال میں، ص ۳۵۷۔۳۷۱

کبھی تنہائیِ کوہ و دمن عشق　　کبھی سوز و سُرور و انجمن عشق!

کبھی سرمایۂ محراب و منبر　　کبھی مولا علیؓ خیبر شکن عشق!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۸۸/ ۴۱۲	ـ
۲	رباعی نمبر	×	×	۳۰	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: عشقِ حقیقی کا اظہار کیسے ہوتا ہے؟

ii۔ مدعاے تخلیق: عشق کا ظہور مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔

رباعی ع کبھی آوارہ و بے خانماں... بھی اسی مضمون کا تسلسل ہے۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کے تصورات عشق: ڈاکٹر وزیر آغا (مشمولہ) اقبال شناسی اور اوراق، ص ۱۰۔۱۶

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر　　شریکِ زمرۂ 'لَایَحزَنُوں' کر
خرَد کی گتھّیاں سلجھا چکا مَیں　　مرے مولا، مجھے صاحب جُنوں کر!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۸۸/ ۴۱۲	ـ
۲	رباعی نمبر	×	×	۳۱	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: عقل کا دائرہ کار محدود ہے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: بہ اندازِ دعا عشق کی اہمیت واضح کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کا تصورِ عشق: ڈاکٹر غلام عمر خان، س ن

یہ نکتہ میں نے سیکھا بُوالحسن سے — کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی — اگر بے زار ہو اپنی کرن سے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
ا	نمبر شمار صفحات	×	×	۸۸/ ۴۱۲	ـ
۲	رباعی نمبر	×	×	۳۲	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: کیا موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: نظریہ وحدت الوجود کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

اقبال کا نظریہ وحدت الوجود: زاہدہ پروین (مشمولہ) اقبال شناسی اور محمل، ص ۱۴۔ ۲۲

خرَد واقف نہیں ہے نیک و بد سے — بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے(۱) — خرَد بے زار دل سے، دل خرَد سے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
ا	نمبر شمار صفحات	×	×	۸۹/ ۴۱۳	ـ
۲	رباعی نمبر	×	×	۳۳	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: کیا عقل جملہ مسائل کا حل بتانے کی اہل ہے؟

ii۔ مدعائے تخلیق: تصورِ عقل و عشق کی وضاحت کرنا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

تصورات عشق و خرَد (اقبال کی نظر میں): ڈاکٹر وزیر آغا، ۱۹۷۷ء

(۱) یہ مصرع شاعر نے کلامِ ذوقؔ سے استفادہ کرتے ہوئے بلا ترمیم تضمین کیا ہے۔ ذوقؔ کا شعر حسبِ ذیل ہے۔

مَحبّت ہے کہ سودا ہو گیا ہے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے

اس مصرع پر واوین کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاعر نے ماضی میں یہ شعر پڑھا اور یہ شعر ان کے لاشعور کا حصہ بن گیا۔ یہ رباعی تخلیق کرتے وقت انھوں نے غیر شعوری طور پر اسے اپنے کلام کا جزو بنا دیا۔

(کلیاتِ ذوق: [مرتبہ] تنویر احمد علوی، جلد ا، ص ۴۰۱)

یہی آدم ہے سلطاں بحر و بَر کا کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا!
نہ خود بیں، نَے خدا بیں، نَے جہاں بیں یہی شہ کار ہے تیرے ہنر کا!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
ا	نمبر شمار صفحات	×	×	۸۹ / ۴۱۳	۔
۲	رباعی نمبر	×	×	۳۵	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	۔

i۔ تخلیقی محرک: یورپی مقلدین کی فراست کا المیہ۔

ii۔ مدعائے تخلیق: بہ اندازِ طنز افرادِ معاشرہ کو مردِ مومن بننے کی ترغیب دینا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

انسانِ کامل اور مثالی معاشرہ: لوس کلوڈ/ڈاکٹر سلیم اختر؛(مشمولہ) فکرِ اقبال کا تعارف، ص ۳۹۔۴۹

دمِ عارف نسیمِ صبحِ دم ہے — اِسی سے ریشۂ معنی میں نَم ہے
اگر کوئی شعیب(۱) آئے میسّر — شبانی سے کلیمی دو قدم ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	۱۵۸	۸۹/۴۱۳	۔
۲	رباعی نمبر	×	حصہ دوم*	۳۶	* نمبر شمار نہیں دیا۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	×
۴	متروکہ اشعار	×	×	۔	×

i۔ تخلیقی محرک: نژادِ نو کا عقل کو اپنا راہ بر بنانا۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ مرشدِ کامل کے بغیر کوئی منزل طے نہیں ہوتی۔

(۱) یہاں شعیب سے مراد حضرت شعیبؑ نہیں ہیں بلکہ یہاں حقیقی رہ نما اور پیش وا مراد ہے۔اس لیے یہاں 'علیہ السلام' اور اسمِ معرفہ کے خط کی علامات نہیں دی گئیں۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے — وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے!
نمَاز و روزہ و قربانی و حج — یہ سب باقی ہیں، تُو باقی نہیں ہے!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۹۰/۴۱۴	۔
۲	رباعی نمبر	×	×	۳۷	۔
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	۔	۔

۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: قوم کی ناگفتہ بہ دینی حالت۔

ii۔ مدعاے تخلیق: (۱) جذبہ عشقِ رسول ﷺ کی اہمیت واضح کرنا۔

(۲) واضح کرنا کہ مسلمانوں کی رسوا کن حالت کی وجہ، ان کے دلوں میں جذبۂ عشقِ رسول ﷺ نہ ہونے کے باعث ہے۔

زمانے کی یہ گردشِ جاودانہ حقیقت ایک تُو، باقی فسانہ!
کسی نے دوش دیکھا ہے نہ فردا فقَط اِمروز ہے تیرا زمانہ!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۹۰/۴۱۴	ـ
۲	رباعی نمبر	×	×	۳۹	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: زمانے میں انسان کا مقام۔

ii۔ مدعاے تخلیق: انسان کے لیے 'خودی' کی اہمیت واضح کرنا۔

(انسان خودی اختیار کرے تو لافانی ہو سکتا ہے اس کی پختگی کے لیے اسے زمانہ حال میں محنت کرنا ہو گی۔)

حکیمی، نا مسلمانی خودی کی کلیمی، رمزِ پنہانی خودی کی
تجھے گُر فقرُ و شاہی کا بتا دوں غریبی میں نگہ بانی خودی کی!

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۹۰/۴۱۴	ـ

۲	رباعی نمبر	×	×	۴۰	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: نژادِ نو کا علومِ ظاہری کی طرف بڑھتا ہوا رجحان۔

ii۔ مدعائے تخلیق: خودی اختیار کرنے کی تلقین کرنا۔

(خودی میراثِ پیغمبری ہے اس میں فقر و شاہی کے جوہر پوشیدہ ہیں۔)

ترا تن روح سے نا آشنا ہے — عجب کیا، آہ تیری نارسا ہے!

تنِ بے روح سے بے زار ہے حق — خدائے زندہ، زندوں کا خدا ہے!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۴۱۵/۹۱	ـ
۲	رباعی نمبر	×	×	۴۱	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مسلمانوں کی حالتِ زار۔

ii۔ مدعائے تخلیق: قوم پر واضح کرنا کہ نشاۃ ثانیہ کے لیے ’جذبِ اندروں‘ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

قطعہ

اقبالؔ نے کل اہلِ خیاباں کو سنایا
یہ شعرِ نشاط آور و پُرسوز و طرب ناک
مَیں صورتِ گُل دستِ صبا کا نہیں محتاج
کرتا ہے مرا جوشِ جُنوں میری قبا چاک!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۴۱۵/۹۱	ـ
۲	قطعہ نمبر	×	×	ـ	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مظاہرِ فطرت میں انسان کا مقام کیا ہے؟

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ انسان شعورِ ذات کی بنا پر مظاہرِ فطرت پر فضیلت رکھتا ہے۔

قطعہ

فطرت مری مانندِ نسیمِ سحَری ہے
رفتار ہے میری کبھی آہستہ، کبھی تیز
پہناتا ہوں اطلس کی قبا لالہ و گُل کو
کرتا ہوں سرِ خار کو سوزن کی طرح تیز!

حواشی و تعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۵۰۰/۱۷۶	ـ
۲	قطعہ نمبر	×	×	ـ	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: اقبال کا اپنی افتادِ طبع کا تذکرہ کرنا۔

ii۔ مدعاے تخلیق: واضح کرنا کہ ان کی افتادِ طبع فطرت کے عین مطابق ہے، بعض افعال میں نرمی اور سستی اور بعض میں درشتی اور تیزی ہے۔ وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۶۳۰

قطعہ

کل اپنے مریدوں سے کہا پیرِ مغاں نے
قیمت میں یہ معنی ہے دُرِ ناب سے دہ چند

زہر اب ہے اس قوم کے حق میں مئ افرنگ
جس قوم کے بچے نہیں خوددار و ہنر مند

حواشی وتعلیقات

نمبر شمار	عنوانات	بیاض پنجم	مسودہ	کلیات اکادمی	کیفیت
۱	نمبر شمار صفحات	×	×	۵۰۰/۱۷۶	ـ
۲	قطعہ نمبر	×	×	ـ	ـ
۳	اصلاح شدہ اشعار	×	×	ـ	ـ
۴	متروکہ اشعار	×	×	ـ	ـ

i۔ تخلیقی محرک: مغرب زدہ بچے۔

ii۔ مدعاے تخلیق: پہلے بچوں کے قلوب کو اسلامی تعلیمات سے منور کیا جائے اس کے بعد مغربی علوم سکھائے جائیں بصورتِ دیگر ان پر الحاد اور بے دینی کا رنگ چڑھ جائے گا۔

وضاحت کے لیے دیکھیے:

شرح بالِ جبریل: یوسف سلیم چشتی، ص ۶۵۷۔۶۵۸

قطعہ (م)

مسلم کی نبض دیکھ کے کہنے لگا طبیب
تیرا مرض ہے قلتِ سرمایۂ حیات
رخصت ہوئی ہے زندگی سادۂ عرب
کچھ رہ گیا اگر تو عجم کے تکلفات[1]

حواشی و تعلیقات

i۔ تخلیقی محرک: یورپ سے متاثرہ مسلمانوں کی حالتِ زار۔

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ مسلمان اسلام کے تصورِ خودی سے بے گانگی کی بنیاد پر ایک بیمار قوم ہیں۔

(۱) صوفی، اگست ۱۹۲۶ء

قطعہ (م)

برتر ہے مہر و ماہ و ثریا سے شانِ مرد
یہ آب و گِل کا کھیل نہیں ہے جہانِ مرد
مرنے سے خوف کیا کہ ہے ارشادِ مصطفیؐ
دنیا میں موت مرد کی ہے پاسبانِ مرد![۱]

حواشی و تعلیقات

i۔ تخلیقی محرک: مسئلہ فنا و بقا

ii۔ مدعائے تخلیق: واضح کرنا کہ خودی کا حامل مردِ مومن مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا بلکہ بقائے دوام حاصل کر لیتا ہے۔